حیاتِ سروری

صاحبزادہ فقیر عبدالحمید سروری قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا زِ بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

حیاتِ سروری

مصنف

صاحبزادہ فقیر عبدالحمید سروری قادری

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

مصنف : صاحبزادہ فقیر عبدالحمید سروری قادری

کمپوزنگ : حافظ غلام رسول

اشاعت : دسمبر 2009ء

پرنٹرز : شناخت پریس، لاہور

336 Net

پبلشر: عظمت بی بی ٹرسٹ، لاہور

04۔ ریور ویو، ہاؤسنگ سوسائٹی، رائے ونڈ روڈ، لاہور

فون: 042-35312256 موبائل: 0300-4640966

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	پیش لفظ	۱۳
۲	اسمِ گرامی	۲۱
۳	نسب نامہ	۲۱
۴	حضرت گیسودرازؒ	۲۱
۵	حضرت گیسودرازؒ کا کوہِ سلیمان میں قیام	۲۲
۶	گیسودرازؒ کی پہاڑی اولاد	۲۲
۷	نسب نامہ حضرت گیسودرازؒ	۲۳
۸	گیسودرازؒ کی ہندوستان روانگی	۲۳
۹	لفظ سید چھوڑنے کی وجہ	۲۴
۱۰	حضرت گیسودرازؒ ہندوستان میں	۲۵
۱۱	حضرت گیسودرازؒ کا استغراق	۲۵
۱۲	حضرت گیسودرازؒ کی دوہری اولاد	۲۶
۱۳	حضرت گیسودرازؒ کا وصال	۲۷
۱۴	گنڈاپور قوم	۲۷
۱۵	حضرت گیسودرازؒ کے ہندوستانی سوانح نگار	۲۸
۱۶	گیسودرازؒ کے ملفوظات کا ضیاع	۲۸
۱۷	شجرہ طیبہ حضرت فقیر نور محمد صاحبؒ	۳۱
۱۸	آپؒ کے والد بزرگوار	۳۲
۱۹	حضرت مدح خانؒ کی بشارت	۳۳
۲۰	مدح خانؒ کا بعد از وفات مزاج پرسی کرنا	۳۳

Marfat.com

۲۱	آپؒ کا بچپن	۳۴
۲۲	تعلیمی دور	۳۵
۲۳	سید مصطفیٰ الگیلانیؒ کا استخارہ	۳۵
۲۴	کالج اور روحانی انقلاب	۳۶
۲۵	رقت اور گریہ کی کیفیت	۳۶
۲۶	پڑھائی چھوڑنے کا باطنی اشارہ	۳۷
۲۷	کالج اور عالمِ گریہ	۳۸
۲۸	کالج چھوڑنے کا سانحہ	۳۹
۲۹	درویشی کی زندگی	۴۰
۳۰	سلطان باہوؒ کی کتابوں کا خزانہ	۴۱
۳۱	بغداد شریف کا سفر	۴۲
۳۲	غوث پاکؒ سے شرفِ باریابی	۴۴
۳۳	ایک مجذوب کا عجیب واقعہ	۴۵
۳۴	سلطان باہوؒ کا فیضان	۴۸
۳۵	آپؒ کا ذکرِ سلطان	۴۹
۳۶	سلطان نور احمد صاحبؒ کی روشن ضمیری کا واقعہ	۵۰
۳۷	نور کا گولہ	۵۱
۳۸	سلطان العارفینؒ کے بچپن کی شبیہ مبارک	۵۲
۳۹	سلطان باہوؒ کی کتاب کا غیبی طور پر دستیاب ہونا	۵۳
۴۰	بیعت	۵۴
۴۱	حضرت امیر سلطانؒ کی مصاحبت	۵۵
۴۲	فن طب کا شوق	۵۷

Marfat.com

۴۳	حکیم سلطان محمد لاہوریؒ سے تعلق	۵۸
۴۴	ایک مشہورِ زمانہ پیر سے عجیب ملاقات	۵۹
۴۵	مجید جن کا واقعہ	۶۳
۴۶	دعوت کی کلید کا حصول	۶۷
۴۷	''کُن'' کی کنجی کا حصول	۶۹
۴۸	ہندو کی زبان پر کلمہ کا اجراء	۷۱
۴۹	انبیائے کرام سے روحانی ملاقات	۷۲
۵۰	ایک عرب خطیب کی حضرت علیؓ سے مشابہت	۷۳
۵۱	حضرت علیؓ کی فضیلت	۷۳
۵۲	برزخ کا حال بدل دینے کا واقعہ	۷۴
۵۳	شہنشاہِ جنات سے ملاقات	۷۵
۵۴	جوگی جن کی حاضرات	۷۵
۵۵	دعوت القبور کے چند واقعات	۷۶
۵۶	روئے زمین کے تمام روحانیوں سے اکتسابِ فیض و برکات	۷۶
۵۷	دعوت کے ذریعے جسمانی مرض سے شفا	۷۷
۵۸	دعوت کے ذریعے وجع المفاصل اور وجع القلب کا علاج	۷۸
۵۹	اہلِ قبر کو آپؒ کی دعوت کی خواہش	۷۹
۶۰	بابا فرید گنج شکرؒ سے دعوت کے ذریعے ملاقات	۸۰
۶۱	قادری بزرگوں کی پرواز کا موازنہ	۸۱
۶۲	سلب الاحوال	۸۲
۶۳	دلی خیالات اور جذبات کا ادراک	۸۳
۶۴	رکاب اور ختمِ قرآن کے معمے کا حل	۸۴

Marfat.com

۶۵	سانپ کے زہر کا باطنی علاج	۸۴
۶۶	گرمی کے روزے کی پیاس کا باطنی مداوا	۸۵
۶۷	جوئے نور	۸۵
۶۸	آفتابِ اسم ذات اور ماہتابِ اسم محمد ﷺ	۸۶
۶۹	کوئٹہ کا قیامت خیز زلزلہ	۸۶
۷۰	کتابوں کی اشاعت میں اہلِ قبر روحانیوں کی امداد	۹۰
۷۱	حیدر آباد دکن کا دوسرا سفر	۹۳
۷۲	اہلِ علم و دانش کا اہم ترین اجتماع	۹۳
۷۳	صحرانوردی اور بادیہ پیمائی	۹۹
۷۴	قبورِ اولیا کا نادیدہ احساس	۹۹
۷۵	دربار سلطان باہوؒ پر مسلسل حاضری	۱۰۰
۷۶	لاہور سے اُنس	۱۰۱
۷۷	پانڈی چری کا سادھو	۱۰۱
۷۸	ننگے سادھو کے استدراج کا خاتمہ	۱۰۳
۷۹	ملاّ مبین اور عطیہ بیگم سے ملاقات	۱۰۴
۸۰	دنیاداروں کے اصل روپ	۱۰۵
۸۱	حقہ نوشوں کی توبہ	۱۰۶
۸۲	ایک ملحد کی اصلاح	۱۰۶
۸۳	بی بی رابعہ بصریؒ کا استقبال	۱۰۸
۸۴	پتھر فقیر کا قصہ	۱۰۹
۸۵	اپنے روحانی مقام کی نشاندہی	۱۱۱
۸۶	شانِ استغنا	۱۱۲

Marfat.com

۸۷	کلاچی کا سیلاب	۱۱۳
۸۸	آپؒ کی عظیم کتاب ''عرفان''	۱۱۳
۸۹	فقرِ سلطانی کا مکمل نمونہ	۱۱۵
۹۰	آپؒ کی سادگی	۱۱۵
۹۱	آپؒ کے معمولات	۱۱۶
۹۲	مشقِ تصور اسم اللہ ذات	۱۱۷
۹۳	خوش الحانی	۱۱۸
۹۴	چارپائی شعلوں کی لپیٹ میں	۱۱۹
۹۵	نور کا ہالہ	۱۲۰
۹۶	نابینا عورت اور فالج زدہ مرد کو شفا	۱۲۰
۹۷	آپؒ کا دم	۱۲۱
۹۸	تحریکِ پاکستان کی کامیابی کے لیے دعا اور دعوت	۱۲۲
۹۹	ولی عہدی کی بحالی	۱۲۳
۱۰۰	بددعا	۱۲۳
۱۰۱	خوابوں کی تعبیر	۱۲۴
۱۰۲	کتب بینی کا شوق	۱۲۶
۱۰۳	خودنمائی سے اجتناب	۱۲۸
۱۰۴	سیر و سیاحت کا شوق	۱۲۸
۱۰۵	مریدوں سے محبت	۱۳۰
۱۰۶	شاعری اور نثر نویسی	۱۳۱
۱۰۷	سفرِ آخرت	۱۳۲
۱۰۸	ازواج و اولاد	۱۳۶

۱۰۹	عرفان کا انگریزی ایڈیشن	۱۳۸
۱۱۰	حلیہ مبارک	۱۳۹
۱۱۱	ارشاداتِ عالیہ	۱۴۰
۱۱۲	مجنوں کی اونٹنی	۱۴۱
۱۱۳	رابعہ بصریؒ کے دو درہم	۱۴۱
۱۱۴	یوسف قلندرؒ کا حسین چہرہ	۱۴۲
۱۱۵	شیخ شبلیؒ اور ایک یہودی	۱۴۳
۱۱۶	شیطان اور چور	۱۴۴
۱۱۷	جبریل کو سجدے کا مشورہ	۱۴۴
۱۱۸	بہلولؒ اور مٹی کے گھروندے	۱۴۵
۱۱۹	اللہ کی لغت	۱۴۶
۱۲۰	چھلکے اور گٹھلیاں	۱۴۷
۱۲۱	اللہ کی طرف دوڑ	۱۴۸
۱۲۲	انبیا کا مذہب	۱۴۹
۱۲۳	نامِ محمد ﷺ	۱۵۰
۱۲۴	بے نیام روحیں	۱۵۱
۱۲۵	تصور، تفکر، تصرف	۱۵۱
۱۲۶	اللہ کا دروازہ	۱۵۲
۱۲۷	بہت بڑا المیہ	۱۵۳
۱۲۸	جنتی کون اور دوزخی کون؟	۱۵۴
۱۲۹	شیطان کے بیوی بچے	۱۵۵
۱۳۰	رب کے پاس رات	۱۵۷

Marfat.com

۱۳۱	چھپکلیاں اور پروانے	۱۵۷
۱۳۲	مرزا قادیانی کے جنازے پر پتھراؤ	۱۶۰
۱۳۳	عمل ڈھوڈر کھا گئے	۱۶۱
۱۳۴	ہنومان کا بہروپ	۱۶۳
۱۳۵	تجارت کا مسلمہ عالمی فلسفہ	۱۶۴
۱۳۶	کراماً کاتبین کی زبان	۱۶۵
۱۳۷	راجپالوں کو ختم کرنے والے	۱۶۶
۱۳۸	ٹیڑھے راستے	۱۶۷
۱۳۹	ٹھنڈے دوزخ	۱۶۸
۱۴۰	بے نور قبریں	۱۶۸
۱۴۱	ریاضت کا بوجھ	۱۶۹
۱۴۲	محبت کی کٹھن راہ	۱۷۰
۱۴۳	شیخ کی محبت میں سب کی محبت	۱۷۱
۱۴۴	کشف کا بکھیڑا	۱۷۱
۱۴۵	روحانی توانائی	۱۷۱
۱۴۶	اللہ کی اطاعت کا انعام	۱۷۲
۱۴۷	روزِ اول باخدا	۱۷۲
۱۴۸	مجمع کی دعا	۱۷۲
۱۴۹	نفس کی غذا	۱۷۳
۱۵۰	سینے کے قفل	۱۷۴
۱۵۱	غضب کے خریدار	۱۷۴
۱۵۲	طفلِ نفس کا ذبیحہ	۱۷۵

Marfat.com

۱۵۳	قرآن کے سکھ ناشر	۱۷۶
۱۵۴	آم اور کیکر کا درخت	۱۷۷
۱۵۵	جنت کی نہریں اور قیامت کا جھٹکا	۱۷۷
۱۵۶	ابوبکر غزنوی کا جن	۱۷۸
۱۵۷	**مسائلِ تصوف**	۱۸۰
۱۵۸	**مکتوباتِ سروری**	۲۰۰
۱۵۹	بنام مولوی محمد شفیع	۲۰۲
۱۶۰	بنام ڈاکٹر محمد رفیق حجازی	۲۰۵
۱۶۱	ایضاً	۲۰۶
۱۶۲	ایضاً	۲۰۸
۱۶۳	ایضاً	۲۰۹
۱۶۴	ایضاً	۲۱۰
۱۶۵	بنام مولوی محمد شفیع	۲۱۱
۱۶۶	بنام ڈاکٹر محمد رفیق حجازی	۲۱۲
۱۶۷	ایضاً	۲۱۴
۱۶۸	بنام حکیم ممتاز علی	۲۱۶
۱۶۹	ایضاً	۲۱۸
۱۷۰	ایضاً	۲۱۹
۱۷۱	ایضاً	۲۲۱
۱۷۲	بنام حافظ محمد حسین	۲۲۲

Marfat.com

۱۷۳	بنام حافظ محمد حسین	۲۲۳
۱۷۴	ایضاً	۲۲۴
۱۷۵	ایضاً	۲۲۵
۱۷۶	ایضاً	۲۲۶
۱۷۷	ایضاً	۲۲۸
۱۷۸	ایضاً	۲۲۹
۱۷۹	بنام محمد دلباز خاں ایڈووکیٹ	۲۳۰
۱۸۰	ایضاً	۲۳۲
۱۸۱	بنام ڈاکٹر محمد رفیق حجازی	۲۳۴
۱۸۲	بنام ڈاکٹر عبدالعزیز شاہ	۲۳۵
۱۸۳	ایضاً	۲۳۶
۱۸۴	ایضاً	۲۳۷
۱۸۵	ایضاً	۲۳۸
۱۸۶	بنام حافظ محمد حسین	۲۳۹
۱۸۷	بنام عبدالقادر، اسسٹنٹ کمشنر بنوں	۲۴۰
۱۸۸	بنام غلام رسول گجرات	۲۴۲
۱۸۹	بنام محمد عارف قادری	۲۴۴
۱۹۰	بنام صوفی محمد اصغر	۲۴۶
۱۹۱	بنام مولوی عبدالرحیم	۲۴۸
۱۹۲	بنام رشید احمد صدیقی	۲۵۰
۱۹۳	بنام ڈاکٹر محمد شعیب	۲۵۲
۱۹۴	بنام پروفیسر غلام محمد چوہان	۲۵۴

Marfat.com

۱۹۵	بنام میاں عبدالغفار چوہان	۲۵۶
۱۹۶	بنام صوفی غلام علی	۲۵۹
۱۹۷	بنام احمد علی ایڈووکیٹ	۲۶۱
۱۹۸	بنام صوفی غلام مرتضیٰ صاحب	۲۶۳
۱۹۹	بنام ڈاکٹر محمد فاروق	۲۶۵
۲۰۰	بنام حافظ منظور احمد کراچی	۲۶۷
۲۰۱	شجرہ طیبہ سلسلہ عالیہ قادریہ سروریہ (فارسی)	۲۷۰
۲۰۲	شجرہ طیبہ سلسلہ عالیہ قادریہ سروریہ (اردو)	۲۷۱
۲۰۳	منظوم مناقب	۲۷۳
۲۰۴	طریقہ ذکر قادریہ سروریہ	۲۸۶
۲۰۵	طریقہ ختم غوثیہ قادریہ	۲۸۸
۲۰۶	دعا	۲۹۱

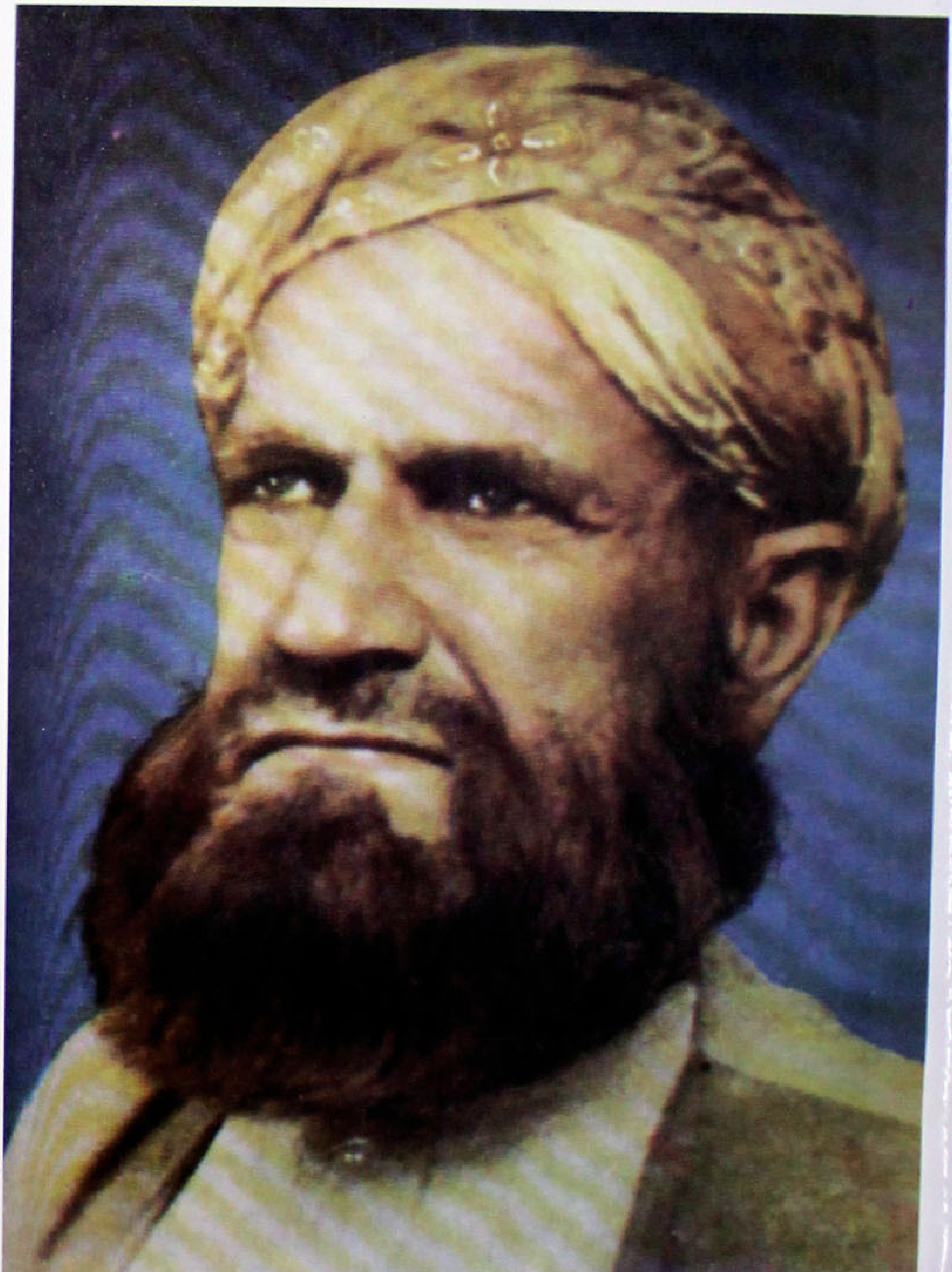

حضرت فقیر نور محمد سروری قادری کلاچوی علیہ الرحمۃ

Marfat.com

هُوْ

اللّٰہُ

محمّد ؐ

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

پیش لفظ

یہ کتاب کسی مؤرّخ، فلسفی، یا منطقی کی داستانِ زیست کا مجموعہ نہیں جس میں علمِ تاریخ کی بوقلمونیاں اور فلسفے کی موشگافیاں پائی جائیں اور نہ ہی یہ کسی شہریار، حکمران یا سیاستدان کی سرگزشتِ حیات ہے۔ جس میں رموزِ مملکت اور جمہوری حکمتِ عملی کا تذکرہ ہو، بلکہ یہ ایک ایسے درویشِ بے گلیم اور فقیر بوریا نشین کے سادہ واقعاتِ زندگی ہیں جن کا سینہ اسلامی روحانی علوم کا ایک بحرِ ناپیدا کنار تھا، مگر جو ظاہری طور پر عالمانہ اور مشائخانہ جبہ و دستار کے تکلفات سے بالکل بے نیاز تھے۔ جو فقر کے انتہائی بلند مراتب اور ارفع درجات پر متمکن تھے۔ مگر بادی النظر میں فقیرانہ وضع قطع اور درویشانہ رسمی سبحہ و سجادہ کی روایات سے قطعاً بے پرواہ تھے۔ جنہوں نے نام و نمود اور ریا کارانہ طرز سے دور ہٹ کر اپنی عمر صرف خدا تعالیٰ کی عبادت اور اللہ تعالیٰ کے نام کی تبلیغ و اشاعت میں گزار دی۔ ان کا نامِ نامی اور اسمِ گرامی حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ تھا۔

دنیا میں بعض لوگ اپنی قوم کی بھلائی کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیتے ہیں۔ بعض فن اور آرٹ کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیتے ہیں۔ بعض اقتدار اور حکومت کے واسطے تن من اور دھن کی بازی لگا دیتے ہیں۔ اگرچہ ان میں نام و نمود کی خواہش بھی پائی جاتی ہے اور ذاتی مفاد کو بھی دخل حاصل ہوتا ہے مگر پھر بھی خدا ان کی محنت اور قربانی کو ضائع نہیں کرتا۔ وہ قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں اور ان کی شخصیت مشہورِ زمانہ ہو جاتی ہے۔

مگر مبارک ہیں وہ ہستیاں جو محض اللہ کی خوشنودی اور رضامندی کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیتی ہیں۔ جن کی قربانی میں نام و نمود کی خواہش کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا اور جن کے ایثار میں ذاتی مفادات کا دخل نام کو نہیں ہوتا۔ یہی وہ ہستیاں ہیں جن کے بارے میں لَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ○ (یونس ۱۰ : ۶۲) آیا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے حق میں بَلۡ اَحۡیَآءٌ (البقرۃ ۲ : ۱۵۴) کہا گیا ہے۔

ان متبرک ہستیوں کے طفیل دنیا میں سچے دین اور حقیقی اسلام کی تبلیغ ہوئی۔ انہی شخصیتوں

نے ہمیشہ لوگوں کو اسلام کی حقیقی روح سے روشناس کرایا۔ انہوں نے اپنے پاک اور مقدس نفوس سے دنیا میں روحانیت کا یقین برقرار رکھا ہے۔ انہی کی کرامات نے عوام الناس کو پیغمبروں کے معجزات کا یقین دلایا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہر زمانے میں گمراہ افراد کے دلوں میں خدا، رسولِ خدا ﷺ اور اسلام پر یقینِ محکم کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اور یہی وہ انسان ہیں جو متزلزل ایمانوں کو ہر دور میں اور ہر عہد میں استوار کرتے ہیں۔

سچے فقراء اور حقیقی درویش اور حق پرست اولیائے کرام اور صادق صوفیائے عظام اگر دنیا میں نہ ہوں تو دنیا سے سچا دین اور حقیقی اسلام ناپید ہو جائے اور روحانیت کی روح نکل جائے۔

یہی سچے فقراء تزکیۂ نفس کے عملی طریقے بتاتے ہیں، یہی صوفیائے کرام تصفیۂ روح اور جلائے قلب کا اسلامی دستور العمل سکھاتے ہیں اور یہی اولیائے عظام روحانی زندگی حاصل کرنے کا صحیح سبق اور درس دیتے ہیں۔ ان کے مقدس نظریات اور پاک عقائد ارواح کو منور اور قلوب کو روشن اور مطہر کرتے ہیں۔ کس قدر بدبخت ہیں وہ لوگ جو فقراء اور اولیائے کرام کے پاک عقائد اور مقدس نظریات کی مخالفت کرتے ہیں اور کتنے بدنصیب ہیں وہ آدمی جو ان متبرک ہستیوں سے عناد رکھتے ہیں اور ان کی روحانیت کا انکار کرتے ہیں۔

دنیا میں کوئی نظریہ اور عقیدہ ایسا موجود نہیں ہے جس کی مخالفت کرنے والے لوگ نہ پائے جاتے ہوں۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہر دور اور ہر عہد میں صحیح نظریے اور ہر سچے عقیدے کی مخالفت اور معاندت ہوئی ہے۔ اگر کوئی ان مخالفتوں سے گھبرا کر اپنے صحیح نظریات کو چھوڑ دے تو حق کا بول کبھی بالا نہیں ہو سکتا اور نہ ہی صداقت پروان چڑھ سکتی ہے۔ آج جو اسلام ہم تک پہنچا ہے وہ کبھی ہم تک نہ پہنچ سکتا اگر شارعِ اسلام قریش اور دوسرے معاندین کی مخالفتوں کے سبب اپنے نظریات اور عقائد کو خیرباد کہہ دیتے اور اعلائے کلمۃ الحق سے باز رہتے۔ کسی عقیدے اور نظریے کی صحت کا معیار یہ ہرگز نہیں کہ اس کی مخالفت نہ پائی جائے۔

ہم فقرائے صادق، اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کو رسول اللہ ﷺ کا سچا جانشین اور حقیقی نائب تسلیم کرتے ہیں۔ ان کی کرامات برحق ہیں۔ ان کی روحانی قوت مسلم ہے۔

Marfat.com

ان کا باطنی تصرف ایک حقیقت ہے۔ ان کے درجات، مقامات اور مراتب واقعی اور صحیح ہیں۔ یہی وہ شخصیتیں ہیں جن کو اَلْعُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل کے الفاظ سے نوازا گیا ہے۔ یہی وارث الانبیا ہیں۔ یہی دینِ متین کے محافظ ہیں۔ انہی کے دم سے نظامِ ہستی قائم ہے۔

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے

اُس قلم کے قربان جو خدا کے نیک بندوں کی توصیف لکھتا ہے، اس زبان اور نطق کے نثار جو فقراء اور اولیائے کرام کی مدح سرائی میں مشغول ہوتا ہے اور ان الفاظ اور حروف کے تصدق جو صوفیائے عظام اور درویشوں کی شان اور تعریف میں مرقوم ہوتے ہیں۔ مقامِ شکر ہے کہ مجھے بھی ایک بلند پایہ ولی، ایک عالی مرتبت فقیر اور پاک باطن صوفی اور باعمل عالم حضرت قبلہ فقیر نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی قلم بند کرنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔ میں نے اس سے قبل بھی آپ کے سوانحِ حیات لکھے ہیں جو آپ کی شہرہ آفاق کتاب ''عرفان'' کے حصّہ اوّل کے تعارف میں درج ہیں۔

ایک زمانہ وہ تھا جب ہم آپ کی متبرک مجالس میں بیٹھ کر آپ کے انوارِ سخن سے مستفید ہوا کرتے تھے اور آپ کی روح پرور اور دلنشیں باتیں سنا کرتے تھے اور ایک زمانہ اب یہ ہے کہ ہم آپ کی باتیں دوسروں کو سنا رہے ہیں۔ وہ دن خواب ہو گئے اور وہ باتیں افسانہ بن کر رہ گئیں۔ اسی طرح ہم بھی یہ افسانے کہتے کہتے خود بھی افسانوں میں تحلیل ہو کر رہ جائیں گے۔

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

میں نے آپ کے بہت سے مستند اور صحیح حالاتِ زندگی جمع کرنے کی امکانی کوشش کی ہے اور تمام تر وہ واقعات جمع کیے ہیں جو آپ نے اپنی زندگی میں بارہا ہم سے بیان کیے ہیں لہٰذا ان کی صحت میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ بہت سے واقعات ایسے ہیں جو خود میرے ذاتی مشاہدے میں آئے ہیں اور کچھ واقعات ایسے ہیں جو معتبر راویوں کے

Marfat.com

ذریعے مجھ تک پہنچے ہیں اور میں نے ان کی پوری تحقیق کی ہے۔

خدا کرے آپؒ کے یہ متبرک واقعاتِ زندگی متلاشیانِ متاعِ فقر و سلوک اور طالبانِ صراطِ مستقیم کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوں۔ ان واقعات میں رشد و ہدایت کے بے شمار نمونے اور جذب و شوقِ الٰہی کے ان گنت عملی امثال موجود ہیں۔ ان نقوشِ پا پر چل کر رہروانِ بادیۂ طریقت منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔

عجب نہیں کہ مسلماں کو پھر عطا کر دیں
شکوہِ سنجر و فقرِ جنیدؒ و بسطامیؒ

فقیر عبدالحمید سروری قادری عفی اللہ عنہ

Marfat.com

نقشِ ثانی[1]

''حیاتِ سروری'' کا اوّلین ایڈیشن میں نے انتہائی عجلت میں اس وقت لکھا اور شائع کیا جب میں ابھی فنِ سوانح نگاری اور تذکرہ نویسی میں ناتجربہ کار اور نو آموز تھا۔ اس لیے اس کی اشاعت میں کچھ غیر ضروری مواد شامل ہو گیا تھا اور کچھ خامیاں رہ گئی تھیں۔ پہلی اشاعت کا کاغذ، طباعت اور کتابت بھی اچھی نہیں تھی۔ اب دوسری اشاعت میں اس کی اصلاح اور تلافی کر دی گئی ہے۔ اور یہ پہلی اشاعت سے بہت حد تک بہتر اور مکمل ہے اور اس میں کچھ مزید ہدایت آموز مواد بھی شامل کر دیا گیا ہے۔

نقاش نقشِ ثانی بہتر زند زِ اوّل

پہلی اشاعت ترتیب دیتے وقت مجھے حضرت قبلہؒ کے ارادت مندوں میں سے بعض خود غرض، مفاد پرست، فریب کار، کذّاب، خلافت چور اور جعلی صوفیوں اور نقلی فقیروں کا علم نہ تھا۔ جب میں نے ان لوگوں سے کچھ معلومات فراہم کرنے کو کہا تو ان میں سے کچھ مطلب کے بندوں نے ایسا مواد فراہم کیا جو ان کے ذاتی مفاد میں تھا اور جس کے ذریعے وہ بعد میں اپنی خلافت اور پیری کی بنیاد رکھنا اور دکان چلانا چاہتے تھے۔ چنانچہ بعد میں ان غلط کاروں نے ان تحریروں سے بڑا ناجائز فائدہ اٹھانے کی ناپاک کوشش کی اور خود ساختہ خلیفے، نقلی اور بناسپتی سلطان الفقراء اور جعلی خاتمِ فقر محمدیہ بن بیٹھے۔ اس کی خوب تشہیر کی اور ایک عالم کو گمراہ اور تباہ کر کے رکھ دیا۔ لہٰذا اس نئے ایڈیشن سے میں نے وہ تمام مواد نکال دیا۔

ان مکار لوگوں نے سلسلے کو بہت رسوا اور بڑا بدنام کیا۔ فقر و تصوف اور روحانیت کو بازار کی جنس بنا کر دکانیں سجالیں اور اس کی باقاعدہ تجارت شروع کر دی اور اسے ایک کاروبار اور ذریعۂ معاش بنا لیا۔ اپنے سلسلے کو چھوڑ کر جلب منفعت کی خاطر چاروں سلسلوں کی خلافت کا دعویٰ کر دیا اور چاروں سلسلوں میں دھڑا دھڑ مرید بھرتی کرنا شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ میری خلافت اور روحانی جانشینی اور حضرت قبلہؒ کے وصیت نامے کو جھٹلا کر اور مسترد کر کے خود حضرت قبلہؒ کی روحانی جانشینی کے جھوٹے مدعی بن بیٹھے اور عجیب وغریب

---

[1] مصنف نے نقشِ ثانی دوسرے ایڈیشن کے لیے تحریر کیا تھا جب کہ یہ اب چوتھی اشاعت ہے۔

Marfat.com

دوراز عقل اور بعید از قیاس لغو اور بے ہودہ دعوے کرنے لگے حالانکہ ان کے پاس اس کا کوئی تحریری ثبوت موجود نہیں تھا۔ مجھے ذاتی طور پر ان کو متنبہ کرنا اور ایسے فضول اور شرمناک اقدامات سے باز رہنے کے لیے کہنا پڑا اور جب وہ اس پر بھی باز نہیں آئے تو مجھے باقاعدہ خصوصی اعلامیہ کے ذریعے ان کی سختی کے ساتھ تردید کرنی پڑی۔ بعض بدبخت اس کے باوجود اپنی مذموم حرکات سے باز نہیں آئے بلکہ الٹا میرے خلاف غلط اور گمراہ کن پروپیگنڈا کرنا شروع کر دیا اور ان کے چیلوں چانٹوں نے ایک طوفانِ بے تمیزی برپا کر کے اپنی کمینہ اور ذلیل فطرت کا خوب اور قابلِ نفریں مظاہرہ کیا۔ مگر وہ بری طرح ناکام رہے اور عبرت ناک انجام سے دوچار ہوئے۔

الغرض ''حیاتِ سروری'' کا یہ دوسرا ایڈیشن اور نقشِ ثانی اب بہتر کاغذ اور معیاری طباعت، عمدہ کتابت اور دیدہ زیب گرد پوش اور صاف ستھرے مواد اور مضامین وغیرہ ہر لحاظ اور ہر طرح سے پہلے ایڈیشن اور نقش اوّل سے بدرجہا بہتر ہے اور امید ہے کہ ناظرین اسے پسند کریں گے اور اسے پڑھ کر محظوظ اور مسرور ہوں گے۔

صاحبزادہ فقیر عبدالحمید سروری قادری کلاچوی

Marfat.com

صاحبزادہ حضرت فقیر عبدالحمید صاحب سروری قادری کلاچوی

Marfat.com

انتساب!

ان سات سلطان الفقراء کے نام
جو سید الکونین ہیں اور جن کے ظہور
سے قبل قیامت قائم نہ ہوگی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

حیاتِ سروری

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا زِ بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

اسمِ گرامی

آپؒ کا نامِ نامی اور اسمِ گرامی حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری قادریؒ تھا۔ اپنے نام کے ساتھ لفظ ''فقیر'' اس لیے لکھتے تھے کہ آپؒ کی ساری زندگی فقر کی متاع کے حصول اور فقر کے بحرِ بیکراں کی شناوری اور غوّاصی میں گزری۔ فقر ہی آپؒ کا اوڑھنا بچھونا اور فقر ہی آپؒ کی زندگی کا واحد نصب العین تھا۔ لفظ سروری قادری روحانی سلسلۂ طریقت کی وجہ سے تحریر فرماتے تھے۔ لفظ سروری حضور سرورِ کائنات ﷺ سے نسبت اور تعلق کا مظہر اور آئینہ دار ہے۔

نسب نامہ

آپؒ کی ولادت صوبہ سرحد کے ایک غیر معروف اور دور افتادہ مقام کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں ۱۳۰۳ھ میں ہوئی۔ آپ نسل اور نسب سے پٹھان کہلاتے اور قومیت کے لحاظ سے گنڈاپور تھے۔ گنڈاپور قوم کا سلسلۂ نسب مشہور بزرگ حضرت میر سید محمد گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے جن کا مزار آج کل حیدر آباد دکن میں حسن آباد کے قریب گل برگہ میں مرجع خاص و عام ہے۔ اس لحاظ سے گنڈاپور قوم سادات میں سے ہے۔ پٹھانوں کی مستند تاریخ ''خورشیدِ جہاں'' میں اس کا تفصیل کے ساتھ ذکر موجود ہے۔ چونکہ یہ قوم پٹھانوں میں پروان چڑھی ہے۔ اس لیے اس کے آباء واجداد نے اپنے آپ کو سیّد کی بجائے پٹھان کہلانا شروع کر دیا اور یہ اس قوم کی روایت بن گئی جو آج تک قائم ہے۔

حضرت گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میر سیّد محمد گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ سیّد الرجال محمد بن سیّد اسماعیل اعرجؒ کی نسل

Marfat.com

سے تھے اور سید اسماعیل اعرجؒ امام جعفر صادقؒ کے بیٹے تھے۔ ان سادات کا سنی المذہب اور سیّد اسماعیل اعرجؒ بن امام جعفر صادقؒ کی نسل سے ہونا شاہ عطاء اللہ کرمانیؒ کی تصنیف کتاب ''روضتہ الاحباب'' کے مندرجات سے ثابت ہے۔ آپؒ کے گیسو دراز کے لقب سے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب سلطنتِ مہدویہ کے وقت اسماعیلیہ مذہب نے اہلِ سنت والجماعت کے خلاف زور پکڑا تو اکثر ساداتِ اسماعیلیہ نے وہ مذہب اختیار کرلیا۔ مگر صرف ایک قبیلہ جو سیّد صاحب کے جدِّ امجد کا قبیلہ تھا، اہلِ سنت والجماعت کے مذہب پر قائم رہا اور جب ان کا گزارہ وہاں مشکل ہو گیا تو انہوں نے عرب سے عجم کا رخ کیا۔ دورانِ سفر انہوں نے بڑی بڑی زلفیں رکھ لیں تھیں۔ اس لیے ایران اور توران کے لوگوں نے ان کو ساداتِ گیسو درازؒ کے نام سے مشہور کر دیا۔

حضرت گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کا کوہِ سلیمان میں قیام

حضرت خواجہ میر سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ ایک بار کوہِ سلیمان آئے اور شیرانی قوم کے درمیان اقامت پزیر ہو گئے۔ چونکہ صاحبِ حالات و مقامات اور صاحبِ کشف و کرامات تھے اس لیے شیرانی، کاکڑ اور کرڑانی قوموں نے ان کی طرف رجوع کیا اور ان کی ذاتِ بابرکات اور خوارق عادات کو دیکھ کر ان کے معتقد اور ارادتمند بن گئے۔ اسی دوران مغلوں کے ایک لشکر نے ان قوموں پر چڑھائی کر دی اور قریب تھا کہ یہ قومیں تباہ ہو جاتیں۔ اس پر ان تینوں قوموں کے سردار سید صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے دعا کی استدعا اور درخواست کی۔ آپؒ نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔ آپؒ کی دعا کی برکت سے وہ لشکر رفع دفع ہو گیا۔ اس طرح یہ قومیں عظیم تباہی سے محفوظ اور مامون ہو گئیں۔ چنانچہ ان تینوں قوموں کے سرداروں نے اپنی ایک ایک لڑکی سید صاحبؒ کے عقد میں دینے کی پیش کش کی۔ آپؒ نے یہ پیش کش قبول کر کے تینوں سرداروں کی بیٹیوں سے عقد کر لیا۔

حضرت گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کی پہاڑی اولاد

اللہ تعالیٰ نے ان تینوں بیویوں سے آپؒ کو چار فرزند عطا کیے۔ جن کے نام ستوری، مشوانڑی، وردگ اور ہنی رکھے گئے۔ ان ناموں کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب ستوری کی

Marfat.com

ولادت کی خوشخبری آپؒ کو ملی اس وقت آپ شام کی نماز کی تیاری کر رہے تھے اور قبلہ رو کھڑے تھے۔ آسمان پر شام کا ستارہ چمک رہا تھا۔ آپؒ کی نظر اس چمک دار ستارے پر پڑی۔ پشتو میں ستارے کو ستوری کہتے ہیں۔ لہٰذا آپؒ نے اس فرزند کا نام ستوری رکھ دیا۔ دوسرے فرزند کی پیدائش کی خبر ملتے وقت آپؒ کے ہاتھ میں دوات تھی اور کچھ تحریر کرنے کا ارادہ تھا۔ دوات کو پشتو میں مشوانڑی کہتے تھے۔ اس پر آپؒ نے اس کا نام اس طریقے پر مشوانڑی رکھ دیا۔ تیسرا فرزند جب تولد ہوا تو اس کا مژدہ سنتے وقت آپؒ کے ساتھ زربلخ کھڑا تھا۔ زربلخ کو فارسی میں وردگ کہتے ہیں۔ اس لیے اس کا نام وردگ رکھ دیا گیا۔ چوتھے فرزند ہنی کی نام کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔

نسب نامہ حضرت گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کا نام سید محمد گیسودرازؒ، و بندہ نواز اور صدرالدین لقب اور شہباز تخلص تھا۔ آپ والدین کی جانب سے حسینی سیّد تھے اور اٹھارہ واسطوں سے حضرت حسینؓ بن حضرت علیؓ تک آپؒ کا نسب ملتا ہے۔ نسب نامہ یہ ہے:

سیّد محمد گیسودرازؒ ابن سیّد یوسف حسینی ابن سیّد علی بن سیّد محمد بن سید یوسف بن حسین بن محمد بن علی بن حمزہ بن داؤد بن زید بن ابوالحسن جندی بن حسین بن ابوعبداللہ بن محمد بن امام زید شہید بن امام زین العابدین بن سیّد الشہد احضرت امام حسین بن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ کی ہندوستان روانگی

ابھی آپؒ کے یہ چاروں فرزند چھوٹے ہی تھے کہ سید صاحبؒ کو جذب، وجد اور حال طاری ہوا اور آپؒ نے بیوی بچوں کو چھوڑ کر ہندوستان کا رخ کیا۔ آپؒ کے ہندوستان چلے جانے کے بعد یہ تینوں بیویاں اپنے بچوں سمیت اپنے والدین کے گھروں میں چلی گئیں اور یہ بچے وہیں بڑے ہوئے اور جب یہ سنِ بلوغ کو پہنچے تو انہوں نے ان پٹھان خاندانوں میں یعنی ننہال میں شادیاں کر لیں اور جب ان کے یہاں لڑکیاں پیدا ہوئیں تو وہ بھی اپنے ننہالوں میں بیاہی گئیں۔ اس طرح انہوں نے افغانوں کی زبان، رسم و رواج، لباس اور قانون و روایات کو اپنا لیا اور افغان مشہور ہو گئے۔ اپنے آپ کو افغان اور پٹھان کہنے لگے

Marfat.com

اور سیّد کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ بلکہ افغان قومیت اختیار کر لی۔

لفظ سیّد چھوڑنے کی وجہ

اس قوم کے اسلاف نے تحریری طور پر اپنی اولاد کو یہ وصیت کی ہے کہ اب جب کہ ہم افغانوں میں مل گئے ہیں اور اس قوم سے رشتہ داری اور نسبت قائم کر لی ہے تو اب خود کو سیّد کہلوانا مواخات اور احسان سے بعید ہے۔ لہٰذا ہماری اولاد میں اب جو کوئی اپنے آپ کو سیّد کہے گا وہ ہماری اولاد میں سے نہیں ہے۔

اپنے ننھیالی قبیلوں میں آنا اور ان کے القاب اور قومیت اختیار کرنا بہت پرانی اور قدیم روایت ہے اور ایک طرح سے سنت بھی ہے۔ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما جو خاتونِ جنت فاطمہ الزہراؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے فرزند تھے اپنے نانا (ننھیال) رسول اللہ سیّد الانبیاء ﷺ کی نسبت اور تعلق سے سیّد کہلائے۔ حالانکہ حضرت علیؓ کے دوسرے فرزند باپ کی نسبت اور تعلق کے باعث علوی کے لقب سے مشہور ہوئے اور درحقیقت حسنین بھی باپ کے تعلق اور نسبت سے علوی ہی تھے مگر انہوں نے لفظ علوی نہیں اپنایا بلکہ سیّد کہلائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خال (ماموں) باپ کے برابر ہے۔ اگر ان قبیلوں نے اپنے آپ کو اپنے ننھیال (ماموں) کی نسبت سے منسوب کیا تو اس میں کوئی برائی نہیں۔ اور یہ کتنی قابلِ ستائش بات ہے کہ قوم کا ایک سردار، آقا اور بڑا آدمی کسرِ نفسی کی بنا پر اپنے آپ کو سردار اور آقا نہ کہلوائے اور وہ اگر اپنے نام کے ساتھ سردار اور آقا کا لفظ نہ بھی لکھے تو تب بھی اس کی سرداری اور آقائی میں کوئی فرق نہیں آتا اور اس کی سرداری ختم نہیں ہوتی۔ گنڈاپور قوم کے افراد کا اپنے نام کے ساتھ سیّد نہ لکھنے کی ایک وجہ کسرِ نفسی بھی ہوسکتی ہے۔ اگر یہ قوم اپنے نام کے ساتھ سیّد کا لفظ نہ بھی لکھے تو بھی یہ جانتی ہے کہ اس کی سیادت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اور وہ بدستور سیّد ہی ہے۔ اس کے علاوہ جب اس قوم کے اسلاف نے دیکھا کہ سیّد کہلانے والے اکثر لوگ دوسروں پر بوجھ بنتے ہیں، ہر کس و ناکس کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے ہیں جس کی وجہ سے اس معزز لفظ کی اہانت ہوتی ہے۔ لہٰذا اس قوم نے اس لفظ کو اس لیے بھی ترک کر دیا اور اپنے نام کے ساتھ استعمال کرنا چھوڑ دیا۔ اکثر لوگ اس لفظ اور لقب کا غلط اور ناجائز طور

Marfat.com

پر استعمال کرتے ہیں اور اس کے ذریعے عزت، منفعت اور ذاتی مفادات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا بھی ہے کہ اصل میں سیّد نہ ہونے کے باوجود خود غرض اور مطلب پرست لوگ اپنے آپ کو سیّد کہلواتے ہیں اور اسے معاش اور روزگار کا ذریعہ اور وسیلہ بنا لیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اس لفظ، لقب اور نام کی بدنامی ہوتی ہے۔ یہ لفظ اور لقب چھوڑ دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے۔ انسان کی عزت نام، القاب اور الفاظ سے نہیں ہوتی بلکہ اعمال، کردار اور اخلاق کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ گنڈاپور قوم کے علاوہ پٹھانوں کی آٹھ قومیں اور بھی ایسی ہیں جو سیّد ہونے کے باوجود اپنے آپ کو سیّد نہیں کہلواتیں۔

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی

کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف قصیدہ غوثیہ کے سوا جو ایک خاص حالت میں لکھا گیا ہے کہیں اپنے آپ کو سیّد نہیں لکھا۔ حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب کشف المحجوب میں کہیں اشارتاً اور کنایتاً بھی سیّد نہیں لکھا۔ صرف عثمان بن علی لکھا ہے ترکِ نسب شانِ فقر اور نشانِ عشق ہے۔

حضرت گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں

حضرت میر سید محمد گیسودرازؒ جب کوہ شیرانی سے نکل کر ہندوستان پہنچے تو پہلے حضرت خواجہ معین الدین ابوالحسن سنجریؒ کے مزار پر اجمیر شریف میں اقامت پذیر ہوئے۔ پھر سلطان محمد تغلق کے دورِ حکومت میں دہلی گئے۔ جب آپؒ محمد تغلق کے دربار میں پہنچے تو بادشاہ ان کو دیکھ کر تخت سے اتر آیا اور سیّد صاحبؒ کو نہایت ادب اور احترام کے ساتھ تخت پر بٹھا دیا۔ یہ حالات ''اخبار الاولیا'' میں لکھے ہیں۔

حضرت گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ کا استغراق

اس کے بعد آپؒ نے کوہ وصحرا کا رخ کیا اور وہاں بارہ سال تک مسلسل یادِ الٰہی میں مستغرق اور مراقب رہے۔ جن دنوں آپ مراقبے کے اندر بیٹھے ہوئے تھے اسی دوران ایک غمزدہ شخص وہاں آ نکلا، جس کا اکلوتا لڑکا فوت ہوگیا تھا۔ جب وہ سیّد صاحبؒ کے

Marfat.com

قریب پہنچا تو سیّد صاحبؒ نے مراقبے سے سر اٹھایا اور پوچھا کہ کون ہو اور کیا مراد لائے ہو۔ اس نے اپنی داستانِ غم بیان کی تو سیّد صاحبؒ نے فرمایا "جاؤ اور اپنے لڑکے کو پالو۔ اللہ تعالیٰ نے میری دعا سے اسے زندگی بخش دی ہے۔" چنانچہ وہ شخص جب اپنے گھر پہنچا تو اس نے اپنے فرزند کو زندہ پالیا۔ اس کے بعد سید صاحبؒ کی بڑی شہرت ہوئی اور اس علاقے کے لوگ جوق در جوق آپؒ کی زیارت کو آنے لگے۔ زاں بعد آپؒ اپنے روحانی پیشوا کی طرف سے اہلِ دکن کی ہدایت پر مامور ہوئے اور دکن چلے گئے۔ جب گل برگہ کے قریب پہنچے تو آپؒ نے اس شہر کا نام دریافت کیا لوگوں نے کل برک بتایا۔ فرمایا کل برک نہیں گل برگہ ہے جو میرے بیٹھنے، قیام کرنے اور سونے کا مقام ہے۔ چنانچہ آپؒ وہیں قیام پذیر ہو گئے اور وہیں اپنی خانقاہ بنوائی۔ پھر جب احمد شاہ بہمنی دکن کے سلطان بنے تو وہ بھی آپؒ کے مرید اور معتقد بن گئے کیونکہ آپؒ نے ان کی تخت نشینی کی پیش گوئی فرمائی تھی۔ بادشاہ نے بہت سے قصبے اور دیہات آپؒ کے نام وقف کر دیے اور وہاں آپؒ کا بڑا چرچا ہوا۔

حضرت گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کی دوہری اولاد

سیّد صاحب کی اولاد دو قسم کی ہے: ایک صلبی اور دوسری متبنّٰی۔ صلبی اولاد کا ذکر تو گزر چکا لیکن متبنّٰی اولاد کے متعلق یہ روایت اور قصہ مشہور ہے۔ کہ ایک روز آپؒ پر ذوق، وجد اور استغراق طاری تھا۔ ایسی حالت میں آپؒ کی زبان مبارک سے نکلا کہ اس وقت جو شخص میرے تالاب میں غوطہ لگا کر غسل کرے گا وہ میرا فرزند قرار پائے گا اور قیامت کے دن میری اولاد کے زمرے میں حسینی سادات کے طائفہ سے فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی نسل سے کھڑا ہوگا۔ اس وقت آپؒ کا ایک خاص الخاص مرید اور معتقد وہاں موجود تھا اس نے یہ موقع غنیمت جانا۔ فوراً تالاب میں غوطہ زن ہوا اور غسل کر کے باہر آیا۔ سیّد صاحبؒ نے فرمایا "تو میرا فرزند ہے۔" اس کے بعد آپؒ نے اس کو اپنا متبنّٰی مقرر فرمایا۔ اس شخص کی اولاد آپؒ کے نواسوں اور خاندان میں شامل ہو گئی۔ دکن کے لوگ اس متبنّٰی کی اولاد کو "سادات تالابی" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ کا وصال

سیّد صاحب نے ایک سو پچاس سال کی عمر پائی اور ۸۲۵ھ میں وصال فرمایا۔ کتاب ''گلستانِ مسرت'' میں آپؒ کی وفات کا قطعہ تاریخ یوں درج ہے:

آنکہ سیّد محمّدش نام است — بے گماں پیرِ اہلِ اسلام است
عالمے را کشید از چہ آز — بہ رَسَن ہائے گیسوانِ دراز
ماہ ذیقعد بود یاز دھم — کہ شدہ سیّدے بہ چرخ نہم
سالِ تاریخ او چوں سائل جُست
عقل ''مخدوم دین و دنیا'' گفت

(۸۲۵ہجری)

گنڈاپور قوم

گنڈاپور قوم ترِی عرف گنڈاپور کی اولاد سے ہے۔ ترِی عرف گنڈاپور ستوری کا بیٹا تھا اور ستوری جیسا کہ بیان ہوا حضرت میر سید محمد گیسودرازؒ کا پہلا بیٹا تھا جن کا نام ستارے کے نام پر رکھا گیا تھا۔ گنڈاپور پشتو زبان میں ایک دعائیہ جملہ ہے۔ یہ دعا ستوری بن گیسودرازؒ نے اپنے بیٹے ترِی عرف گنڈاپور کو ایک خاص موقع پر دی تھی۔ اس دعا کے پورے الفاظ پشتو زبان میں یوں تھے: ''زہ ترِیہ! پہ گنڈا پُور شے''۔ یعنی اے ترِی! جا تیری پشت بھری رہے یعنی تو کثیر الاولاد ہو۔ یہ دعائیہ جملہ ترِی کو بہت پسند آیا اور اس نے اپنے آپ کو اسی نام سے مشہور کر دیا۔ ترِی کی اولاد یہ ہے: یعقوب، ابراہیم، حسین، خوبی، دری پلارہ اور عمران۔ ان تمام سے الگ الگ قبیلے بن گئے جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ سیّد صاحبؒ کی جو متبنّیٰ اولاد حیدرآباد دکن میں ہے وہ بہت کم اور محدود ہے لیکن صلبی اولاد بہت بڑھی ہے۔

موجودہ دامان کے علاقے میں سب سے پہلے ترِی عرف گنڈاپور آیا تھا۔ اس نے یہاں آبادی کی اور بہت سی اراضی حاصل کی۔ گنڈاپور کی اولاد گنڈاپور قوم کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کے بعد اس کے دوسرے بھائی بھی دامان کے علاقے میں آ کر آباد ہو گئے اور

Marfat.com

عجیب بات یہ ہوئی کہ ان سب کی اولاد نے گنڈاپور قومیت اختیار کر لی اور سب کو گنڈاپور کی اراضی سے حصہ ملا۔ یہ قوم حضرت سید محمد گیسودرازؒ کی صحیح اولاد ہونے کے باعث سیّد ہے۔ مگر اپنی آبائی روایات کی وجہ سے اس کے افراد اپنے آپ کو سیّد نہیں کہلواتے بلکہ افغان اور پٹھان کہلواتے ہیں اور اپنے نام کے ساتھ ''خان'' لکھتے ہیں۔

حضرت گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ کے ہندوستانی سوانح نگار

حضرت میر سید محمد گیسودرازؒ کے ہندوستانی سوانح نگاروں کی نگارشات اور تحریروں میں یہ تذکرہ نہیں ملتا کہ آپؒ کی کوئی اولاد کوہِ سلیمان میں بھی موجود تھی یا موجود ہے۔ صرف اس قدر مختصراً اشارہ ملتا ہے کہ آپؒ سندھ گئے تھے اور سید لعل شہبازؒ اور شیخ عیسیٰ بن یوسف فاروقی سہروردیؒ سے ملاقات کرنے کے بعد بلوچستان سے ہوتے ہوئے افغانستان گئے تھے اور وہاں کچھ عرصہ قیام کیا تھا۔ اور پیر کبیرؒ کے مزار پر بھی گئے تھے۔ جو کوہِ سلیمان میں علاقہ شیرانی میں اب بھی موجود ہے۔

ہندوستانی تذکرہ نگاروں کی تحریروں میں کوہِ سلیمان کے علاقے میں آپؒ کی شادیوں اور اولاد کا ذکر نہ ہونے کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ ان سوانح نگاروں اور تذکرہ نگاروں نے آپؒ کا سوانحی مواد آپؒ کے ہندوستانی وارثوں سے حاصل کیا ہوگا اور انہوں نے ایسا یک طرفہ مواد فراہم کیا ہوگا جس سے یہ ثابت ہو کہ صرف وہی حضرت گیسودرازؒ کی صحیح اولاد، جانشین اور وارث ہیں اور آپؒ کے دوسرے پہاڑوں میں دور بسنے والے وارثوں اور اولاد کو دیدہ دانستہ نظر انداز کر دیا ہوگا اور ان کا تذکرہ ضروری نہیں سمجھا ہوگا۔ اگرچہ پہاڑوں میں رہنے والی آپؒ کی اولاد ان باتوں سے بالکل بے نیاز اور بے پرواہ تھی اور انہوں نے اپنے آپ کو پٹھان اور افغان قرار دے کر اس جھگڑے میں سرے سے پڑنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی تھی۔ تاہم آپؒ کے ہندوستانی اور دکنی وارثوں کو یہ خدشہ ضرور ہوگا کہ آپؒ کی پہاڑی اولاد ہندوستان آ کر کہیں وراثت کی دعویدار اور جاگیر اور جائیداد کی حصہ دار نہ بن جائے۔

حضرت گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کا ضیاع

یہ عین ممکن ہے کہ آپؒ کے ہندوستانی وارثوں نے وہ تمام مواد، دستاویزات، تحریریں

Marfat.com

اور معلومات جان بوجھ کر ضائع کر دیں ہوں جن سے آپؒ کی پہاڑی اولاد اور وارثوں کا ثبوت فراہم ہوتا ہو۔ مال و دولت، جاگیر و جائیداد اور وراثت کی معاملے میں اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے۔ اس سلسلے میں بہت سی دھاندلیاں اور بڑی ہیرا پھیری ہوتی ہے اور خون خرابے اور قتل مقاتلے تک نوبت پہنچتی ہے۔

آپؒ کے ہندوستانی تذکرہ نویسوں نے یہ بات بھی لکھی ہے کہ آپؒ کی تصانیف اور ملفوظات آپؒ کے ساتھ گل برگہ نہیں لائی گئیں بلکہ دہلی ہی میں رہ گئی تھیں اور تیمور کے حملے اور بعد کی طوائف الملوکی کی زد میں آ کر مفقود ہو گئیں یا ایسے گمنام گھرانوں اور اشخاص کے پاس پہنچ گئیں جو ان کو محفوظ نہ رکھ سکے۔ حالانکہ معتبر روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپؒ نے ایک سو پانچ کتابیں لکھی تھیں۔ مگر صرف تیئیس چوبیس کتابیں دستیاب ہیں۔ باقی سب ضائع ہو گئیں۔ ممکن ہے ایسا مواد اور ایسی کتابیں دانستہ ضائع کر دی گئی ہوں۔ جن سے آپؒ کی اس اولاد کا ثبوت ملتا ہو جو کوہِ سلیمان میں آباد تھی۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپؒ کی تمام تصانیف اور ملفوظات آپؒ کے خانوادہ کی تحویل میں تھیں۔ وصال مبارک کے کافی عرصہ بعد آپؒ کے ورثا کے بعض تنازعات میں آپؒ کی کتابوں کا ایک بڑا حصہ ایک محترم صاحبزادہ کے قبضے میں آیا۔ دوسرے سامان کے ساتھ یہ کتابیں بھی گل برگہ سے بیدر منتقل ہو رہی تھیں کہ اثنائے راہ میں آتشزدگی کی وجہ سے جل گئیں یا گم ہو گئیں۔ اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ وراثت سے متعلق شدید تنازعات اس وقت سے شروع ہو چکے تھے اور ملفوظات سے متعلق کوئی غیر معمولی حادثہ اور اہم سانحہ رونما ہوا تھا۔ ملفوظات، سوانحی مواد اور دوسری کتابیں ایک صاحبزادے نے کسی طرح قبضہ میں کر لیں اور پھر دوسروں اور خصوصاً پہاڑوں میں بسنے والی اولاد کو ہر طرح کی وراثت سے محروم کرنے کی خاطر وہ تمام مواد خود دانستہ نذرِ آتش کر کے خاکستر کر دیا گیا یا گم کر دیا گیا اور آتش زدگی کا محض بہانہ تراشا گیا۔ اس طرح انہوں نے ذاتی مفادات کی خاطر آپؒ کی تصانیف کا ایک بہت قیمتی ذخیرہ بھی ضائع کر دیا جس کی تلافی اب قیامت تک ممکن نہیں اور یہ بہت بڑی بد دیانتی اور عظیم ظلم تھا جو انہوں نے روا رکھا۔ گنڈاپور قوم تو ویسے بھی سادات کا لقب چھوڑ کر اس وراثت اور جاگیر و جائیداد سے دست بردار ہو گئی تھی۔

حضرت گیسودرازؒ کے ہندوستانی وارثوں نے خواہ مخواہ آپؒ کی تصانیف اور ملفوظات کا اس قدر بیش بہا ذخیرہ ضائع اور گم کر دیا۔

............OOOOOOO............

شجرۂ نسب حضرت فقیر نور محمد صاحب قادری سروری رحمۃ اللہ علیہ

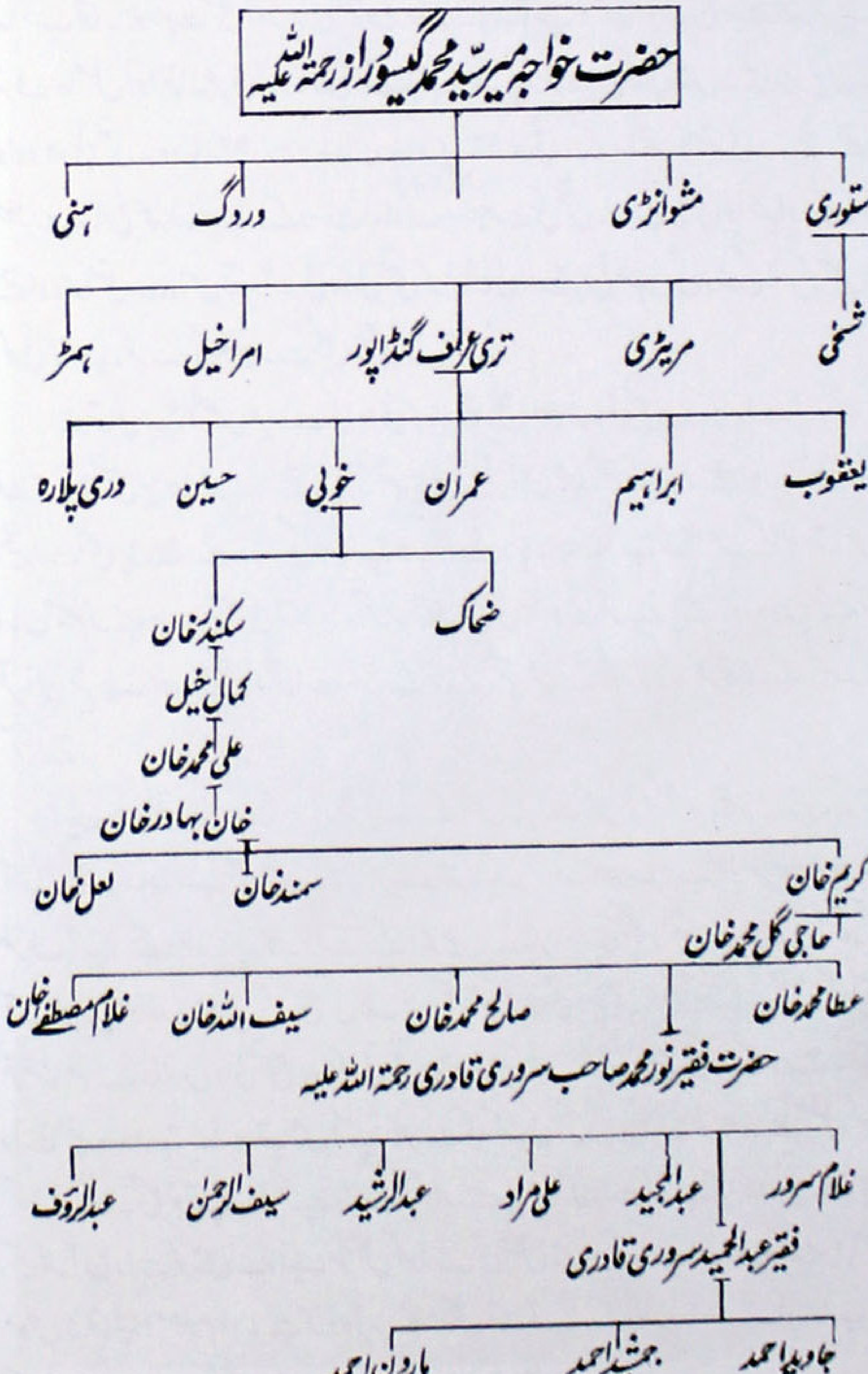

Marfat.com

آپؒ کے والد بزرگوار

حضرت فقیر نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار کا اسمِ گرامی الحاج گل محمد صاحب تھا۔ جو بہت متقی اور پرہیز گار بزرگ تھے۔ آپ کو تین مرتبہ حج بیت اللہ شریف کا شرف حاصل ہوا تھا۔ عربی اور فارسی کے عالم تھے۔ چار شادیاں کیں تھیں۔ تین بیویوں سے اولاد ہوئی تھی۔ دربار حضرت سلطان باہوؒ پر باقاعدگی کے ساتھ حاضری دیتے تھے اور حضرت صالح محمد صاحبؒ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ بہت بڑی جائیداد کے مالک تھے اور اراضی سے اس قدر آمدنی ہوتی تھی کہ خوشحالی اور فارغ البالی کی زندگی بسر کر سکیں اور کوئی کاروبار کرنے کی ضرورت کبھی پیش نہیں آئی۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں عبادت کی بڑی زیادہ توفیق عطا فرمائی تھی۔ وہ ہر رات نمازِ تہجد اور نمازِ صلوٰۃ تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ ہر آٹھویں روز قرآن مجید ختم کرتے تھے اور ہر روز دلائل الخیرات بھی پڑھتے تھے۔ زندگی بھر آپؒ کا یہ معمول رہا۔ جب آپؒ مکہ معظمہ گئے تو جتنا عرصہ وہاں مقیم رہے ہر روز صبح کی نماز پڑھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرنے بیٹھتے اور دوپہر تک تمام قرآن شریف اور دلائل الخیرات کھڑے ہو کر ختم کرتے اور ذرہ بھر تھکاوٹ محسوس نہ کرتے۔

ایک دفعہ فقیر صاحبؒ دربار شریف کے جس حجرے میں فروکش تھے اسی حجرے میں آپؒ کے والد صاحب بھی ٹھہر گئے۔ حجرے میں ایک طرف فقیر صاحبؒ کا بستر تھا اور دوسری طرف آپؒ کے والدِ ماجد کا۔ رات گئے اندھیرے میں جب کبھی فقیر صاحبؒ کی آنکھ کھلتی آپؒ کو اپنے والد صاحب کی تسبیح کی ٹک ٹک کی آواز سنائی دیتی۔ ان کے پاس عقیق کی ایک خوشنما موٹے دانوں والی تسبیح ہوا کرتی تھی جسے تمام رات بیٹھے لیٹے پھیرتے رہتے۔ ایک رات فقیر صاحبؒ نے واقعہ میں اپنے حجرے کی کھڑکی کے باہر ایک خوبصورت مشکی گھوڑا کھڑا دیکھا۔ صبح کو آپؒ نے اپنے والد بزرگوار سے پوچھا کہ رات کو آپؒ کیا کلام پڑھتے ہیں کیونکہ آج رات کو میں نے ایک مؤکل گھوڑے کی شکل میں دیکھا ہے اور وہ چونکہ میرا باطنی موکل نہ تھا لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ کا موکل تھا۔ آپؒ کے والد صاحب نے جواب دیا کہ میں ہر روز رات کو پچھتر ہزار مرتبہ آیت کریمہ پڑھتا ہوں۔

Marfat.com

مزارِ پُرانوار الحاج گل محمد صاحبؒ

Marfat.com

حضرت مدح خانؒ کی بشارت

حضرت فقیر نور محمد صاحبؒ کے متعلق آپ کے والد بزرگوار کو ابتدا ہی سے کامل یقین تھا کہ آپ صاحب کمال نکلیں گے اور اپنے خاندان کا نام روشن کریں گے۔ چنانچہ اس سلسلے میں حاجی گل محمد صاحب کو پہلے سے بشارت اور آگاہی بھی حاصل ہو چکی تھی۔ جب فقیر صاحبؒ ابھی معصوم ہی تھے آپؒ کے والد صاحب آپ کو کلاچی کے ایک خدا رسیدہ بزرگ حضرت مدح خانؒ کے پاس اکثر دم کے لیے لے جایا کرتے تھے جو اُس وقت بقیدِ حیات تھے اور جن کا مزار آج کل زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ حضرت مدح خانؒ کو آپؒ کے والد بزرگوار سے خاص انس تھا اور وہ اکثر ان کی صحبت میں بیٹھا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت مدح خانؒ نے آپؒ کے والد صاحب سے فرمایا کہ رات کو ایک عجیب و غریب روحانی واقعہ اور باطنی معاملہ دیکھا۔ اُس کی رو سے آپ کا یہ معصوم فرزند نور محمد ضرور ولی اللہ بنے گا۔ چنانچہ حضرت مدح خانؒ نے بیان فرمایا کہ ''رات کو میں نے واقعے میں دیکھا کہ میں دیگر اولیاء اللہ کے ہمراہ ایک بحری جہاز کے اندر سوار ہو کر جا رہا ہوں کہ اچانک اس جہاز کے وسط میں ایک پنگھوڑے کے اندر سے ایک بچے کی آواز آئی، جو کہہ رہا تھا کہ جہاز کو روک لو میرے والد صاحب آ رہے ہیں، تاکہ وہ اس میں سوار ہو جائیں۔ میں نے جا کر پنگھوڑے کے اندر دیکھا تو مجھے اس کے اندر آپ کا معصوم فرزند نور محمد لیٹا ہوا نظر آیا۔ بعدہٗ میں نے دیکھا کہ آپ دور سے پانی کو عبور کرتے ہوئے جہاز کی طرف آ رہے ہیں اور جب آپ جہاز کے اندر آ گئے اور ہمارے ساتھ سوار ہو گئے تو وہ جہاز جو روک لیا گیا تھا، دوبارہ روانہ ہو گیا۔ مدح خانؒ نے آپؒ کے والد کو بشارت اور مبارکباد دی کہ ''حاجی صاحب! یہ فرزند خود بھی اللہ کا باکمال ولی بنے گا اور آپ کو بھی اولیاء اللہ کے زمرے میں شامل کرنے کا باعث بنے گا۔'' اس روحانی واقعے کے سننے کے بعد آپؒ کے والد گرامی بہت پر امید اور مسرور تھے اور اکثر یہ واقعہ افرادِ خانہ کو سنایا کرتے تھے۔ حضرت مدح خانؒ کا حضرت فقیر صاحب کے زمانہ طفولیت ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔

مدح خانؒ کا بعد از وفات مزاج پرسی کرنا

حضرت مدح خانؒ کو اپنی وفات کے بعد بھی فقیر صاحبؒ کا خیال رہا اور فقیر صاحبؒ کی

Marfat.com

اکثر باطنی اور روحانی اعانت وحمایت کرتے رہے۔ فقیر صاحبؒ خود اس کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ زمانہ طالب علمی میں دیگر طلبہ کے ہمراہ کھیل کے دوران آپؒ کے گھٹنے کو سخت چوٹ لگی جس کی وجہ سے کئی راتوں تک آپ کو سخت درد رہا اور کافی تکلیف رہی۔ اس تکلیف کے دوران آپؒ کے والد بزرگوار نے خواب میں حضرت مدح خانؒ کو اپنے گھر میں تشریف فرما دیکھا کہ آپؒ آئے ہیں اور دریافت فرما رہے ہیں کہ ''حاجی صاحب! آپکے فرزند نور محمد کے گھٹنے کا کیا حال ہے۔ میں عیادت اور مزاج پرسی کے لیے آیا ہوں''۔

فقیر صاحبؒ کہا کرتے تھے کہ صبح سویرے والد صاحب بہت حیران مگر شاداں حالت میں میرے پاس آئے اور کہنے لگے ''نور محمد! میں بہت تعجب کرتا ہوں کہ مدتِ مدید کے بعد میں نے آج رات حضرت مدح خانؒ کو اپنے گھر میں تمہاری مزاج پرسی کرتے ہوئے دیکھا ہے''۔ چنانچہ اس خواب سے بھی آپؒ کے متعلق آپؒ کے والد صاحب کی نیک توقعات اور امید افزا خیالات میں مزید اضافہ ہوا۔

آپؒ کا بچپن

آپؒ کا بچپن دوسروں سے مختلف تھا۔ وہ یوں کہ جب آپؒ ابھی چھ سات سال کے تھے اور دوسرے بچوں کے ساتھ گلی میں کھیلا کرتے تھے تو کبھی کبھی آپؒ پر ایک عجب کیفیت طاری ہو جایا کرتی کہ جب آپؒ آسمان کی طرف نگاہ کرتے تو آپؒ بے ہوش ہو کر گر پڑتے۔ آپؒ کو اسی بے ہوشی کی حالت میں اٹھا کر گھر لایا جاتا اور بہتیرے جتن کیے جاتے مگر اس کا آپؒ پر کچھ اثر نہ ہوتا۔ لیکن کچھ دیر بعد آپؒ خود بخود اٹھ کر اچھے بھلے ہو جاتے۔ والدین نے آپؒ کو اسی وجہ سے آسمان کی طرف دیکھنے سے منع کر رکھا تھا کہ مبادا اس سے آپؒ کو کوئی نقصان پہنچے۔ مگر آپؒ اس کی پرواہ نہ کرتے اور اکثر اس کیفیت سے دو چار ہوتے۔

یہ حالت کالج کے زمانے تک باقی رہی لیکن اس کی نوعیت بدل گئی تھی۔ اس زمانے میں حالت یہ تھی کہ جب آپؒ اپنے دونوں ابروؤں کے درمیان آنکھیں بند کر کے توجہ مرکوز کرتے تو آپؒ پر ایک قسم کی بے خودی اور بے ہوشی طاری ہو جاتی اور اس میں عجیب

Marfat.com

وغریب باطنی نظارے اور روحانی مناظر نظر آتے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ مراقبے کی ابتدائی صورت تھی۔ بعد میں جب آپؒ کو مراقبے پر مکمل عبور حاصل ہو گیا تو یہ حالت خود بخود ختم ہو گئی۔

تعلیمی دور

آپ نے ابتدائی تعلیم کلاچی میں پائی۔ مڈل کے امتحان میں آپ صوبہ بھر میں اوّل آئے تھے۔ میٹرک بھی کلاچی ہی میں کیا۔ عربی فارسی گھر پر اپنے والد صاحب سے پڑھتے رہے۔ آپ ابتدا ہی سے سکول کی پڑھائی کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دیتے تھے، مگر اس کے باوجود ہر امتحان میں اوّل آتے تھے اور ہر کلاس میں اپنی خداداد قابلیت کے لحاظ سے ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ چنانچہ پانچویں جماعت سے لے کر ایف اے تک آپؒ کو باقاعدہ وظیفہ ملتا رہا۔ میٹرک کے امتحان میں کامیابی کے بعد آپؒ کو مزید تعلیم حاصل کرنے کا شوق دامن گیر ہوا اور آپؒ اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہو گئے۔ اسلامیہ کالج کی موجودہ بلڈنگ ان ایام میں ابھی تعمیر ہو رہی تھی۔

سید مصطفیٰ الگیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا استخارہ

جن دنوں آپؒ اسلامیہ کالج لاہور میں تعلیم پا رہے تھے انہی دنوں آپ کے والد محترم دوسری مرتبہ بغداد شریف گئے تو انہوں نے محبوبِ سبحانی، حضرت غوث اعظم قدس اللہ سرہٗ العزیز کے مزارِ مقدس کے اس وقت کے کلید بردار سید المصطفیٰ الگیلانی مرحوم سے اپنے بارے میں استخارہ کرنے کی پر زور درخواست کی۔ اس سے قبل بھی آپؒ کے والد صاحب نے کئی مرتبہ ان سے اس قسم کی درخواست کی تھی۔ مگر وہ ہر بار کچھ تامل کرتے رہتے تھے لیکن اس مرتبہ کچھ زیادہ اصرار پر وہ استخارے کے لیے رضامند ہو گئے۔ چنانچہ ایک رات سیّد صاحب نے آپؒ کے والد صاحب کے لیے خصوصی استخارہ فرمایا اور صبح کو سیّد صاحب نے فرمایا کہ حاجی صاحب! رات کو استخارہ کرنے کے بعد میں نے آپ کے بارے میں جو کچھ دیکھا ہے اس میں سے مجھے اور تو کچھ یاد نہیں رہا صرف اس قدر یاد ہے کہ کسی نے "لاہور، نور" کے الفاظ کئی بار میرے گوش گزار کیے ہیں۔ اس کا مطلب میں تو نہیں سمجھتا آپ کی سمجھ

Marfat.com

میں کچھ آئے تو آئے۔ میں نے استخارہ کرنا تھا سو کر دیا اور میں نے استخارہ میں صرف یہی کچھ معلوم کیا ہے۔ آپ کے والد صاحب یہ الفاظ سن کر فوراً سمجھ گئے کہ ''لاہور اور نور'' کا اشارہ نور محمد کی طرف ہے جو اس وقت لاہور میں زیرِ تعلیم ہے۔

کالج اور روحانی انقلاب

آپؒ کو سکول سے کالج تک پہنچنے اور پھر کالج چھوڑ کر تارک الدنیا ہونے اور درویشی اختیار کرنے تک جن ذہنی و روحانی کیفیات اور مساعد و نامساعد حالات اور باطنی کش مکش سے گزرنا پڑا وہ انتہائی دلچسپ، روح پرور اور ہدایت آموز ہیں۔ بچپن ہی سے جب آپؒ نے کچھ ہوش سنبھالا تو ایک عجیب قلبی اور ذہنی کیفیت سے دوچار ہوئے۔ وقتاً فوقتاً آپؒ کو اپنے اندر ایک غیر مخلوق نوری بجلی کی لہر محسوس اور معلوم ہوتی جو آپؒ کے دل و دماغ میں روحانی انقلاب برپا کر دیتی تھی۔ دنیا کی تمام اشیا ایک لازوال جمال کے جلوؤں میں ڈوبی ہوئی نظر آتیں۔ ہر چیز میں حسنِ ازل تا حدکمال عریاں اور نمایاں طور پر نظر آتا اور آپؒ اس کے روح پرور اور دل رُبا نظاروں میں ہمہ تن محو و منہمک ہو کر بے خود سے ہو جاتے اور دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہ رہتی۔ آپؒ کو اس حالت میں اکثر انتہائی لطف و سرور حاصل ہوتا۔ یہ کیفیت دیر تک رہتی اور اکثر یہ حالت نماز میں پیش آتی۔ آپؒ اس جاں نواز کیفیت کو مسلسل جاری اور طاری رکھنے کی خاطر بار بار نوافل پڑھتے۔ کچھ عرصہ یہ عالم رہا لیکن بعد میں یہ شدت اختیار کرتا گیا۔

رقت اور گریہ کی کیفیت

اس کیفیت کے ساتھ ساتھ ایک گونہ رقّت اور گریہ کی کیفیت بھی طاری ہو جاتی اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے۔ سرحدِ ادراک سے پرے بسنے والے محبوبِ حقیقی کی یاد روح کو بے قرار کر دیتی تھی۔ نادیدہ حسنِ ازلی کی کشش تڑپاتی تھی۔ ان دیکھے جمالِ مطلق اور ساقیٔ روزِ الَست کی محبت رُلاتی تھی۔ مادی اور دنیاوی فراق اور زمینی و ارضی جدائی کے غم سے دل گھبراتا اور اداس و مغموم ہو جاتا تھا۔ اسی کشش، محبت، عشق، جذب اور ہجر و فراق کے شدید روحانی احساس سے آپؒ کے آنسو بے اختیار جاری ہو جاتے اور لاکھ ضبط کرنے پر بھی آنسو نہیں تھمتے تھے۔

Marfat.com

کبھی کبھی جب تنہائی میں رات کے وقت دیر تک سکول کا کام اور مطالعہ میں مصروف ہوتے تو یہ کیفیت خود بخود طاری ہو جاتی اور سکول کا کام چھوٹ جاتا۔ پھر یہ کیفیت بڑھتے بڑھتے اس حد تک جا پہنچی کہ کلاس میں بیٹھے بیٹھے آنسوؤں کا سلسلہ شروع ہو جاتا اور آپ اسے چھپانے کے لیے کتاب سامنے پکڑ لیتے تاکہ کوئی اس راز سے آگاہ نہ ہو جائے۔

پڑھائی چھوڑنے کا باطنی اشارہ

جب آپؒ نے ڈیرہ اسماعیل خان میں میٹرک کا امتحان دیا تو یہ کیفیت مزید شدت اختیار کر گئی جس کی وجہ سے آپ کو فکر اور اندیشہ لاحق ہوا کہ خدا جانے مجھے کیا ہونے والا ہے۔ ایک طرف اس روحانی کشش اور باطنی جذبے کی یہ حالت تھی۔ دوسری جانب مزید تعلیم حاصل کرنے کا شوق اور کالج جانے کا خیال دامن گیر تھا۔ ایک عجیب الجھن اور پیچیدگی تھی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ کالج جائیں یا نہ جائیں۔ اسی تردد اور پریشانی میں ایک صبح ڈیرہ اسماعیل خان میں فقیر محمد اسلم صاحبؒ کی خانقاہ پر گئے۔ دو رکعت نفل ادا کیے اور استخارہ کر کے تھوڑی دیر کے لیے وہاں پڑی ہوئی ایک چارپائی پر لیٹ گئے۔ ابھی آنکھیں بند کی ہی تھیں کہ نیند آ گئی۔ عالمِ رویا میں آپؒ نے دیکھا کہ آپؒ سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ کے مزار کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ اتنے میں آپؒ کے والد بزرگوار مزارِ مقدس سے برآمد ہوئے اور انتہائی شفقت سے فرمایا: ''بیٹا نور محمد! حضرت سلطان باہوؒ فرما رہے ہیں کالج نہ جاؤ، انگریزی تعلیم تمہیں راس نہیں آئے گی۔'' اور اسی کے ساتھ آپؒ کی آنکھ کھل گئی۔ الجھن اور بڑھ گئی اور پریشانی میں مزید اضافہ ہوا۔ اس باطنی ہدایت پر عمل کرنے کی طاقت اور ہمت نہیں تھی۔ آپؒ کے دل میں مزید تعلیم حاصل کرنے کا بے پناہ جذبہ موجزن تھا۔ جوانی کی رنگین امنگیں اور شباب کے دلآویز ولولے تھے۔ آپؒ ان کے سامنے سپر انداز ہونے پر مجبور ہو گئے اور بے بس اور لاچار ہو کر رہ گئے۔ دل و دماغ پر جبر کا ہمالہ رکھ کر باطنی اشارے کو فراموش کرنے کی ٹھان لی۔ والدین، خویش و اقارب اور خاندان کے تقریباً تمام افراد کی آپؒ سے دنیوی عروج اور ترقی کی بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ کیونکہ آپؒ کے پورے خاندان میں آپؒ کے سوا کوئی اور اتنا ذہین اور اتنا پڑھا لکھا نہیں تھا۔ تمام بھائیوں نے پرائمری کے بعد تعلیم چھوڑ دی تھی سب کی امیدوں کا واحد مرکز صرف آپ ہی

Marfat.com

تھے۔ان تمام باتوں نے آپؒ کو کالج جانے پر مجبور کر دیا اور آپؒ ''ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم'' کہتے ہوئے اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہو گئے۔

کالج اور عالمِ گریہ

کالج میں مسلسل دو سال تک ان دو متضاد اور مخالف ظاہری اور باطنی جذبات اور کیفیات میں خوب تصادم اور مقابلہ و محاربہ رہا۔ سابقہ رقت اور گریہ کی کیفیت یہاں بھی بدستور برقرار رہی بلکہ مزید شدت اختیار کر گئی۔ کلاس میں پروفیسر کی موجودگی اور طلبہ کے ہجوم اور ہنگامے میں بھی آپؒ اپنی طبیعت پر قابو نہ پا سکتے۔ آنسو چھپانے کے لیے کتاب آپؒ کا آخری سہارا تھا جو حجاب اور پردے کا کام دے جاتی۔ رات کو جب ہاسٹل کے کمرے میں تنہائی ہوتی تو ساری ساری رات روتے اور آنسو بہاتے گزر جاتی۔ دن کو بھی جب فرصت ملتی تو یہی عالم ہوتا۔ رات کو روتے روتے آنسوؤں سے سرہانہ اس قدر بھیگ جاتا کہ اسے خشک کرنے کے لیے روزانہ دھوپ میں رکھنا پڑتا۔ جو سخت گرمی کے دنوں میں دوپہر سے شام تک بمشکل خشک ہوتا اور یہ روز کا معمول تھا۔ کثرتِ گریہ سے آنکھوں کی عجیب حالت ہو گئی تھی۔ یہ حالت دیکھ کر آپؒ کا ایک کلاس فیلو اور قریبی دوست مسمی احمد خان جو آپؒ سے بہت بے تکلف تھا اور آپؒ کا بے حد غمگسار اور ہمدرد تھا، اکثر پوچھا کرتا کہ آپؒ کی آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے۔ آپؒ اس کے جواب میں کہتے کہ میری آنکھیں آئی ہوئی ہیں اور یہ بیمار ہیں مگر اسے یقین نہ آتا اور کہتا نہیں بیمار اور آئی ہوئی آنکھیں ایسی نہیں ہوتیں اور خدا جانے احمد خان کے دل میں کیا خیال آیا ہوگا اور اسے کچھ شک گزرا ہوگا۔ چنانچہ وہ اس کھوج میں لگ گیا۔ دوپہر کو اور رات کے وقت جب آپؒ اپنے کمرے میں جا کر لیٹ جاتے تو احمد خان تحقیقِ حال کی خاطر اور جستجو کے لیے دروازوں کے شیشوں میں سے چھپ چھپ کر جھانکتا۔ معلوم نہیں کتنے دن اس نے یوں جھانکا ہوگا اور وہ اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوگا مگر بہت جلد آپؒ کو احساس اور علم ہو گیا کہ کوئی باہر سے شیشوں کی راہ جھانکتا ہے۔ آپؒ نے تمام شیشوں پر اندر سے نئے اور موٹے حنائی رنگ کے کاغذ چسپاں کر دیئے تاکہ باہر سے کچھ نظر نہ آئے۔ اور کسی کو آپؒ کا راز معلوم نہ ہو۔

(راقم الحروف کو اس واقعہ کے پورے پینتیس سال بعد 1935ء میں بھی یہ کاغذ دیکھنے

Marfat.com

کا موقعہ ملا تھا۔ اس کا اتفاق یوں ہوا کہ 1935ء میں جب آپ مجھے فنِ کتابت سکھانے کے لیے لاہور لے گئے تھے تو ایک دن ہم اسلامیہ کالج لاہور کے قریب سے گزرے تو آپؒ کو کالج کا پُر ذوق اور روح پرور زمانہ یاد آ گیا۔ باتوں باتوں میں آپؒ نے شیشوں پر کاغذ چسپاں کرنے کا وہ دیرینہ اور عجیب قصہ بھی سنایا۔ میں نے آپؒ سے ہاسٹل چلنے اور اپنا پرانا اور محبوب کمرہ دکھانے کی درخواست کی۔ چنانچہ آپؒ مجھے کالج ہاسٹل لے گئے۔ خدا کی شان دیکھیے کہ آپکے دستِ مبارک کے ہاتھوں چسپاں کیے ہوئے حنائی کاغذ اس وقت بھی بدستور موجود تھے، گو وہ میلے اور بوسیدہ ہو چکے تھے۔ کاغذ دیکھ کر مجھ پر رقت طاری ہو گئی اور جب میں نے آپؒ کی آنکھوں کی طرف دیکھا تو مجھے ان میں بھی آنسو تیرتے ہوئے نظر آئے اور آنکھوں کے ڈوروں میں سرخی اور گلابی رنگ جھلک رہا تھا۔ اس کے بعد جب میں 1943ء میں طبیہ کالج میں داخل ہوا تو پھر وہ کاغذ دیکھنے گیا تھا مگر اس وقت وہ کاغذ موجود نہ تھے۔ کسی نے ہٹا دیئے تھے)۔

کالج چھوڑنے کا سانحہ

آپ جس قدر اپنا راز اور اپنی کیفیت چھپانے کی کوشش کرتے اتنا ہی یہ راز اور یہ معاملہ طشت از بام ہوتا جاتا تھا۔ اور جس قدر ضبط کرنے کی سعی کرتے اتنا ہی یہ جذبہ مزید شدت سے ابھرتا تھا۔ پھر بھی آپؒ نے تعلیم کا سلسلہ بہت سی مصلحتوں کے پیشِ نظر جاری رکھا۔ کچھ عرصہ بعد آپ وہاں سخت بیمار پڑ گئے اور کافی دنوں تک صاحب فراش رہے اور اس قدر کمزور ہو گئے کہ اٹھنے بیٹھنے کی بھی سکت باقی نہیں رہی۔ ادھر روحانی کشش بدستور لاحق تھی۔ ڈیرہ اسماعیل خان والا خواب نگاہوں میں گھوم رہا تھا۔ چنانچہ آپؒ نے فیصلہ کر لیا کہ اگر میں صحت یاب ہو گیا تو کالج کو خیر باد کہہ دوں گا اور عجیب بات یہ ہوئی کہ رات کو آپؒ نے دل میں یہ فیصلہ کیا اور صبح کو آپؒ نے خود کو بالکل تندرست محسوس کیا چنانچہ آپؒ اپنے فیصلے کے مطابق لاہور ریلوے سٹیشن کی طرف روانہ ہوئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی باطنی قوت اور غیبی ہاتھ آپؒ کو کشاں کشاں لیے جا رہا ہو۔ جب آپؒ اسٹیشن پر پہنچے تو کسی قسم کی کمزوری اور تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی تھی۔ آپؒ حیران تھے کہ اتنی جلدی میں کیونکر صحت یاب ہو گیا ہوں۔ وطن پہنچ کر کچھ روز قیام کیا۔ سلسلۂ تعلیم منقطع کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔

Marfat.com

سوچتے تھے کہ کچھ مزید پڑھ لیں تو کسی مقام پر پہنچ جائیں گے اور زندگی سنور جائے گی۔ ان خیالات کے زیرِ اثر آپؒ کالج چلے آئے اور تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مذکورہ رقت اور گریہ کی کیفیات اور باطنی و روحانی واردات اب بھی پوری شدت سے جاری تھی۔ آپؒ نے انتہائی کوشش کی اور اپنی پوری توانائی اور قوتِ ارادی صرف کی کہ کسی طرح طبیعت پر قابو حاصل ہو جائے لیکن ناکام رہے۔ ان کیفیات اور جذبات کا مقابلہ کرنے کی مزید ہمت اور طاقت آپ میں نہ رہی۔ اب مجبوراً کالج بادلِ ناخواستہ چھوڑنا پڑ گیا۔ اسی بیتابی اور بے قراری کے عالم میں آپؒ لاہور سے شورکوٹ کے راستے سیدھے حضرت سلطان العارفینؒ کے مزارِ مقدس پر پہنچ گئے۔ کالج کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ دیا۔ آپؒ کا سامان اور کتابیں وغیرہ کالج ہی میں رہ گئیں۔

جب آپؒ کالج چھوڑ کر دربار سلطان باہوؒ آئے تو وہاں سات دن تک متواتر جذبِ الٰہی سے بیہوش پڑے رہے۔ اس دوران چمچوں کے ذریعے پانی اور دودھ آپؒ کو پلایا جاتا رہا۔ جب آپؒ کے والد صاحبؒ کو کلاچی میں اس کا علم ہوا تو وہ فوراً دربار شریف پہنچے اور آپؒ کو اپنے ساتھ کلاچی لے آئے اور بہت سمجھایا کہ یہ حالت چھوڑ دو۔ مگر آپؒ فرماتے یہ میرے بس کی بات نہیں۔ میں بے اختیار ہوں۔ کوئی غیبی قوت مجھے اسکے لیے مجبور کر رہی ہے۔

درویشی کی زندگی

دربار شریف پر دورانِ قیام پہلے پہل آپؒ کی طبیعت کسی سے نہ لگتی تھی۔ دل میں ایک عجیب اجنبیت اور وحشت سی سمائی ہوئی تھی جب یہ حالت آپؒ کے رشتہ داروں کو معلوم ہوئی تو وہ حیران رہ گئے۔ انہیں وہم و گمان تک بھی نہ تھا کہ اتنا ہونہار اور قابل نوجوان یوں تبدیل ہو کر رہ جائے گا۔ سب کو آپؒ کے مستقبل اور آپؒ کی فقیرانہ حالت پر رحم آتا تھا اور تمام افسوس کرتے تھے۔ کئی ہمدرد اور بہی خواہ آپؒ کو سمجھانے بھی آئے مگر آپؒ نے کسی کا مشورہ قبول نہ کیا۔ جب آپؒ نے کالج، گھر بار اور تمام دنیاوی تعلقات چھوڑ کر درویشی اختیار کر لی تو آپؒ کو طرح طرح کے امتحانات اور آزمائشوں سے گزرنا پڑا۔ مگر آپؒ ثابت قدم رہے اور آپؒ کے عزائم اور ارادوں میں ذرّہ برابر فرق نہیں آیا۔ درویشوں کے ہمراہ صرف

Marfat.com

آدھے پیٹ خشک روٹی کھانے ،فرشِ خاک پر سونے اور ایک گودڑی اور تہہ باندھنے کے سوا اور کچھ میسر نہ تھا۔مگر اس کے باوجود دل مطمئن، آنکھیں پرنور اور روح مسرور تھی۔خویش و اقارب اور گھر والے سب حیران تھے کہ اس تعلیم یافتہ اور روشن خیال نوجوان کو کیا ہو گیا ہے۔فقیرانہ لباس میں دیکھ کر بہت سے لوگ آپؒ پر دیوانگی اور جنون کا شبہ کرنے لگے۔ آپؒ کے خاندان میں کالج چھوڑنے اور درویشی اختیار کرنے کی یہ پہلی روایت تھی۔جن لوگوں نے آپؒ کو زمانہ طالب علمی میں کالج کے اپ ٹو ڈیٹ اور فیشن ایبل لباس میں دیکھا تھا ان کی نگاہیں آپؒ کو اس نئی اور انوکھی حالت اور ہیئت میں دیکھ کر حیران اور ششدر رہ گئیں۔لیکن آپؒ کو اس کی مطلق پرواہ نہ تھی کہ کوئی کیا کہتا ہے یا کوئی کیا سوچتا ہے۔

کبھی گھر آتے تو چارپائی پر نہیں سوتے تھے بلکہ فرشِ خاک ہی آپؒ کا بچھونا ہوتا۔ایک دفعہ آپؒ گھر میں اپنے کمرے میں اندر سے کنڈی چڑھا کر یادِ الٰہی میں مستغرق ہو گئے۔ جب دو تین روز یوں گذر گئے اور آپؒ بغیر کچھ کھائے پیے اندر کمرے میں رہے تو گھر والوں کو فکر لاحق ہوئی۔انھوں نے باہر نکلنے کے لیے بڑی منت سماجت کی مگر آپؒ بدستور اندر بیٹھے رہے۔پھر سات آٹھ روز کے بعد خود باہر نکل آئے اور سیدھے دربار سلطان باہوؒ روانہ ہو گئے۔

کلاچی میں آپؒ کا سارا سارا دن قرآن شریف کی تلاوت کرتے گذر جاتا۔ گرمیوں کے دنوں میں صبح کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد تلاوت کرنے بیٹھتے تو کھانے پینے کی فکر سے بے نیاز ہو کر مسلسل تلاوت کرتے رہتے اور آپؒ کو اس بات کا بھی ہوش نہ رہتا کہ دھوپ آگئی ہے۔آپؒ کی والدہ ماجدہ (فاطمہؒ) آپؒ پر چارپائی کے ذریعے کپڑا تان کر سایہ کر دیتیں۔

حضرت سلطان باہوؒ کی کتابوں کا خزانہ

دربار پر قیام کے دوران حضرت سلطان باہوؒ کی ایک فارسی قلمی کتاب آپؒ کی نظروں سے گزری۔اس کا غور سے مطالعہ کیا تو آپؒ نے محسوس کیا گویا فقر اور معرفت کا ایک بیش بہا خزانہ آپؒ کے ہاتھ آ گیا ہے۔اس کے مطالعہ سے اس قدر لطف آیا کہ برسوں ان کی کتابوں کے مطالعے میں گزار دیئے۔اس کے بعد سلطان باہوؒ کی اور بہت سی فارسی قلمی

Marfat.com

کتابیں ہاتھ آئیں اور آپؒ ان سے اپنی روحانی پیاس بجھاتے رہے۔آپؒ نے مسلسل تگ ودواور پیہم تلاش وجستجو کے بعد تیس چالیس کے قریب مختلف قلمی کتابیں جمع کیں۔ایک نسخے کو کئی بار نقل کیا اور سینکڑوں مرتبہ مطالعہ کیا۔لیکن طبیعت سیر نہیں ہوتی تھی۔ مسلسل بیس تیس سال تک یہ کتابیں قلم سے لکھتے لکھتے آپ کا خط اتنا عمدہ اور اچھا ہوگیا کہ آپ پورے خوشنویس بن گئے۔ان کتابوں کو آپ نے اپنا پیرِ صحبت بنایا اور انہی سے سب کچھ حاصل کیا۔

ان کتابوں کی کتابت کے دوران بعد میں یہ حالت ہوگئی تھی کہ دن کے وقت آپؒ کو سلوک کے جس مقام، حال، منزل، درجے، مرتبے اور باطنی وروحانی معاملے اور واقعے کو لکھنے اور تحریر کرنے کا اتفاق ہوتا رات کو سلطان العارفینؒ کی باطنی نظر اور نوری نگاہ سے وہ منزل اور مقام طے ہو جاتا اور ہر تحریر شدہ باطنی معاملہ اور واقعہ آپ پر وارد اور منکشف ہو جاتا۔اس طرح آپ نے انہی ایام میں ہی وہ تمام درجات اور مراتب حاصل کر لیے جو سلطان باھوؒ کی کتابوں میں درج ہیں۔اس طرح آپ سلطان باھوؒ کے بے مثل، بے بدل اور لازوال فقر کے کامل مظہر، مکمل نمونہ اور کماحقہٗ آئینہ دار بن گئے۔ ہمیشہ یہ کتابیں وضو کے ساتھ لکھتے رہے اور کبھی کسی کتاب کو بے وضو ہاتھ نہیں لگایا۔آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے حضرت سلطان باھوؒ نے یہ کتابیں صرف میری ہی خاطر قلم بند فرما کر چھوڑی ہوں۔ کیونکہ مجھ سے پہلے ان کتابوں کو میری طرح نہ کوئی سمجھ سکا ہے اور نہ ہی ان سے کوئی اس قدر استفادہ کر سکا ہے جس قدر میں نے کیا ہے اور یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ سلطان باھوؒ کی کتابوں کی حقیقت اور اہمیت سے دنیا کو متعارف کروانے اور ان کے لازوال اور انوکھے فقر سے طالبانِ راہِ حق اور جادۂ سلوک کو روشناس اور آگاہ کرنے کا شرف اور سعادت صرف آپؒ ہی کے حصے میں آئی۔

بغداد شریف کا سفر

آپؒ کے والدِ بزرگوار نے جب تیسری مرتبہ بغداد شریف جانے کی تیاری کی تو پہلے سلام کے لیے دربار حضرت سلطان باھوؒ حاضری دی۔ حضرت فقیر صاحبؒ دربار پر مقیم تھے آپؒ کے والد صاحب نے آپؒ سے کہا کہ نور محمد تم بھی ہمارے ساتھ بغداد شریف چلو۔

Marfat.com

آپؒ کو اور کیا چاہیے تھا فوراً ساتھ ہو گئے۔ یہ 1912ء کا واقعہ ہے۔ اس سفر کے لیے آپؒ نے اپنے روحانی مربی و مرشد حضرت سلطان باہوؒ سے روحانی طور پر اجازت طلب کی اور بعد از اجازت اپنے والدِ محترم کے ساتھ پہلے ملتان گئے۔ وہاں اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کی۔ پھر دہلی گئے اور دہلی کے تمام اولیائے کرام کے مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس کے بعد بمبئی گئے اور بمبئی سے بحری جہاز کے ذریعے بغداد شریف روانہ ہوئے۔ چونکہ ان دنوں آپؒ نئے نئے کالج سے آئے تھے اس لیے بڑی روانی کے ساتھ انگریزی بول لیتے تھے۔ اس سفر میں آپؒ کے والد کی تیسری بیوی اور دو چھوٹے بھائی سیف اللہ خان اور غلام مصطفیٰ خان بھی ہمراہ تھے۔ آپؒ کے یہ دونوں بھائی اس وقت سات آٹھ سال کی عمر میں تھے۔ مگر فقیر صاحب پورے عالم شباب میں تھے۔ کندن کی طرح چمکتا ہوا سرخ وسفید چہرہ اور قابلِ رشک صحت تھی۔ آپ مکمل طور پر درویشوں کے لباس میں تھے۔ جب بصرہ پہنچے تو زائرین کا ایک پورا قافلہ ان کے ساتھ تھا۔ کوئی سَتّر اَسّی کے قریب ہندوستانی زائرین تھے۔ ان دنوں طرابلس کی لڑائی شروع تھی۔ عراق انگریزوں کے قبضے میں تھا اور بڑی سخت چیکنگ ہو رہی تھی۔ آپ کے قافلے کو بھی چیکنگ کے لیے ٹھہرالیا گیا۔ کاغذات اور دستاویزات دیکھی گئیں تو ان میں کچھ اندراجات کی کمی رہ گئی تھی۔ پولیس والے آگے نہیں چھوڑتے تھے اور کہہ رہے تھے کہ پچاس پچاس روپیہ فی کس جرمانہ ادا کرنے پر آگے جانے دیا جائے گا۔ اس طرح جرمانے کی رقم چار پانچ ہزار روپے بنتی تھی جو اس دور کے لحاظ سے بہت زیادہ اور ناقابلِ برداشت تھی۔ پورا قافلہ مصیبت میں گرفتار تھا۔ عراقی پولیس کوئی درخواست اور گزارش ماننے کو تیار نہیں تھی۔ آخر بڑی لے دے کے بعد قافلے والوں سے کہا گیا کہ تمہیں انٹیلی جینس کے بڑے انگریز افسر کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ وہ جو سزا اور جرمانہ مقرر کریں گے تمہیں لازمی طور پر بھگتنا اور ادا کرنا ہوگا۔ اگر تم میں سے کوئی انگریزی جاننے والا ہو تو وہ قافلے کی طرف سے ان کے ساتھ بات چیت کر لے۔ چنانچہ پورے قافلے میں صرف فقیر صاحبؒ ہی انگریزی جانتے تھے۔ لہٰذا آپؒ قافلے کے نمائندے اور ترجمان کے طور پر انگریز افسروں کے پاس چلے گئے۔ عراقی پولیس والوں نے آپؒ کو انگریز افسر کے سامنے پیش کر دیا۔ انگریز افسروں نے آپؒ کو ہندوستانی دیکھ کر بڑے

Marfat.com

غصے اور رعب کے ساتھ ٹوٹی پھوٹی اور بے سروپا اردو میں ایک دو غلط فقرے کہے تو آپؒ نے ان سے کہا انگریزی میں بات کریں اور آپؒ نے بڑی صاف اور شستہ انگریزی میں ان کا جواب دیا آپ کی زبان سے اس قدر صاف اور صحیح انگریزی سن کر انگریز افسر حیران رہ گئے اور آپکی طرف بڑے انہماک سے متوجہ ہوئے۔ انہیں حیرت تھی کہ یہ کمبل پوش مسلمان ہندوستانی درویش ایسی رواں انگریزی کیونکر بول رہا ہے۔ کچھ دیر تک دونوں کے منہ حیرت سے کھلے رہ گئے۔ پھر انہوں نے بڑی نرمی اور ہمدردانہ لہجے میں بات چیت شروع کر دی۔ آپؒ نے انہیں بتایا کہ پولیس والے ہمیں خواہ مخواہ تنگ کر رہے ہیں۔ اسی دوران آپؒ نے دیکھا کہ ان انگریز افسروں ۔ نے ایک دوسرے سے زیرِ لب کہا کہ یہ تو ہمارا دوست معلوم ہوتا ہے (He seems to be our friend)۔ فقیر صاحبؒ نے ان کے وہ الفاظ سن لیے۔ انہیں شبہ ہو گیا تھا کہ مسلمان درویش کے لباس میں کوئی انگریز سراغ رساں ہمارے سامنے کھڑا ہے۔ فقیر صاحبؒ نے ان کے شک سے فائدہ اٹھایا اور مسکرا دیئے۔ جس کا ان پر مثبت اثر پڑا اور انہوں نے فوراً ہی پولیس والوں کو تاکید کر دی کہ اس قافلے کو آئندہ کچھ نہ کہا جائے۔ یہ جہاں چاہیں آزادی کے ساتھ جا سکتے ہیں۔ چنانچہ قافلے والے اس پر فقیر صاحبؒ سے بہت خوش اور متاثر ہوئے۔ اس طرح وہ جرمانے اور پریشانی سے بچ گئے۔

غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ سے شرف باریابی

جب بغداد پہنچے تو دوسرے دن آپؒ کے والد صاحب نے آپؒ کو اور آپؒ کے دونوں چھوٹے بھائیوں کو الگ الگ کچھ رقم دی اور کہا کہ بازار میں گھوم پھر آؤ اور کچھ کھا پی لو۔ بازار پہنچنے پر دونوں بھائیوں نے اس رقم سے کھانے پینے کی چیزیں خرید لیں۔ مگر آپؒ نے وہ ساری رقم سرِ راہ بیٹھے ہوئے ایک اندھے عراقی بھکاری کی ہتھیلی پر رکھ دی۔ حالانکہ آپ کو اس وقت خود سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ واپسی پر چھوٹے بھائیوں نے والدِ محترم کو بتایا کہ نور محمد نے آپ کی دی ہوئی ساری رقم ایک نابینا گداگر کو دے دی اور خود بھوکا رہا۔ والد بزرگوار نے آپؒ کو کچھ رقم دی اور کہا کہ بھوکے مت رہو۔ دوبارہ بازار میں جا کر کچھ کھا پی لو۔ اس بار آپؒ رقم لے کر اکیلے گئے اور پھر پوری کی پوری رقم بغداد نگر کے اس اندھے فقیر کو دے آئے اور یہ بات کسی کو نہ بتائی۔ آپؒ کا بیان ہے کہ اسی رات مجھے حضرت غوث پاکؒ کی روحانی

اور باطنی کچہری میں باریابی نصیب ہوئی اور اس قدر فیض حاصل ہوا جو بیان سے باہر ہے۔ منجملہ دیگر باطنی فیوضات کے ایک واقعہ آپؒ نے دیکھا کہ آپؒ حضرت غوث پاکؒ کے دربار میں داخل ہو گئے ہیں۔ حضرت پیران پیرؒ کی عالی شان مسجد میں دنیا کے تمام مشائخین اور کل اہل سلسلہ بزرگانِ دین بڑے ادب اور احترام سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان بزرگوں میں حضرت سلطان باہوؒ کے سجادہ نشین حضرت نور احمد صاحبؒ بھی موجود ہیں۔ جن کو آپؒ نے پہچان لیا اور جا کر قدم بوسی کی۔ انہوں نے بہت آہستہ سے آپ کے کان میں کہا ''نور محمد! یہ بڑی عظیم الشان سرکار کا دربار ہے۔ یہاں ادب سے رہنا''۔ بعد میں آپ حضرت پیر دستگیرؒ کی محفلِ خاص اور باطنی خصوصی کچہری کی طرف باز یابی کی غرض سے گئے۔ دروازے پر روحانی دربان نے آپؒ سے دریافت کیا کہ ''کیا آپ دربارِ غوثیہ سے غوثی قطبی طلب کرنا چاہتے ہیں؟'' آپؒ نے جواب میں کہا مرتبۂ غوثی وقطبی کیا چیز ہے جس کی میں ایسے دربارِ عالیہ سے استدعا کروں۔ میں تو یہاں سے فقر کی لازوال دولت حاصل کرنے آیا ہوں۔ آپؒ کے اس جواب پر روحانی دربان خوش ہو کر مسکرایا اور آپؒ کو اندر جانے کی اجازت دے دی۔ آپؒ بیان فرماتے تھے کہ اس کے بعد جو کیفیت میرے دل پر گزری اور جو غیر مخلوق نورِ فقرِ محمدی ﷺ کی عظیم الشان اور لازوال دولت مجھ کو آستانۂ عالیہ حضرت غوث پاکؒ سے عطا ہوئی وہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے اور جو دن بدن ابدالاباد تک نیّرِ اعظم کی طرح افقِ غیب پر درخشاں اور تاباں ہے۔

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَ شَمْسُنَا
اَبَدً اعَلٰی فَلَکِ الْعُلٰی لَا تَغْرَبُ

ایک مجذوب کا عجیب واقعہ

آپؒ نے بغداد شریف کا ایک اور روحانی واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت پیر محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں عبدالرحمٰن نامی ایک پٹھان مجذوب فقیر پٹھانوں کے حجروں کے سامنے بیٹھا رہتا تھا۔ جو اکثر بے تکی مجذوبانہ باتیں کیا کرتا تھا۔ پٹھان زائرین اس کی بڑی خدمت کیا کرتے تھے۔ اسے کھانا کھلاتے۔ اس کا پاخانہ ہاتھوں میں اٹھا لیتے، جس سے کسی قسم کی بدبو نہ آتی۔ وہ تقریباً بارہ سال سے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہیں

Marfat.com

نہیں گیا تھا۔ فقیر صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایک دن میں اپنے حجرے میں بیٹھا تھا کہ عبدالرحمٰن مجذوب خلافِ معمول اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے حجرے کے دروازے پر آیا اور دروازے پر کھڑے ہو کر ٹکٹکی باندھ کر مجھے گھورنے لگا۔ چند منٹ کے بعد وہ چلا گیا اور اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا۔ اس کے ارادت مند پٹھان لوگ اسے خلافِ معمول اپنی جگہ سے اٹھتا دیکھ کر ایک ہجوم کی صورت میں دوڑے دوڑے میرے حجرے میں آئے اور حیرت سے پوچھنے لگے کہ عبدالرحمٰن آپؒ کے حجرے میں کیوں آیا تھا اور آپؒ سے کیا بات ہوئی۔ یہ شخص تو بارہ سال سے اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں۔ میں نے انہیں جواب دیا کہ مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ بس وہ صرف چند منٹ کے لیے میرے حجرے کے دروازے پر آیا تھا اور ٹکٹکی باندھ کر مجھے دیکھنے اور گھورنے کے بعد واپس چلا گیا اور کہ خدا جانے اس طرح گھورنے سے اس کا کیا مقصد تھا۔ ان پٹھانوں نے اس مجذوب کی اس خلافِ معمول حرکت پر بڑا تعجب کیا اور آپس میں کہنے لگے کہ ضرور کوئی خاص بات اور اہم معاملہ ہے۔ جب وہ لوگ چہ میگوئیاں اور قیاس آرائیاں کرتے ہوئے میرے حجرے سے باہر چلے گئے تو ایک لحظہ بعد میرے دل پر ایک عجیب و غریب خوف و ہراس چھا گیا اور پھر وہ خوف و ہراس لحظہ بہ لحظہ بڑھتا گیا۔ گو مجھے کوئی چیز نظر نہیں آئی تھی۔ لیکن مجھے یہ وسیع و عریض دنیا بہت تنگ نظر آنے لگی۔ خوف کے مارے میرے جسم پر کپکپی اور لرزہ طاری ہو گیا اور جب میں حجرے سے باہر نکلا تو میرے پاؤں لڑکھڑانے لگے میں بہت حیران تھا کہ اس خوف و ہراس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ اس وقت میں نے سورت الفاتحہ، آیت الکرسی اور چہار قل وغیرہ کئی کلام پڑھ کر اپنے اوپر دم کیے۔ مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ خوف اور جلال بڑھتا گیا۔ میں نے حضرت پیر دستگیرؒ کے روضۂ مبارک کے اندر داخل ہو کر اور مزارِ مقدس کے جالی پکڑ کر استدعا کی کہ یا حضرت! میری امداد فرمائیں۔ لیکن ہیبت اور خوف و ہراس بدستور بڑھتا رہا۔ آخر وہاں سے نکل کر میں اپنے مکان کی طرف جو ہم نے کرایہ پر لے رکھا تھا اس نیت سے روانہ ہوا کہ لیٹ کر آرام کروں گا۔ مگر خوف کے سبب میرا دم گھٹا جاتا تھا جس کی وجہ سے آگے چلنا دوبھر ہو گیا تھا۔ اتنے میں میرے دل میں کسی نے بطور غیبی القایہ خیال ڈال دیا کہ رسالہ روحی شریف پڑھو۔ حضرت سلطان العارفین کا رسالہ روحی مجھے زبانی یاد تھا اور جو اس قسم کی باطنی رجعتوں کے لیے

تیر بہدف اور کارگر علاج ہے۔ میں نے چلتے چلتے پڑھنا شروع کر دیا۔ چنانچہ شروع کرتے ہی وہ خوف وہراس کم ہونا شروع ہوا۔ میرے وجود میں ہمت اور توفیق کی لہر دوڑ گئی۔ چنانچہ مکان تک پہنچتے پہنچتے میں نے تین چار مرتبہ اسے پڑھ لیا۔ بعدۂ لحاف اوڑھ کر میں نے لیٹے لیٹے اسے کئی بار تکرار کر لیا۔ حتیٰ کہ مجھے نیند آ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک عالی شان قلعے کے دروازے پر کھڑا ہوں۔ دور سے عبدالرحمٰن مجذوب میری طرف دوڑتا ہوا آ رہا ہے۔ اس کے آگے اور پیچھے اور دائیں بائیں بڑے بڑے سینگوں والے خوفناک جنگلی بیلوں اور خطرناک سانڈوں کا ایک بے پناہ گلہ دوڑتا ہوا آ رہا ہے۔ اس کا ارادہ مجھے روندنے اور کچلنے کا ہے اور وہ اس خوفناک گلے کو میری طرف ہانکے لیے آ رہا ہے۔ میں ڈر رہا ہوں کہ یہ بیل اور سانڈ مجھے کچل نہ ڈالیں۔ میں اسی خوف کے عالم میں کھڑا ہی تھا کہ میں نے دوسری طرف سے حضرت سلطان العارفینؒ کو اپنی طرف ایسی تیزی اور سرعت سے دوڑتے ہوئے دیکھا کہ انتہائے سرعت کے باعث آپؒ کی دستار مبارک آپؒ کے سر سے اتر کر آپؒ کے گلے میں لہرا رہی ہے اور آپؒ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ آ رہے ہیں۔ عبدالرحمٰن اور اس کا خوفناک گلہ ابھی مجھ تک پہنچنے نہ پایا تھا کہ آنحضرتؒ میرے اور عبدالرحمٰن مجذوب کے درمیان حائل ہو گئے اور عربی زبان میں کچھ فرما کر اسے رفع دفع کر دیا۔ اس وقت میری آنکھ کھلی اور میں نے اپنے آپ کو بالکل مطمئن اور آسودہ حال پایا۔ بعدۂ جب میں وہاں سے اٹھ کر غوث پاکؒ کے دربار میں داخل ہوا اور عبدالرحمٰن مجذوب کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ حیرت زدہ ہو گیا اور پھر اپنی اُس فضول کرتوت پر پھیکی ہنسی ہنسنے لگا اور میں اپنے حجرے میں چلا گیا۔ پھر عبدالرحمٰن مجذوب میرے پاس نہیں آیا۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس سارے معاملے کی حقیقت یہ تھی کہ وہ مجذوب اپنی توجہ اور جذب میں لپیٹ کر مجھے اپنے رنگ میں رنگنے اور اپنی طرح مجذوب بنانے کی بے سود اور ناکام سعی کرتا رہا۔ لیکن میں اپنے روحانی پیشوا اور مربی کے لطف و کرم سے اس کے اثر سے محفوظ رہا۔

بغداد شریف میں تقریباً اڑھائی ماہ تک حضرت محبوب سبحانیؒ کے دربارِ مقدس پر معتکف رہے۔ اس دوران عراق کے دیگر اکابرین، ائمہ، مجتہدین اور اولیائے کاملین کے مزاراتِ مقدس کی زیارت کی اور ان سے باطنی برکات و فیوض حاصل کیے۔ خصوصاً حضرت امام

اعظم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، حضرت کاظمین شریفین رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت یوشع علیہ السلام، حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ تمام پاک مقدس ہستیوں کی روحانی برکات اور فیوض سے مشرف ہوئے۔ بعد میں کربلائے معلاً گئے اور جملہ شہدائے کربلا خصوصاً سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، کے مزارِ انور پر حاضر ہوئے۔ جس وقت آپؒ وہاں پہنچے تو اس وقت محرم کے ابتدائی ایام تھے اور تمام دنیا سے شیعہ حضرات کربلائے معلیٰ آئے ہوئے تھے۔ حضور سید الشہداء کے روضۂ مبارک پر بے پناہ بھیڑ تھی۔ روضہ کے اندر یہ عالم تھا کہ زائرین پروانوں کی طرح شمعِ مزارِ مقدس پر گر رہے تھے اور زار و قطار رو رہے تھے۔ ہر شخص کے آنسو جاری تھے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے بھی رونا چاہا لیکن رونا اختیاری چیز نہیں، اس لیے رونا نہیں آتا تھا۔ ہر چند کہ شہدائے کربلا کی مظلومی کو یاد کیا اور بڑے جتن کیے۔ خیال کیا کہ اگر یہاں رونا نہ آیا تو بڑی شقاوتِ قلبی ہوگی۔ آخر سید الشہداء کے مزار کی پائنتی کھڑے ہو کر اپنے باطنی اور روحانی پیشوا حضرت سلطان العارفینؒ کی طرف توجہ اور التجا کی۔ بس پھر کیا تھا اس جوش و خروش کے ساتھ گریہ جاری ہوا کہ تمام عمر کبھی ایسا گریہ جاری نہیں ہوا تھا۔ شدتِ گریہ سے میرا تمام جسم بری طرح لرز رہا تھا۔ اگر تھوڑی دیر مزید یہ حالت رہتی تو میرا دل پھٹ جاتا۔ چند منٹ میں میرے اس قدر آنسو بہہ نکلے کہ میرا تمام دامن بھیگ گیا اور دل نے وہ باطنی لذت محسوس کی کہ جو بیان سے باہر ہے۔

حضرت سلطان باہوؒ کا فیضان

آپؒ کا بیان ہے کہ ”جن دنوں میں دربار حضرت سلطان باہوؒ پر مقیم تھا تو ایک رات جب میں اپنے والد صاحب کے ہمراہ دربار شریف کی مسجد میں سویا ہوا تھا میں نے واقعے میں دیکھا کہ حضرت سلطان العارفینؒ اپنے محل میں نہایت منور اور روشن سورج کی صورت میں جلوہ گر ہیں اور میری طرف لطف و کرم کی نظرِ خاص سے دیکھ رہے ہیں۔ آپؒ کے نوری

Marfat.com

چہرے سے ایک وسیع وعریض نوری شعاع میرے جسم تک قائم ہے اور اس کی تیز نوری شعاعیں میرے دل ودماغ اور جسم کے روئیں روئیں کو چھید رہی ہیں۔ اس نوری شعاع کے اندر سے والد صاحب کی صورت نے آ کر مجھے بشارت دی کہ نور محمد! حضرت سلطان العارفینؒ نے تمہارے لیے کیمیائے اکسیرِ نظر کی نعمتِ عظمٰی عنایت کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ یہ سن کر مجھ پر خوشی سے رقت طاری ہوگئی اور میں نے عرض کی کہ یہ تو حضور کا محض کرم ہے ورنہ میں تو اس قابل نہیں۔ صبح کو جب ہم دونوں بیدار ہوئے تو والد صاحب نے مجھ سے کہا کہ نور محمد! رات کو تم خواب میں مجھ سے کہتے ہو کہ ابا حضور! میں نے بڑا ہی مبارک خواب دیکھا ہے۔ کیا تم نے واقعی رات کو کوئی معاملہ اور واقعہ مشاہدہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی کہ ہاں کچھ دیکھا تو ہے لیکن اس کی تفصیل سے خاموش رہا۔ کیونکہ ان دنوں مجھے اپنا راز چھپانے کا بڑا خیال تھا۔'' آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ اسی رات سے میرے ساتھ حضرت سلطان العارفینؒ کے باطنی فیض کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوا جو زندگی بھر قائم رہا۔ اور انشاءاللہ ابدالاباد تک قائم ودائم رہے گا۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''مجھے باطن میں اکثر یہ ندا آتی ہے كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿النسآء ۴:۱۱۳﴾ (تجھ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل اور کرم ہے) چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس فضل وکرم کے طفیل میں نے جس روحانی دربار یا کسی زندہ یا متوفی بزرگوار سے باطنی استفادہ یا روحانی فیض حاصل کرنے کا ارادہ کیا ہے مجھے وہاں سے بے حد وحساب اور بے بہا گنج بے محنت بے رنج حاصل ہوگیا ہے۔''

آپؒ کا ذکرِ سلطان

جس زمانہ میں آپؒ دربار شریف پر مقیم تھے اس زمانے میں وہاں حافظ موسیٰ صاحب درسِ حفظِ قرآن دیا کرتے تھے۔ ان کا درس ایک مثالی درس تھا۔ حافظ صاحب نے پرانے دربار شریف پر میاں محمد مالی کے کنویں پر سرکنڈوں کی ایک منّی بنا رکھی تھی جس پر طلبہ رات کو قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ فقیر صاحبؒ نے بتایا تھا کہ ''ایک روز دوپہر کو میں اس منّی کے نیچے چارپائی ڈال کر سویا ہوا تھا کہ مجھ پر ایک غیبی نور مستولی ہوگیا اور اس نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس وقت میرے جسم کے تمام بال حرکت کر رہے تھے اور محوِ گردش

Marfat.com

تھے اور اللہ ھو اللہ ھو کا ذکر کر رہے تھے اور میرا ذکر سلطان جاری تھا۔ اسی دوران میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے دیکھا کہ حافظ موسیٰ صاحب میرے پاس چارپائی ڈالے بیٹھے ہیں اور مجھے حیرت سے دیکھ رہے ہیں اور میرے دل پر اللہ ھو اللہ ھو کی ضرب لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حافظ موسیٰ صاحب نے میرے ذکرِ سلطان کو محسوس کر لیا تھا اور وہ اس کی نقل اتارنے کی کوشش کر رہے تھے۔'' حافظ موسیٰ صاحب کو یہ کمال حاصل تھا کہ تراویح میں جب قرآن پڑھتے یا ویسے قرآن پاک سناتے تو کبھی غلطی نہیں کرتے تھے۔ اور کوئی حافظ ان کی غلطی نہیں پکڑ سکتا تھا۔ ایک دفعہ جب رمضان کا مہینہ آیا تو لاہور سے دو حافظ اسی غرض سے دربار آئے کہ وہ حافظ موسیٰ صاحب کی غلطی پکڑیں گے اور ان کا ریکارڈ توڑ دیں گے۔ حافظ موسیٰ صاحب کو اس بات کا علم نہیں تھا۔ تراویح کی چوتھی رکعت میں حافظ موسیٰ کی صرف ایک زبر کی غلطی لاہوری حافظوں نے اپنی دانست میں پکڑ لی۔ جس پر حافظ موسیٰ کو جوش آ گیا اور انہوں نے اسی ایک ہی رکعت میں پورے پندرہ سپارے پڑھ ڈالے۔ یہ ان لاہوری حافظوں کو ایک طرح کا چیلنج تھا کہ اب میری غلطی پکڑو۔ مگر وہ ان کی پورے پندرہ سپاروں میں پھر کوئی غلطی نہ پکڑ سکے۔ حضرت قبلہؒ کا بیان ہے کہ پیچھے کھڑے کھڑے ہمارا برا حال ہو گیا تھا اور ہم تھک کر نڈھال ہو گئے تھے۔ بہت سے لوگ بیٹھ گئے تھے۔ جب حافظ موسیٰ صاحب نے سلام پھیرا تو لوگوں نے شکایت کی کہ ایسا کیوں کیا تو حافظ موسیٰ صاحب نے کہا کہ میں ان حافظوں کو بتانا چاہتا تھا کہ وہ میری غلطی نہیں پکڑ سکتے۔ انہوں نے لاہوری حافظوں سے کہا کہ میں نے درست پڑھا تھا تم لوگ غلطی پر تھے۔ قرآن اٹھا کر دیکھا تو حافظ موسیٰ صاحب کی زبر صحیح تھی۔ لاہوری حافظوں نے معافی مانگ کر جان چھڑائی اور حافظ موسیٰ صاحب کا ریکارڈ قائم رہا۔

حضرت سلطان نور احمد صاحبؒ کی روشن ضمیری کا ایک واقعہ

اس زمانے میں آپؒ مزار مبارک سے ذرا دور ایک چھوٹی سی مسجد میں بیٹھ کر حضرت سلطان باھوؒ کی کتابیں لکھا کرتے تھے۔ اکثر اس جگہ سے حضرت نور احمد صاحبؒ کا گزر ہوا کرتا تھا اور آپ اکثر گھوڑے پر سوار ہوا کرتے تھے۔ فقیر صاحبؒ ویسے تو ہر رات باطن میں حضرت سلطان باھوؒ کی نظرِ کیمیا اثر سے فیضیاب ہوا کرتے تھے مگر ایک رات آپؒ پر

حضرت سلطان العارفینؒ کی انتہائی مہربانی ہوئی۔ اس کی وجہ سے آپؒ کو بہت بلند اور ارفع مقامات تک رسائی حاصل ہوئی۔ دوسرے دن جب آپؒ حسبِ معمول اس مقام پر کتاب لکھنے بیٹھ گئے تو حضرت نور احمد صاحبؒ بھی گھوڑے پر سوار اس طرف آ نکلے۔ مگر اس دن بجائے گزر جانے کے سیدھے فقیر صاحبؒ کے نزدیک آ کر گھوڑا کھڑا کر دیا۔ فقیر صاحبؒ تعظیماً کھڑے ہو گئے اور سوچنے لگے کہ آج نجانے کیا بات ہے حضرت صاحب تو روز اس طرف آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔ مگر آج یہ خلافِ معمول ایسی کیا بات پیش آ گئی ہے۔ اس پر حضرت نور احمد صاحبؒ نے بلند آواز میں فرمایا: ''نور محمد! رات کو حضرت سلطان العارفینؒ نے تم پر جو بے انتہا مہربانی فرمائی ہے اس کا علم مجھ کو بھی ہے''۔ یہ کہہ کر مسکراتے ہوئے آگے نکل گئے اور فقیر صاحبؒ ان کی روشن ضمیری پر حیران رہ گئے۔

نور کا گولہ

ابتدائی ایام میں آپؒ کو ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا تھا جس کا ذکر آپؒ اکثر کیا کرتے تھے۔ کلاچی میں آپؒ کے والد صاحب نے اپنے رہائشی مکانات کے علاوہ ایک علیحدہ جگہ بھی بنا رکھی تھی جو مہمانوں کو ٹھہرانے کے لیے بیٹھک کے طور پر استعمال ہوتی تھی اور اکثر تمام بھائی فرصت کے اوقات میں وہاں بیٹھا کرتے تھے۔ آپؒ بھی جب کلاچی میں ہوتے تو اکثر یہاں بیٹھا کرتے تھے اور عموماً عبادت بھی یہیں کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی کوئی ایک آدھ درویش بھی آپؒ کے ساتھ ہوتا تھا۔ جن دنوں یہ واقعہ پیش آیا ان دنوں بھی ایک درویش اس مکان میں آپؒ کے ساتھ رہائش پذیر تھا۔ اس مکان کے ساتھ مشرق کی طرف آپؒ کا آبائی قبرستان بھی ہے۔ آپؒ نے بتایا تھا کہ ایک دن دوپہر کے وقت قبرستان کی طرف سے ایک سفید براق گول چیز ہوا میں تیرتی ہوئی اس مکان میں آ گئی اور صحن میں چاروں طرف گھومنے لگی۔ وہ چیز ایک بڑے گھڑے کے برابر تھی اور بالکل گلوب کی طرح تھی اور اس قدر چمکدار تھی کہ تیز دھوپ میں بھی اس سے روشنی نکلتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ چیز دیوار پار کر کے قبرستان کی طرف گم ہو گئی۔ اس کے بعد وہ چیز روزانہ اس مکان کے صحن میں پرواز کرتی ہوئی آ جاتی اور کچھ دیر گھوم کر واپس چلی جایا کرتی تھی۔

Marfat.com

ایک دن وہ درویش بھی وہاں موجود تھا کہ وہ نوری گولہ لہراتا ہوا صحن میں آ گیا۔ درویش نے دیکھا تو حیرت زدہ ہو گیا اور چلاّ چلاّ کر کہنے لگا کہ فقیر صاحب! دیکھیے یہ کیا چیز ہے۔ آپؒ نے اسے خاموش رہنے کو کہا اور اسے بتایا کہ میں اس چیز کو ہر روز دیکھتا ہوں یہ کوئی نوری موکل ہے۔ پھر ایک دن فقیر صاحب صحن میں کھڑے تھے کہ وہ نوری کرّہ صحن میں آ گیا اور آپؒ کے قریب آ کر ہوا میں ٹھہر گیا اور آپؒ اسے بغور دیکھتے رہے۔ پھر اس میں سے ایک نوری ہاتھ نمودار ہوا جیسے کوئی مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتا ہے۔ اس کے بعد وہ چیز واپس چلی گئی۔ اسی اثنا میں آپؒ دربار شریف چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد واپس آئے تو پھر وہ چیز نمودار نہیں ہوئی۔

حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کی شبیہ مبارکہ

جن دنوں پرانے دربار کو دریائے چناب گرا رہا تھا اور حضرت سلطان العارفینؒ کا صندوق مبارک باہر نکلا ہوا تھا۔ چونکہ آپ نے اکثر پرانی روائتیں سنی تھیں کہ حضرت سلطان العارفینؒ کے مزار کو دریا محرم کے ایام میں گرائے گا اور جس وقت آپؒ کا صندوق مبارک نکلے گا تو ایک نعرہ بلند ہوگا جسے سن کر وہاں موجود تمام لوگ اولیاء اللہ اور زندہ دل ہو جائیں گے۔ آپؒ فرماتے تھے کہ جب میں نے معاملہ خلافِ توقع دیکھا تو رات کو حافظ موسیٰ کے حجرے میں دل شکستہ اور بہت مایوس ہو کر سو گیا۔ رات کو میں نے عالمِ رویا میں دیکھا کہ شور کوٹ کے قریب سارنگ بلوچ کی اس بستی میں پھر رہا ہوں جہاں سلطان العارفینؒ کے والدین حضور کے بچپن کے زمانے میں بود باش رکھتے تھے۔ چنانچہ میں بغیر ارادہ اتفاقاً حضور کے اسی پرانے گھر میں داخل ہو گیا ہوں جہاں حضور نے پرورش پائی تھی۔ میں نے سرکنڈوں کے ایک جھونپڑے کے اندر دیکھا کہ حضور کے والد صاحب ایک چارپائی پر بیٹھے ہوئے ہیں اور حضور کی والدہ محترمہ مائی راستی صاحبہؒ زمین پر چولہے کے قریب تشریف فرما ہیں۔ جب مائی صاحبہؒ نے مجھے مکان کے اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو آپؒ نے حضرت سلطان العارفینؒ کی ننھی معصوم صورت کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر میرے سامنے کر کے فرمایا: ''نور محمدؒ! یہ میرا بچہ باہوؒ ہے۔ میں نے اسے اس طرح پالا پوسا ہے''۔ جب آنحضرتؒ کی روشن نوری نگاہیں میری طرف پھریں تو مجھے وجد آ گیا اور حق باہو حق باہو

کہتے ہوئے آنکھ کھل گئی۔ آپؒ نے فرمایا کہ حضورؒ کے بچپن کی تصویر اس قدر واضح تھی اور میرے ذہن پر ایسی نقش ہوگئی تھی کہ میں اگر مصور ہوتا تو اسے صفحۂ قرطاس یا کینوس پر منتقل کر سکتا تھا۔

حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا غیبی طور پر دستیاب ہونا

جس زمانے میں آپؒ کو حضرت سلطان العارفینؒ کی کتابوں کی تلاش تھی اس زمانے میں آپؒ پنجاب کے ایک قصبے میں ایک بزرگ کے مزار پر صرف اس غرض سے دعوت پڑھنے گئے کہ اس بزرگ کی روحانیت کے طفیل حضرت سلطان العارفینؒ کی کوئی قلمی کتاب دستیاب ہو جائے۔ جب آپؒ وہاں گئے اور تھوڑی دیر وہاں بیٹھے تو اسی اثنا میں ایک غیر معروف اور اجنبی شخص وہاں آیا اور کپڑوں میں لپٹی ہوئی ایک کتاب آپؒ کے پاس رکھ گیا۔ آپ یہ سمجھے کہ قرآن شریف ہوگا اور یہ شخص اسے واپس لے جائے گا یا لوگوں کے پڑھنے کے لیے رکھ گیا ہے اور یہ مزار کی ملکیت ہے۔ مگر کافی دیر تک جب وہ شخص واپس نہ آیا تو آپؒ نے اسے کھول کر دیکھ لیا اور آپؒ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ حضرت سلطان العارفینؒ کی قلمی کتاب محکم الفقراء تھی۔ کتاب بہت پرانے موٹے کشمیری کاغذ پر لکھی گئی تھی۔ کہیں کہیں دیمک بھی لگی ہوئی تھی۔ آپؒ کو یقین تھا کہ کتاب لانے والا کوئی روحانی مؤکل تھا۔ اس کتاب میں نادر بات یہ تھی کہ یہ حضرت سلطان العارفینؒ کے زمانے کی لکھی ہوئی تھی اور اس کتاب کے آخری صفحے پر آنحضرتؒ کے دستخط ''فقیر باہوؒ'' کے الفاظ میں مرقوم تھے۔ کتاب کے حاشیے پر کہیں کہیں اصلاح کی گئی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ یہ اصلاح خود حضرت سلطان باہوؒ نے کی تھی کیونکہ حاشیے میں اصلاحی خط متن کے خط سے بالکل مختلف تھا اور حضور کے دستخطوں سے ملتا جلتا تھا۔ کتاب لکھنے والا منشی جھنگ مگھیانے کا تھا اور یہ ۱۰۹۲ ہجری میں لکھی گئی تھی۔ فقیر صاحبؒ نے حضرت سلطان العارفینؒ کی ایک قلمی کتاب اسرارِ قادری حیدر آباد دکن میں کتب خانہ آصفیہ کے اندر بھی دیکھی تھی۔ آپ نے ان کتابوں کی تلاش میں دور دراز کے سفر اختیار کیے مگر آپ کو ایسی کوئی کتاب نہیں ملی جس میں حضورؒ کی زندگی کے مکمل صحیح اور مستند حالات و کوائف درج ہوں۔ آپؒ نے حضورؒ کی چالیس کے قریب قلمی کتابیں جمع کیں۔ آپؒ کو ہمیشہ یہ فکر دامن گیر رہتی کہ اس کے علاوہ بھی حضورؒ کی کوئی کتاب ہے یا

Marfat.com

نہیں؟ چنانچہ آپؒ نے اسی سلسلے میں ایک بار سلطان العارفینؒ کے روحانی دربار میں شرف باریابی حاصل کیا۔ حضورؒ کے پاس نورانی چہروں والے دو صاحبزادے بھی تشریف فرما تھے۔ فقیر صاحبؒ نے دریافت کیا کہ یا حضرتؒ! آپ نے ان کتابوں کے علاوہ بھی کوئی کتاب لکھ کر چھوڑی ہے یا نہیں۔ حضورؒ نے فرمایا ان کتابوں کے علاوہ بھی ایک کتاب لکھ رہا تھا اور وہ ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی کہ پیکِ اجل پہنچ گیا۔ فقیر صاحبؒ نے مزید کہا کہ حضورؒ! میں نے آپؒ کی کتابیں شائع کی ہیں۔ حضورؒ نے فرمایا مجھے اس کا علم ہے اور میں اس سے بہت خوش ہوں۔ پھر فقیر صاحب نے کہا یا حضرت! میں عقل بیدار شریف کا ترجمہ کر کے شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ فرمایا بہت نیک ارادہ ہے۔ فقیر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ معلوم ہوتا ہے کہ میں عقلِ بیدار کا ترجمہ شائع نہ کر سکوں گا اور میرا بھی وصال ہو جائے گا اور یہی پیش آیا۔ عقلِ بیدار آپؒ شائع نہ کر سکے اور آپؒ کا وصال ہو گیا۔

بیعت

ابتدا میں آپ نے سلطان العارفینؒ کے سجادہ نشین سوم حضرت صالح محمد صاحبؒ سے بیعت کی تھی۔ ابھی آپؒ کم سن ہی تھے کہ آپؒ کے والد صاحب آپؒ کو دربار شریف لے گئے اور اپنے پیرومرشد حضرت صالح محمد صاحبؒ کے حضور پیش کر کے بیعت کرنے کی درخواست کی۔ حضرت صاحبؒ نے بڑی شفقت سے آپؒ کو بیعت کیا۔ اس واقعہ کے کافی عرصے بعد جب آپؒ کالج چھوڑ کر درویشوں کی صورت میں دربار شریف پر قیام پذیر ہوئے تو اس وقت حضرت صالح محمد صاحبؒ وفات پا چکے تھے اور حضرت نور احمد صاحبؒ سجادہ نشین تھے۔ حضرت نور احمد صاحبؒ اکثر دورے پر دامان کے علاقے میں آیا کرتے تھے (کلاچی علاقہ دامان میں واقع ہے اور اس علاقے کو دامان اس لیے کہتے ہیں کہ یہ کوہِ سلیمان کے دامن میں واقع ہے)۔ ایک دفعہ آپؒ موضع ڈڈی تشریف لے آئے (ڈڈی تحصیل کلاچی کا قصبہ ہے اور کلاچی سے مشرق کی طرف سات میل دور واقع ہے)۔ فقیر صاحبؒ کلاچی سے آپؒ کی زیارت کے لیے اپنے والد صاحب کے ہمراہ ڈڈی گئے اور وہیں آپؒ سے بیعت کی تجدید کر لی۔ بعد میں حضرت نور احمد صاحب نے فقیر صاحب کو پروانۂ خلافت بھی اپنے دستِ مبارک سے لکھ کر دے دیا تھا جو کوئٹہ کے زلزلہ میں گم ہو گیا تھا۔

Marfat.com

حضرت صاحبؒ کو آپؒ سے خاص انس تھا۔ آپؒ اکثر ان کی صحبت میں بیٹھا کرتے تھے۔ مگر آپؒ کی روحانی اور باطنی تعلیم و تربیت کا انحصار اور دارومدار اس ظاہری رسمی بیعت پر نہیں تھا۔ اس ظاہری بیعت کو اگرچہ آپؒ نے سلسلے کی ایک روایت اور سنت کے طور پر اختیار کر لیا تھا مگر آپ کی روحانی تعلیم و تربیت، باطنی رشد و ہدایت اور خصوصی رہبری اور پیشوائی کا تعلق اور رابطہ براہِ راست حضرت سلطان العارفینؒ کی ذات گرامی کے ساتھ تھا۔ آپؒ کو جو بھی روحانی فیض ملا، آپؒ نے جو بھی باطنی منازل طے کیں اور جو بھی بلند مراتب، مناصب اور ارفع درجات حاصل کیے وہ حضرت سلطان العارفینؒ کی براہ راست اور بلاواسطہ توجہ، نظرِ شفقت اور مہربانی کے طفیل تھا۔ ایک شعر میں فرمایا:

این همه از فیضِ باہوؒ یافتم
جان و دل قربان باہوؒ ساختم

پرانے دربار پر حضرت نور احمد صاحبؒ کے زمانے میں منشی غلام حیدر صاحب خوش نویس رہا کرتے تھے۔ حضرت نور احمد صاحبؒ ان سے کبھی خوشنویسی کی مشق لیا کرتے تھے۔ فقیر صاحبؒ ان دنوں سلطان العارفینؒ کی کتابیں لکھا کرتے تھے۔ کثرتِ مشق سے آپؒ کا خط بہت خوبصورت ہو گیا تھا۔ حضرت نور احمد صاحبؒ کے ساتھ کبھی کبھی دوستانہ طور پر خوشخطی کا مقابلہ بھی کر لیا کرتے تھے۔ اس مقابلے میں اکثر یہ ہوتا تھا کہ ابتدائی حروفِ تہجی حضرت نور احمد صاحبؒ زیادہ خوشخط لکھ لیا کرتے تھے لیکن پورے الفاظ یا پوری سطر فقیر صاحبؒ زیادہ خوشخط لکھتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت نور احمد صاحبؒ نے حروفِ تہجی لکھنے کی زیادہ مشق کی تھی اور پوری کتاب کبھی خوشخط نہیں لکھی تھی۔ مگر فقیر صاحبؒ بہت سی کتابیں خوشخط لکھ چکے تھے اور حروف تہجی لکھنے کی مشق نہیں کی تھی۔ حضرت نور احمد صاحبؒ حیران ہو کر کہا کرتے تھے کہ نور محمد! حروفِ تہجی میں خوبصورت لکھ لیتا ہوں مگر عبارت آپ زیادہ خوبصورت لکھتے ہیں۔

حضرت امیر سلطان صاحبؒ کی مصاحبت

حضرت سلطان نور احمد صاحبؒ کے خوش گوار اور یادگار دور کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے حضرت امیر سلطان صاحبؒ کا دور آیا۔ حضرت امیر سلطان صاحبؒ کو بھی آپؒ

سے خاص انس تھا۔ آپؒ نے فقیر صاحبؒ کو اپنا خاص ہم نشین اور مصاحب بھی بنا لیا تھا۔ آپؒ اکثر فقیر صاحبؒ کے ساتھ تصوف کے اہم مسائل اور دینی و روحانی امور پر مذاکرات اور بحث و مباحثہ کیا کرتے تھے۔ فقیر صاحب ان کو مشکوٰۃ شریف اور نورالہدیٰ تفسیر اور شرح کے ساتھ سنایا کرتے تھے۔ ایک دن دورانِ تفسیر ایک بہت ہی پیچیدہ مسئلہ آ گیا۔ فقیر صاحبؒ نے اس کی ایسے اعلیٰ عالمانہ انداز میں تشریح اور وضاحت کی کہ حضرت امیر سلطان صاحب واہ واہ اور عش عش کر اٹھے اور فرطِ مسرت سے اپنی کالی پگڑی سر سے اتار کر فقیر صاحبؒ کے سر پر رکھ دی۔ اس کے بعد انہوں نے آپؒ کو اپنے صاحبزادگان کا اتالیقِ خاص مقرر کر دیا۔ اور صاحبزادگان خصوصاً حضرت حبیب سلطان صاحبؒ اور ان کے بھائی برسوں تک آپؒ کے حلقۂ تلمذ میں شامل رہے اور آپؒ سے اردو، فارسی اور عربی پڑھتے رہے۔

اس دور میں آپؒ اپنی بے پناہ علمی استعداد اور قابلیت کی وجہ سے باکمال عارف اور بلند مرتبہ فقیر کے طور پر متعارف ہوئے۔ حضرت امیر سلطان صاحبؒ نے دربارِ عالیہ کی جامع مسجد میں آپؒ کو جمعہ کا خطبہ دینے اور نمازِ جمعہ پڑھانے کے فرائض سونپ دیئے۔ اسی دوران حضرت امیر سلطان صاحبؒ کو یقین ہو گیا کہ سلطان باہوؒ کی فارسی کتابوں کو سب سے زیادہ سمجھنے اور ان کی بہترین تشریح اور توضیح کرنے کی قابلیت رکھنے والے صرف آپؒ ہی ہیں اور فارسی آپؒ کی مادری زبان کی حیثیت رکھتی ہے تو حضرت موصوفؒ نے آپ کو یہ فریضہ بھی سونپ دیا کہ آپؒ ان کی خصوصی مجلس میں حضرت سلطان باہوؒ کی فارسی کتابوں کی تشریح اور توضیح کیا کریں۔ چنانچہ آپؒ کافی عرصہ تک حضرت امیر سلطان صاحبؒ کی مجلسِ خاص میں سلطان باہوؒ کی فارسی کتابوں کی تشریح اور توضیح کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور حضرت امیر سلطان صاحبؒ آپؒ کو بے حد داد دیتے رہے اور آپؒ کی تشریح اور توضیح سے محظوظ اور خوش ہوتے۔ یہ اپنی نوعیت کی نہایت ہی اہم اور یادگار مجالس ہوا کرتی تھیں۔ اس کے بعد آج تک ایسی روحانی مجالس کا انعقاد کبھی نہیں ہوا۔ اس طرح آپؒ نے ان مجالس میں سلطان باہوؒ کی تقریباً چالیس کے قریب کتابوں کی تشریح اور توضیح کر ڈالی۔ سلطان باہوؒ کی فارسی کتابوں کی تشریح اور توضیح میں آپؒ کو ایک منفرد اور ممتاز مقام حاصل تھا جس کی کوئی بھی ہمسری نہیں کر سکا۔ اور یہ اس لیے تھا کہ آپ کو سلطان باہوؒ نے اپنی کتابوں

Marfat.com

میں درج تمام اعلیٰ مراتب اور بلند مقامات تک پہنچا دیا تھا اور فقرِ سلطانی تمام کا تمام عطا کر دیا تھا اور یہ اس لیے بھی تھا کہ آپؒ ان کتابوں کو بار بار بڑے غور و فکر سے پڑھتے تھے اور ان پر عمل کرتے تھے۔

ایک دفعہ فقیر صاحبؒ حضرت امیر سلطان صاحبؒ کے پاس گئے۔ کچھ دیر اُن سے گفتگو کرنے کے بعد واپس لوٹے تو اپنی ناڑ کی ٹوپی وہیں بھول آئے۔ صرف ایک رومال سر پر باندھ کر آ گئے۔ اس دن حضرت صاحبؒ نے نماز کے لیے آپ کی ٹوپی اٹھالی۔ جب اس کو سر پر رکھا تو وہ ان کے سر سے اتنی بڑی تھی کہ بڑی بڑی زلفیں ہونے کے باوجود کانوں سے نیچے تک آ گئی۔ آپ نے پوچھا یہ ٹوپی کس کی ہے تو ایک صاحب نے بتایا کہ یہ ٹوپی تو فقیر صاحبؒ کی ہے جسے وہ یہاں بھول گئے ہیں۔ اس پر حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ ٹوپی فقیر صاحبؒ کی ہی ہو سکتی ہے کیونکہ اتنا بڑا سر صرف انہی کا ہو سکتا ہے جو اپنے اندر اس قدر عالی دماغ رکھتا ہے۔

فنِ طب کا شوق

فقیر صاحبؒ کو ایک زمانے میں فنِ طب اور علمِ حکمت سیکھنے کا بھی اشتیاق رہا ہے۔ حضرت امیر سلطان صاحبؒ کے زمانے میں بستی سلطان باہوؒ میں حکیم سلطان بخش صاحب رہا کرتے تھے جو ضرورت پڑنے پر حضرت امیر سلطان صاحبؒ اور ان کے اہلِ خاندان کا علاج معالجہ بھی کیا کرتے تھے۔ فقیر صاحبؒ نے ان سے طب سے متعلق ابتدائی معلومات حاصل کی تھیں اور اس سلسلے میں ان کے مشورے پر ڈاکٹر غلام جیلانی کی لکھی ہوئی کتاب مخزنِ حکمت مطبوعہ ۱۹۱۰ء بھی خریدی تھی۔ راقم الحروف نے بھی حکیم صاحب کو دیکھا تھا۔ فقیر صاحبؒ نے برادرم غلام سرور خان کو بھی کچھ عرصہ فنِ طب سیکھنے کے لیے ان کے پاس بھیجا تھا۔ حکیم صاحب طبیہ کالج لاہور کے فارغ التحصیل تھے اور اس زمانے میں پڑھے تھے جب اسلامیہ کالج کے ایک کمرے میں شبینہ طبیہ کلاسیں لگا کرتی تھیں۔ حکیم صاحب بعد میں مدینہ منورہ چلے گئے اور نوے سال کی عمر میں وہاں وفات پائی (راقم الحروف جب ۱۹۷۵ء میں حج پر گیا اور حکیم صاحب کا پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ دو تین سال قبل وفات پا چکے ہیں)۔ حکیم صاحب فقیر صاحبؒ کے قدیم ترین اور مخلص دوستوں میں سے تھے۔ فقیر صاحب اس

وقت اپنے گھر کی ضروریات کے لیے خاص خاص ادویات اپنے پاس رکھا کرتے تھے۔ آپ نے دیسی اور انگریزی ادویات کے مجرب نسخوں کی ایک بیاض بھی مرتب کی تھی۔ یہ بیاض کوئٹہ کے زلزلہ میں کھوگئی۔اس کے بعد آپؒ نے یہ شوق چھوڑ دیا۔

حکیم سلطان محمد صاحبؒ لاہوری سے تعلق

حکیم سلطان محمد صاحب لاہوری (مرحوم) سے آپؒ کی واقفیت غالباً ۱۹۲۱ء میں ہوئی تھی۔اس کا اتفاق یوں ہوا کہ حکیم صاحب موصوف پر نوشہرہ (صوبہ سرحد) میں جعلی کرنسی نوٹ بنانے کے سلسلے میں ایک سنگین مقدمہ چلا تھا جس کا ذکر ہندوستان بھر کے اخبارات میں آیا تھا۔ حکیم صاحب بڑے جوشیلے مسلمان اور انگریزوں کے سخت مخالف تھے۔نوشہرہ میں ایک چھاپہ خانہ کے مینجر تھے۔ پریس کے کام سے مکمل واقفیت کی بنا پر آپ نے لاکھوں روپے کے جعلی کرنسی نوٹ بنا کر چلائے تھے اور اس رقم سے مہمند کے آزاد قبائل میں ایک چھوٹا سا لشکر تیار کر کے اسے اسلحہ اور رسد فراہم کرتے رہے تھے۔اس کا مقصد انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا تھا۔مگر بدقسمتی سے آپ کا راز ظاہر ہو گیا۔آپ گرفتار ہوئے اور آپ کے خلاف جعلی کرنسی نوٹ بنانے کے سلسلے میں ایک سنگین مقدمہ چلا جس کے نتیجے میں آپ کو چند سال قید بھگتنی پڑی۔ جب جیل سے رہا ہوئے تو حضرت سلطان العارفینؒ کے مزار پر زیارت کے لیے آئے۔فقیر صاحبؒ کو کسی نے بتایا کہ اخبارات میں جعلی کرنسی نوٹوں کے جس مشہور مقدمے کا ذکر آتا رہا ہے اس کے ہیرو اور مرکزی کردار حکیم سلطان محمد صاحب یہاں آئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپؒ اس مشہورِ زمانہ اور اہم شخصیت سے ملے اور ان سے تفصیلات پوچھیں۔ پہلے تو حکیم صاحب نے اخفا سے کام لیا مگر جب آپ نے حکیم صاحب کو بتایا کہ میں دنیا کا طالب نہیں ہوں بلکہ ایک درویش اور فقیر آدمی ہوں اور دنیا کو خیر باد کہہ آیا ہوں۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ کوئی فردِ واحد کسی بھاری اور پیچیدہ مشینری اور ساز و سامان کے بغیر کرنسی نوٹ تیار کر سکتا ہے۔ میں صرف اپنے یقین کی خاطر یہ پوچھنے آیا ہوں کہ کیا واقعی آپ نے کامیابی کے ساتھ کرنسی نوٹ بنائے اور چلائے ہیں۔حکیم صاحب کو آپؒ کی صاف گوئی پر یقین آ گیا اور پوری کہانی تفصیل کے ساتھ بیان کر دی اور کہا واقعی ہم نے کامیابی کے ساتھ کرنسی نوٹ بنائے اور چلائے ہیں مگر ہمارے اپنے اعتباری آدمی بے

Marfat.com

ایمان بن گئے اور انہوں نے سارا راز فاش کر کے ہمیں گرفتار کروا دیا۔ اس کے بعد حکیم صاحب آپؒ کے گہرے دوست بن گئے۔ حکیم صاحب نے لاہور پہنچ کر پھر جعلی کرنسی نوٹ بنانے کا کام شروع کر دیا۔ اس بار پورے ساز و سامان کے ساتھ گرفتار ہوئے اور چودہ سال قید ہوئی۔ پھر ۱۹۳۶ء میں رہا ہوئے۔ اس کے بعد جعلی نوٹ بنانے کا کام چھوڑ دیا اور اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور میں حکمت کا کام کرنے لگے۔ آخر پاکستان بننے کے بعد اسی (۸۰) سال کی عمر میں وفات پا گئے۔

ایک مشہورِ زمانہ پیر سے عجیب ملاقات

پنجاب میں ایک وقت ایک پیر صاحب کی بڑی دھوم اور شہرت تھی اور بہت چرچا تھا۔ میں یہاں پیر صاحبؒ کا نام اور مقام قصداً نہیں لکھتا تاکہ کسی کے دل میں رنجش پیدا نہ ہو اور تلخی نہ بڑھے لیکن چونکہ اس واقع کا تعلق فقیر صاحبؒ کی زندگی کے واقعات سے ہے اس لیے اس کا لکھنا ضروری ہے۔ ان کی تسخیر اور کرامات کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ انہوں نے ایک وقت اتنی کڑی محنت اور اتنی سخت اور صبر آزما ریاضت کی تھی کہ مسلسل ایک مقام پر کافی عرصہ بیٹھے رہنے کی وجہ سے ان کے نچلے دھڑ میں گہرے زخم پڑ گئے تھے۔ فقیر صاحبؒ کو بھی ان پیر صاحب سے ملنے اور ان کی روحانیت اور مقام کا جائزہ لینے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ ان دنوں آپؒ کا جذب اپنے نقطۂ عروج پر تھا اور پنجاب میں آپؒ کو اپنی حیثیت سے کوئی نہیں پہچانتا تھا۔ چنانچہ آپؒ ان سے ملنے کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ پیر صاحب جہاں بود و باش رکھتے تھے وہ ایک مشہور قصبہ ہے اور ریلوے اسٹیشن سے کچھ فاصلے پر واقع ہے۔ ریلوے اسٹیشن بھی اسی قصبے کے نام سے موسوم اور مشہور ہے۔ گرمیوں کے دن تھے۔ آپؒ اسٹیشن پر ریل گاڑی سے اتر پڑے اور پیدل اس قصبے کی طرف روانہ ہوئے۔ جب نصف فاصلہ طے ہو گیا تو آپ ستانے کی خاطر راستے میں ایک سایہ دار درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ آپؒ نے خیال کیا کہ تھوڑی دیر آرام کر لیں ظہر کی نماز تک وہاں پہنچ جائیں گے۔ گرمی اور تھکاوٹ کے باعث آپؒ کو نیند آ گئی۔ اسی حالت میں آپؒ نے واقعے میں دیکھا کہ آپؒ کے پاس دو آدمی آ گئے ہیں ایک سرہانے کھڑا ہو گیا اور دوسرا پیروں کی طرف۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا کہ آؤ اس آدمی کو پکڑ کر پیر صاحب

Marfat.com

کے پاس لے چلیں مگر دوسرے نے ذرا تامل اور توقف کے بعد کہا نہیں اس کو لے چلنا ہمارے بس کا روگ نہیں۔ پہلے نے اس کی وجہ پوچھی تو دوسرے نے جواب دیا۔ تمہیں معلوم نہیں یہ تو حضرت سلطان العارفینؒ کا خاص الخاص درویش ہے اس پر ہمارا قابو نہیں چل سکتا۔ یہ کہہ کر دونوں واپس چلے گئے۔ آپؒ کی آنکھ کھل گئی اور آپؒ اس قصبے کی طرف چل پڑے۔ دل میں کہنے لگے کہ پیر صاحب کی قوتِ تسخیر اس قدر تو مشاہدہ کرنے میں آ گئی کہ ان کے موکلات لوگوں کو پکڑ پکڑ کر پیر صاحب کے پاس لے جاتے ہیں اور انہوں نے مجھ پر بھی اپنے ڈورے ڈالنے چاہے مگر اپنی بے بسی اور بے چارگی محسوس کر کے واپس چلے گئے۔ دیکھیں پیر صاحب خود کس پائے کے ہیں۔ ان کے ہاں فقر کی متاعِ گراں بہا بھی ہے یا صرف تسخیری قوت کے مالک ہیں۔

جب آپؒ قصبے میں پہنچے تو وہاں لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ آپؒ نے خیال کیا کہ ایسی حالت میں تو پیر صاحب کے ساتھ تخلیے میں کوئی بات یا تبادلۂ خیالات کرنا ناممکن سا ہے۔ آپ کچھ مایوس اور بددل ہو گئے اور سارا سفر بے کار سا نظر آنے لگا اور یہی سوچا کہ کسی طرح یہاں رات بسر کر کے واپس چلے جائیں گے۔ اسی دوران ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ پیر صاحب ایک بہت بڑے ہجوم کے جلو میں مسجد آئے اور امام کے پیچھے اگلی صف میں کھڑے ہو گئے۔ فقیر صاحبؒ بھی اتفاق سے اگلی ہی صف میں کھڑے تھے۔ جب امام نے سلام پھیرا تو وہاں کے مخصوص آداب کے مطابق پیر صاحب کے احترام کے طور پر لوگ اگلی صف کو بسرعت تمام چھوڑ کر پچھلی صفوں پر چلے گئے مگر فقیر صاحبؒ چونکہ ان کے اپنے وضع کردہ مخصوص آداب اور رسوم سے ناآشنا تھے اس لیے پہلی ہی صف میں کھڑے نماز ادا کرتے رہے۔ مگر آپؒ نے محسوس کیا کہ لوگ آپؒ کے بارے میں سرگوشیاں کر رہے ہیں اور آپؒ کی اس جسارت کو محسوس کر رہے ہیں اور برا منا رہے ہیں۔ مگر آپ نے اس کی چنداں پرواہ نہیں کی۔ اور دیدہ و دانستہ پہلی ہی صف میں پیر صاحب کے ساتھ نماز ادا کرتے رہے۔ پیر صاحب نماز ادا کرنے کے بعد ارادت مندوں کے ہجوم میں واپس چلے گئے اور فقیر صاحبؒ کو ان سے بات کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ اسی طرح وہ دن گزر گیا۔ صبح کو آپؒ نے واپسی کا ارادہ کر لیا تھا۔ خیال تھا کہ صبح کی نماز کے بعد واپس

Marfat.com

چلے جائیں گے۔ لیکن جب نماز سے فارغ ہوئے تو پیر صاحب کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ علما کے ایک حلقے میں بیٹھے ہوئے گفت وشنید کر رہے ہیں۔ فقیر صاحبؒ بھی وہاں چلے گئے کہ شاید گفتگو کا کوئی موقع مل جائے۔ وہاں پہنچ کر آپؒ نے دیکھا کہ اس حلقے میں بہت سے مولوی صاحبان مؤدب اور خاموش بیٹھے ہیں۔ پیر صاحب درمیان میں بیٹھے ہیں اور ایک بہت بڑی پرانی کتاب سامنے رکھے ہوئے ہیں اور حلقے سے بے نیاز ہو کر کتاب پر جھکے ہوئے ہیں اور اس کے مطالعہ میں مستغرق اور محو ہیں۔ فقیر صاحبؒ بھی اس حلقے میں ایک طرف خاموشی سے بیٹھ گئے۔ آپؒ اس وقت بالکل سادہ درویشوں کے لباس میں ملبوس تھے اور عالمانہ وضع قطع اور جبہ و دستار کے تکلفات سے بے نیاز تھے۔ پیر صاحب کافی دیر تک اس کتاب پر جھکے رہے پھر سر اٹھا کر اس سکوت کو توڑتے ہوئے مولوی صاحبان سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ یہاں اس کتاب میں فارسی کا ایک پیچیدہ سا شعر آ گیا ہے۔ میں نے خود تو اس پر کافی غور کر کے دیکھ لیا ہے مگر میری سمجھ میں اس کا مفہوم نہیں آ رہا۔ آپ صاحبان اسے دیکھ لیں۔ اگر کسی صاحب کی سمجھ میں اس کا مفہوم آ جائے تو ذرا اس کی وضاحت کر دے۔ یہ کہہ کر پیر صاحب نے کتاب اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک سفید ریش مولوی صاحب کے ہاتھوں میں تھما دی۔ اس مولوی صاحب نے اس شعر کو کئی بار زیرِ لب دہرایا مگر مفہوم ان کی سمجھ میں بھی نہ آیا۔ انہوں نے نفی میں سَر ہلا کر کتاب اپنے ساتھ والے دوسرے مولوی صاحب کے حوالے کر دی۔ دوسرے مولوی صاحب نے بھی اپنے دماغ پر کافی زور ڈالا مگر انہیں بھی کچھ پتہ نہ چل سکا۔ اسی طرح وہ کتاب گھومتے گھومتے ایک ایسے مولوی صاحب کے ہاتھ میں آ گئی جو فقیر صاحبؒ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جب ان مولوی صاحب نے بھی معذرت کا اظہار کیا تو فقیر صاحبؒ نے ان سے کہا ذرا مجھے بھی دکھائیے کیسا شعر ہے۔ مولوی صاحب نے کتاب آپؒ کے ہاتھوں میں دے دی۔ آپؒ نے وہ شعر پڑھا تو اس کی وضاحت کرنا آپکے لیے کوئی مشکل کام نہ تھا۔ چنانچہ آپؒ نے پیر صاحب سے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں اس کی تشریح اور وضاحت کیے دیتا ہوں۔ پیر صاحب پہلے تو آپکی ظاہری وضع قطع دیکھ کر حیران ہوئے پھر پُر مسرت لہجے میں بولے بڑی خوشی سے وضاحت کیجیے۔ پیر صاحب خود بھی عربی اور فارسی کے اچھے عالم تھے۔ دیگر مولوی صاحبان کی حیرت سے

آپ پر نظریں جم گئیں اور سراپا گوش بن گئے کہ دیکھیے یہ اجنبی اس شعر کی کیا اور کیسی تشریح کرتا ہے جس کی تشریح مولوی صاحبان کی پوری فوج نہ کر سکی اور جس کی سمجھ خود پیر صاحب کو بھی نہیں آئی۔ ایک سکوت سا چھا گیا۔ پھر جب فقیر صاحبؒ نے اپنے مخصوص پر اثر لہجے میں اس کی تشریح اور وضاحت فرمائی اور فقر و تصوف کے باریک نقاط بیان کیے تو خود پیر صاحب کی زبان سے کئی بار بے ساختہ مرحبا مرحبا کی آواز نکلی اور مولوی صاحبان بھی دم بخود رہ گئے۔ وہ شمس تبریزؒ کا یہ شعر تھا:

بہ درونِ تُست مصرے تُوئی نے شکر ستانش
چہ غمست اگر زبیرون مددِ شکر نداری

(یعنی خود تیرے اندر مصر کا ملک موجود ہے اور تو خود ہی اس ملک کے گنے کی پیداوار ہے۔ اگر تجھے باہر سے شکر کی مدد نہ ملے تو اس کی فکر نہ کر)۔ مطلب یہ ہے کہ تیرے اپنے اندر منبعِ نور اور مرکزِ تجلیات موجود ہے۔ تجھے خارج میں انوارِ الٰہی اور جلوۂ ذات تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ پہلے مصرے میں مصر اور شکر کی وضاحت کوئی مولوی نہیں کر سکتا تھا اور خود پیر صاحب بھی اس کو نہیں سمجھ سکے۔ اس کے علاوہ حروف بھی کچھ مدھم اور مٹے مٹے سے تھے۔ درسی کتب پڑھے ہوئے مولوی صاحبان کا یہ خاصا ہوتا ہے کہ جو کچھ انہوں نے پہلے سے پڑھا ہوتا ہے صرف اسی کو سمجھ سکتے ہیں۔ کوئی نئی چیز سامنے آجائے تو ان کا علم جواب دے جاتا ہے۔ پیر صاحب نے جرح کی اور کہا کہ ''مصرے'' اور ''شکر'' کی کیا مناسبت ہے۔ فقیر صاحبؒ نے انہیں بتایا کہ یہاں ''شکر'' کو نور سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ شکر (کھانڈ) نور کی طرح سفید ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ لفظ مصر جو ایک ملک کا نام ہے اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ مصری (نبات) اور شکر پہلے پہل مصر کے ملک میں بنائی گئی تھی اور اسی لیے مصر کی مناسبت سے اسے مصری کہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ تیرے اندر خود وہ مرکز یعنی مصر موجود ہے جہاں شکر پیدا ہوتی ہے اور بنتی ہے۔ یعنی جس نور اور تجلی کی تو تلاش اور جستجو کرتا ہے اس کا مرکز خود تیرے اندر موجود ہے تجھے کیا ضرورت ہے کہ اسے آفاق میں تلاش کرتا پھرتا ہے۔ اس تشریح اور توضیح سے پیر صاحب بہت خوش ہوئے اور انہوں نے آپؒ کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھا لیا اور بہت دیر تک نام، مقام اور مشائخ اور سلسلے کے متعلق پوچھتے رہے اور

Marfat.com

مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ پھر نماز میں از خود ساتھ کھڑے ہونے کو کہتے رہے۔ وہاں کے لوگ یہ ماجرا دیکھ کر حیران ہوتے تھے کہ اس اجنبی کی اس قدر پزیرائی کیوں ہو رہی ہے۔ اسی دن پیر صاحب نے آپ کو اپنی قیام گاہ پر بطور مہمانِ خصوصی ٹھہرا لیا۔ اسی دن جب فقیر صاحبؒ وہاں لیٹے ہوئے تھے کہ آپ کو نیند آ گئی۔ آپؒ نے واقعے میں دیکھا کہ پیر صاحب آپؒ پر اپنی تسخیر کا دام ڈالنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں اور کسی مؤکل کو آپؒ پر مسلط کر رہے ہیں۔ مگر آپؒ نے ایک کاری ضرب لگا کر اس کو دور جھٹک دیا۔ جس سے وہ چیز لڑکھڑاتی ہوئی بہت دور جا پڑی اور دوبارہ نمودار نہیں ہوئی۔ معاً آپؒ کی آنکھ کھلی تو دیکھا پیر صاحب بالکل سامنے چارپائی پر بیٹھے اور آپؒ کی طرف توجہ کیے ہوئے کچھ پڑھ رہے تھے۔

جب فقیر صاحبؒ نے انہیں اس حال میں دیکھا تو انہوں نے کھسیانے ہو کر منہ پھیر لیا۔ اس کے بعد آپؒ وہاں سے رخصت ہو کر واپس آ گئے۔ آپؒ نے فرمایا کہ ان پیر صاحب کے پاس صرف تسخیر کا حربہ اور ہتھیار تھا۔ فقر کی متاعِ عزیز نام کو نہ تھی۔

مجید جن کا واقعہ

یہ ان ایام کا واقعہ ہے کہ جب آپؒ پرانے دربار پر بال بچوں سمیت قیام پذیر تھے۔ وہاں ایک اجنبی آیا جو اپنا نام عبدالمجید بتاتا تھا۔ وہ اکثر آپؒ کی صحبت میں بیٹھا رہتا تھا اس نے آپؒ کو بتایا کہ میں یہاں آپؒ سے کچھ حاصل کرنے آیا ہوں۔ پھر چند دن بعد اس نے آپؒ سے درخواست کی کہ مجھے سورۂ مزمل مع موکلات پڑھنے کا طریقہ بتا دیجیے۔ آپؒ نے کئی بار اسے ٹال دیا مگر جب اس نے بار بار اصرار کیا تو آپؒ نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارا اس سے مقصد کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس کے ذریعے جنات کے بادشاہ سے سلیمانی ٹوپی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آپؒ نے اسے سمجھایا کہ یہ خام اور فضول خیال دل سے نکال دو۔ سلیمانی ٹوپی حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہ محض مفروضے اور قصے کہانیاں ہیں۔ مگر اس نے بات نہیں مانی اور اپنے اصرار اور مطالبے سے باز نہ آیا۔ کہنے لگا سلیمانی ٹوپی کا ذکر سیف الملوک کے قصے میں ہے۔ اسے پریوں نے یہ ٹوپی لا کر دی تھی جس کی وجہ سے وہ انسانی نظروں سے اوجھل ہو کر پریوں کی دنیا میں جا شامل ہوا تھا۔ آپؒ نے اسے بتایا کہ یہ بھی فرضی اور من گھڑت قصہ اور کہانی ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اس پر اعتبار نہ

کرو۔ مگر اس نے کہا آپؒ مجھے سورۂ مزمل مع موکلات اور اس کا مکمل طریقہ بتلا دیں۔ میں جانوں اور میرا کام جانے۔ جب آپؒ نے دیکھا کہ وہ کسی طرح باز نہیں آتا تو اس سے کہا اچھا میں کسی وقت یہ چیز مکمل طور پر لکھ کر تمہیں بتا دوں گا۔ چند دن صبر کرو۔ اس پر وہ مطمئن ہو گیا اور آپ کی خدمت کرتا رہا۔

عبدالمجید کی شکل کچھ عجیب وغریب قسم کی تھی۔ اس کی آنکھیں بالکل مٹیالی اور خاکستری رنگ کی تھیں جو انسانی آنکھوں سے مشابہ نہ تھیں اور چہرے کا رنگ بھی کچھ عجیب سا تھا۔ اور اس کا اصرار بھی انوکھا تھا۔ اس سلسلے میں وہ کوئی دلیل ماننے کو تیار نہ تھا بلکہ اپنی بات پر قائم تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ جنّات کی دنیا سے ہو کر آیا ہو اور اسے کامل یقین ہو کہ یہ کام ہو سکتا ہے۔

ایک رات فقیر صاحبؒ عشا کے وقت دربار سے باہر ایک غسل خانے میں طہارت کی غرض سے گئے اس وقت کافی اندھیرا تھا جب باہر نکلے تو یک لخت اور بے اختیار طور پر لرز گئے۔ ایک سایہ اور ہیولہ آپؒ کے سامنے نمودار ہوا۔ آپؒ نے پوچھا کون ہو۔ جواب میں ایک بڑی عاجزانہ اور نرم سی آواز آئی ''جی میں عبدالمجید ہوں''۔ فقیر صاحبؒ نے کہا کم بخت تم آدمی ہو یا جن۔ ایسا پر تو جنات کا ہوا کرتا ہے۔ عبدالمجید بڑی بھرائی ہوئی آواز میں بولا: ''حضور مجھ میں تو کوئی ایسی غیر معمولی بات نہیں ہے۔''

اس واقعے کے بعد فقیر صاحبؒ کو اس کے متعلق یقین ہو گیا کہ وہ دراصل آدمی نہیں کوئی جن ہے۔ مگر آپؒ نے کسی کے سامنے اس بات کا اظہار نہیں کیا کہ مبادا کوئی اسے تنگ اور پریشان کرے اور نہ ہی خود عبدالمجید سے اس سلسلے میں کچھ کہا۔

اسی اثنا میں فقیر صاحبؒ بال بچوں سمیت کلاچی جانے کو تیار ہو گئے اور اپنا سامان وغیرہ باندھ کر کجاؤں کے ذریعے اونٹ پر روانہ ہوئے۔ ان دنوں لوگ عموماً اونٹوں پر آیا جایا کرتے تھے۔ عبدالمجید کو جب علم ہوا کہ فقیر صاحبؒ اپنے وطن کلاچی جا رہے ہیں تو وہ بھاگا ہوا آیا اور ساتھ ہو لیا۔ کہنے لگا میں بھی آپ کے ساتھ کلاچی چلتا ہوں۔ وہاں خدمت کرتا رہوں گا اور آپ سے سورۂ مزمل کا طریقہ بھی سیکھ لوں گا۔ آپؒ پریشان ہو گئے اور سوچا کہ اگر یہ آدمی جو شاید جن ہے ہمارے ساتھ چلا گیا تو ممکن ہے کلاچی میں آس پاس کے

چھوٹے بچے رات کے اوقات میں اس کے پرتو سے ڈر جائیں اور انہیں کچھ ہو جائے تو معاملہ خراب ہو جائے گا۔ راقم الحروف کی والدہ محترمہ نے بھی جو اس وقت ساتھ تھیں یہی مشورہ دیا کہ اسے کلاچی ساتھ لے جانا ٹھیک نہیں کیونکہ وہ بھی اس راز سے آگاہ تھیں۔ چنانچہ فقیر صاحبؒ نے اس سے کہا تم یہیں دربار شریف ٹھہرے رہو۔ میں بال بچوں کو کلاچی پہنچا کر بہت جلد واپس آ جاؤں گا۔ پھر فارغ ہوں گا اور تمہارا کام کر دوں گا۔ اس پر عبدالمجید مایوسی کے عالم میں واپس لوٹ گیا۔ فقیر صاحبؒ کلاچی گئے تو وہاں دو تین ماہ لگ گئے۔ اس کے بعد جب دربار شریف واپس آئے تو عبدالمجید موجود نہ تھا۔ کہیں چلا گیا تھا۔ ان دنوں حافظ موسیٰ صاحب دربار شریف پر درسِ حفظِ قرآن دیا کرتے تھے۔ اُن سے اور کچھ دوسرے درویشوں سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ عبدالمجید تو آدمی نہیں تھا کوئی بلا تھا اور کوئی جن تھا۔ اس نے تو ہم سب کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ حافظ موسیٰ صاحب نے بیان کیا کہ ایک رات جب بارش ہو رہی تھی تمام طالب علم سرکنڈوں کی ایک طویل منّی پر سو رہے تھے۔ طالبوں کی تعداد پچاس ساٹھ کے قریب تھی اور وہ سب ایک قطار میں لیٹے پڑے تھے۔ منّی کے ایک سرے پر ایک چھوٹے سے جالے میں مٹی کا چراغ جل رہا تھا۔ جب کافی دیر ہو گئی تو طالبوں سے کہا گیا کہ وہ چراغ گل کر دیں مگر کوئی بھی سستی اور سردی کے باعث اٹھتا نہیں تھا۔ سب ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ تم بجھا دو یا فلاں بجھا دے۔ عبدالمجید منّی کے دوسرے سرے پر سویا پڑا تھا اور چراغ سے کافی دور تھا۔ درمیان میں پچاس ساٹھ طالب علم پڑے تھے۔ جب کوئی بھی اٹھنے کو تیار نہ ہوا تو عبدالمجید نے کہا لو میں بجھا دیتا ہوں۔ چنانچہ سب نے دیکھا اس نے وہیں پڑے پڑے ہاتھ لہرایا اور چراغ بجھ گیا۔ یہ ماجرا دیکھ کر تمام طالب علم دم بخود اور حیران رہ گئے اور اس عجیب اور غیر معمولی بات سے گھبرا گئے۔ مگر کسی نے کچھ نہیں کہا۔ عبدالمجید چراغ سے اس قدر دور تھا کہ ہاتھ کے اشارے سے اسے بجھانا کسی طرح بھی ممکن نہیں تھا۔ چراغ صرف اس طرح بجھایا جا سکتا تھا کہ کوئی اٹھ کر اس کے قریب جائے اور اسے پھونک مار کر بجھائے۔ دوسرے دن طالبوں میں اس بات پر چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ سب یہی کہتے تھے کہ اس آدمی کے اندر کوئی مافوق الفطرت طاقت ضرور موجود ہے۔

دوسری عجیب بات یہ دیکھی گئی کہ عبدالمجید کھانے کے اوقات میں لنگر پر روٹی لینے نہیں جاتا تھا بلکہ عین کھانے کے وقت اپنے حجرے میں بیٹھ کر اندر سے دروازے بند کر لیتا تھا۔ باقی تمام درویش دونوں وقت لنگر پر دال روٹی لینے جایا کرتے تھے۔ کیونکہ وہاں لنگر کے علاوہ کھانے کا اور کوئی بندوبست نہیں تھا۔ اس پر کچھ درویشوں نے اس بات کی تحقیقات شروع کر دی کہ وہ عین کھانے کے وقت اپنے حجرے میں بیٹھ کر کیا کرتا ہے۔ چنانچہ کئی درویشوں نے اس کے حجرے کی کواڑوں کی درزوں سے چھپ چھپ کر جھانکا اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ عبدالمجید نے حجرے کے ایک گوشے میں ایک مٹی کا لوٹا رکھا ہوا تھا۔ جس پر سیاہ رنگ کا ایک کپڑا لپٹا ہوا تھا۔ کمرے کے دروازے بند کر کے وہ لوٹا اٹھا کر اپنے سامنے رکھ لیتا تھا اور لوٹے پر سے کپڑا ہٹا لیتا تھا اور اس طرح بیٹھے بیٹھے کھانے کا وقفہ گزار کر باہر نکل آتا تھا۔ لوٹے کے اندر صرف ہڈیاں، کوئلے کے ٹکڑے اور خشک گوبر کے ڈھیلے نظر آتے تھے۔ اس سے بھی درویشوں کو بڑی حیرانی ہوئی اور انہیں یقین ہو چلا کہ یہ ضرور کوئی جن ہے انسان نہیں۔ کیونکہ ایک حدیث میں انہوں نے سن رکھا تھا کہ کوئلہ، ہڈیاں اور گوبر جنات کی خوراک ہے ان تینوں پر پیشاب نہیں کرنا چاہیے۔

تیسرا عجیب واقعہ یہ بیان کیا گیا کہ ایک شام جب طلبہ اپنے مشترکہ سامان کے کمرے میں سے بستر اور چٹائیاں نکال رہے تھے تو اندھیرے میں انہیں سانپ کی پھنکار سنائی دی اس سے تمام طلبہ گھبرا کر باہر نکل آئے۔ کوئی بھی اندر جانے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ اس طرح کمرے کے دروازے پر طلبہ اور دوسرے درویشوں کا ہجوم ہو گیا سب نے لاٹھیاں اٹھائی ہوئی تھیں کہ سانپ باہر آئے تو اس کا کام تمام کر دیں مگر اندر جانے کی ہمت کسی میں نہیں تھی۔ اسی اثنا میں عبدالمجید دور سے نمودار ہوا۔ طلبہ کے ہجوم کو حجرے کے دروازے پر دیکھ کر پوچھنے لگا کہ کیا معاملہ ہے۔ اسے بتایا گیا کہ کمرے کے اندر ناگ پھنکار رہا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ آؤ دیکھا نہ تاؤ معا لپک کر حجرے کے اندر گھس گیا۔ طلبہ شور مچاتے رہ گئے کہ اندر مت جاؤ ناگ ڈس لے گا۔ مگر اس نے کسی کی نہ سنی اور آنِ واحد میں ناگ کو پکڑے ہوئے بجلی کی سی تیزی سے باہر آ گیا۔ ایک بہت بڑا مشکی ناگ اس کے ہاتھوں سے پیروں تک لٹک رہا تھا اور بل کھا رہا تھا۔ اس نے سب کو لہراتا ہوا سانپ دکھا کر کہا بس اس حقیر کیڑے

سے اس قدر ڈر رہے تھے۔ پھر اس نے حاضرین سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ کسی کے پاس منہ میں رکھنے والی نسوار ہے تو دے دے۔ ایک آدمی نے اسے نسوار کی چٹکی دی۔ نسوار لے کر اس نے سانپ کے منہ میں چھڑک دی اور اسے پھینک دیا۔ سانپ نے اسی وقت تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیا۔

ان واقعات کے بعد تو ہر جگہ اور ہر حجرے میں عبدالمجید کے خوارق عادات کے چرچے ہونے لگے اور تمام لوگ یہی کہتے تھے کہ عبدالمجید جن ہے۔ چنانچہ دوسرے ہی دن عبدالمجید کہیں غائب ہو گیا اور پھر اسے کسی نے نہیں دیکھا۔ حضرت فقیر صاحبؒ کہا کرتے تھے کہ وہ واقعی جن تھا اور اس نے جو کچھ بیان کیا تھا اس میں صداقت تھی۔ وہ تین ماہ تک میرا انتظار کرتا رہا اور میرے متعلق ہر روز درویشوں سے پوچھتا رہا کہ فقیر صاحبؒ کب واپس تشریف لائیں گے لیکن جب میں نے زیادہ دن لگا دیئے اور اس کا راز بھی آشکارہ ہو گیا تو وہ مایوس ہو کر چلا گیا اور پھر واپس نہیں آیا۔

دعوت کلید کا حصول

آپؒ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت سے بعض سعادت منداصحاب کے وجود میں ایک ایسی پاک نوری لطیف شخصیت پیدا ہو جاتی ہے جس سے وہ باطن کی لطیف غیبی دنیا میں طیر سیر کرتے ہیں۔ اسے لطیفہ کہتے ہیں۔ عارف کامل جب اس لطیفے کی زبان سے ذکر کرتا ہے یا قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے تو اس لطیف زبان کے ذکر اور دعوتِ قرآن سے اس لطیف غیبی دنیا کا دروازہ کھولنے کی کلید اور کنجی بن جاتی ہے اور عارف کامل اس لطیف عالم اور غیبی دنیا میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس ضمن میں آپؒ نے اپنا ایک واقعہ عرفان حصہ دوم میں یوں لکھا ہے کہ ”میں نے جب سورۂ مزمل کی دعوت پڑھنی شروع کی تو مزار حضرت سلطان العارفینؒ پر ہر رات مخصوص تعداد میں سورۂ مزمل پڑھتا رہا۔ ایک دن توفیقِ ایزدی سے میں نے ترکِ دنیا اور ایثارِ نفس کا ایک خاص مظاہرہ کیا۔ جس سے حضرت سلطان العارفینؒ کی روحِ پرفتوح خوش ہوئی۔ اس رات حسبِ معمول جب میں نے مزار مبارک کے پاس کھڑے ہو کر سورۂ مزمل کی دعوت پڑھی اور واپس آ کر اپنی جگہ پر لیٹ گیا تو میں نے باطن میں دیکھا کہ میرے جسمِ عنصری سے ایک لطیف جسم باہر نکل آیا اور باہر نکلتے ہی اس

Marfat.com

نے اپنی لطیف زبان سے ایک دفعہ درود شریف پھر سورۂ فاتحہ اور پھر درود شریف ادا کیا۔اس طرح سورۂ فاتحہ پڑھتے ہی مجھ پر ایک عالمِ غیب کا دروازہ کھل گیا۔ میں نے دیکھا کہ میرا وہ لطیف جسم بقائمی تمام ہوش وحواس غیب کی دنیا میں داخل ہو گیا۔اس وقت میں نے دیکھا کہ میرے نیچے کوئی سواری ہے۔اُس سواری نے مجھ سے کہا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ میں نے جواب دیا حضرت سلطان باہوؒ سے ملنے کا اشتیاق ہے۔اس پر وہ سواری مجھے اوپر کی طرف اڑا کر لے گئی اور میں مختلف مقامات سے گزر کر ایک بالا خانے پہنچا جس کے تین سبز رنگ کے دریچے تھے۔ان میں سے درمیان والے دریچے کے سامنے لا کر مجھے کھڑا کر دیا اور خود وہ سواری اس دریچے کے اندر داخل ہو گئی۔تھوڑی دیر میں دریچہ کھل گیا اور اس میں سے ایک چاند جیسے نہایت نورانی چہرے والے بزرگ نمودار ہوئے۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرائے۔ان کی مسکراہٹ سے وہ سارا مکان روشن ہو گیا۔میں نے ان پر سلام کہا۔انہوں نے سلام کا جواب دیا اور مجھے واپسی کی اجازت فرمائی۔اس کے بعد وہ باطنی سواری مجھے وہاں سے اڑا کر واپس لے آئی۔ جب میں اپنے جسم عنصری کے قریب پہنچا تو اسے بدستور بے حس وحرکت محوِ خواب پایا۔پھر میرا باطنی لطیف جثہ اپنے جسم عنصری کے اندر داخل ہوا اور اسے لباس کی طرح پہن لیا۔ عالمِ غیب کی اس باطنی طیر سیر کے وقت میرے تمام ہوش و حواس بالکل بجا تھے اور میں پوری طرح عالم بیداری میں تھا۔خواب وخیال کا اس میں مطلق شائبہ تک نہ تھا۔اس طرح مجھے دعوت سورۂ مزمل کی ظاہری اور سورۂ فاتحہ کی باطنی غیبی مفتاح اور کلید حاصل ہو گئی۔اس کے بعد جب کبھی کسی روحانی اہلِ قبر کی قبر پر رات کو جا کر سورۂ مزمل کی دعوت پڑھ کر مراقبہ کرتا یا سو جاتا تو میرا باطنی لطیفہ حسبِ سابق باطنی زبان سے ایک دفعہ درود شریف ، بعدہٗ سورۂ فاتحہ اور پھر درود شریف پڑھ کر جسمِ عنصری سے باہر آ جاتا اور بحرِ عالمِ غیب میں ڈوب جاتا اور اہلِ قبر روحانی ملاقی ، ہم سخن اور ہم کلام ہو جاتا اور میں اس روحانی سے اپنے مقاصد ومطالب میں استمداد کرتا، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اور اپنے روحانی مربّی اور باطنی پیشوا کی جناب سے سورۂ مزمل اور سورۂ فاتحہ کی کلید اور مفتاحِ غیب کے حصول سے قبل کئی مرتبہ مزاروں پر سورۂ مزمل اور سورۂ فاتحہ پڑھتا رہا لیکن رسمی اور ظاہری زبانی تلاوت سے نہ کبھی باطنی اور غیبی دروازے کھلے اور نہ ہی روحانی سے ملاقات ہوئی۔

Marfat.com

اس طرح رسمی رواجی اور ظاہری زبانی طور پر اگر کوئی شخص تمام عمر کسی روحانی کی قبر پر دعوت قرآن اور فاتحہ پڑھے اس کی ہرگز روحانی سے ملاقات نہیں ہوتی اور نہ بغیر عطائے کلیدِ دعوت کسی پر عالمِ غیب کے دروازے کھل سکتے ہیں۔ تمام قرآنی سورتیں، آیات اسماء الحسنٰی، اسم اللہ ذات، کلمہ طیبہ اور دیگر کلمات طیبات عالمِ غیب کے لیے مفاتیح اور کلیدات کا حکم رکھتے ہیں"۔

"کُن" کی کنجی کا حصول

عرفان حصہ اوّل میں آپؒ نے اپنا ایک اور واقعہ ان الفاظ میں لکھا ہے کہ "ایک دفعہ مجھے اثنائے سلوک میں چند روز علمِ جفر سیکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ ان دنوں میں اپنے روحانی مربّی حضرت سلطان العارفینؒ کے مزارِ پرانوار پر مقیم تھا۔ ایک رات میں نے واقعے میں دیکھا کہ حضرت کی خانقاہ پر لمبی شیروانی پہنے ہندوستانی وضع کے ایک لمبے قد والے بزرگ تشریف لائے ہیں۔ لوگ ان کی طرف انگلیوں سے اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ یہ شخص آج کل دنیا میں سب سے بڑے جفّار یعنی علمِ جفر کے ماہر ہیں۔ وہ بزرگ میرے پاس آئے۔ جب میں ان کو سلام کر کے ملا تو انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ کا ارادہ علمِ جفر سیکھنے کا ہے؟ میں نے کہا ہاں میرا خیال تو ہے کہ میں علمِ جفر سیکھ لوں۔ اس بزرگ نے کہا آیئے تاکہ میں سارا علمِ جفر آپؒ کو سکھا دوں۔ چنانچہ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر حضرت سلطان العارفینؒ کے مزار اور مسجد کے سامنے بڑے چبوترے پر لے گئے۔ جہاں ایک بڑی الماری کھڑی تھی۔ اُس بزرگ نے جب الماری کا دروازہ کھولا تو اس میں ایک بڑی لوح یعنی ایک عجیب و غریب منقش تختہ نمودار ہوا۔ جس میں جلی قلم سے رنگ برنگ خوشخط ابجد کے حروف مرقوم تھے۔ اور نیز اس میں اپنے اپنے مناسب مقامات پر بارہ بروج اور سات ستاروں کے نام لکھے ہوئے تھے اور ان پر ستار کی طرح آر پار تاریں لگی ہوئی تھیں۔ غرض قدرت کا ایک نہایت خوشنما نقشہ تھا جو اس الماری میں جگمگا رہا تھا۔ اس بزرگ کے ہاتھ میں ایک چھڑی (پوائنٹر) تھی جس سے انہوں نے اس تختے کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ وہ لوحِ قدرت ہے جس میں تمام علمِ جفر مندرج ہے۔ اب دیکھیے میں اس سے ایک عمل کر کے آپ کو دکھاتا ہوں۔ بعدہٗ آپ کو یہ سارا علم سکھا دوں گا۔ اُس وقت میں نے دیکھا ایک آٹھ دس سال کا

Marfat.com

لڑکا سامنے کھڑا تھا۔ اس بزرگ نے فرمایا دیکھیے میں علمِ جفر کے ذریعے اس لڑکے کو گم کرتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اپنے ہاتھ کی چھڑی اس لوح کی ایک تار پر دے ماری جہاں عطارد کا لفظ مرقوم تھا۔ اس سے ایک عجیب آواز نکلی۔ میں نے دیکھا وہ لڑکا غائب ہو گیا۔ تب وہ میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے آئیے میں آپ کو سارا علمِ جفر القا کر دوں۔ چنانچہ وہ مجھے چبوترے کی طرف لے گئے۔ جہاں اب تالاب بنا ہوا ہے۔ انہوں نے ایک ہاتھ سے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور دوسرا ہاتھ اپنی داڑھی پر رکھ کر آنکھیں بند کر لیں اور مجھے توجہ دینے لگے۔ عین اسی وقت میں نے دیکھا حضرت سلطان العارفینؒ اپنے مزارِ مقدس سے گھوڑے پر سوار نورانی چہرے اور حنائی ریش مبارک کے ساتھ نمودار ہوئے اور مجھے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے بلا لیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا گویا میں اڑ کر حضور کے پاس پہنچا۔ آپؒ نے گھوڑے سے اتر کر میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: ''بیٹا! علمِ جفر حساب کتاب اور بکھیڑوں کا کام ہے۔ آ تا کہ میں تجھے ایک جامع اور بہترین علم سکھا دوں''۔ میں نے عرض کیا کمال ذرہ نوازی ہوگی۔ تب آپؒ نے فرمایا دیکھو وہ لڑکا جو علمِ جفر کے ذریعے گم ہو گیا ہے میں ایک نظر سے اُسے دوبارہ پیدا کرتا ہوں۔ اس وقت میں نے حضور کے چہرۂ مبارک کی طرف نگاہ ڈالی تو میں نے دیکھا کہ آپؒ کی آنکھوں کے اوپر یعنی دونوں ابروؤں کے برابر حرف 'ک' اور حرف 'ن' نوری آفتابی رنگ سے مرقوم تھا اور وہ ستاروں کی طرح چمک دمک دکھا رہے تھے۔ جب آنحضرتؒ نے اس زمین پر نگاہ ڈالی جہاں وہ لڑکا غائب ہوا تھا تو آپؒ کی آنکھوں سے ایک شعلہ نکلا اور اس زمین پر نوری حروف سے لفظ 'کن' مرقوم نظر آیا۔ اس وقت ایسا معلوم ہوا کہ اس زمین میں حرکت آ گئی ہے اور اس پر سے پے در پے پردے اٹھ رہے ہیں اور پھر وہ لڑکا ایک دم نمودار ہو گیا۔ آنحضرتؒ نے فرمایا کیا یہ علم، علمِ جفر سے بہتر نہیں ہے۔ میں نے عرض کی جناب یہ تو اعلیٰ ترین علم ہے۔ اس پر حضورؒ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا آؤ میں تمہیں یہ علم بھی عطا کر دوں۔ چنانچہ اس عاجز کو وہ خانقاہ کے اندر لے گئے۔ اس وقت مجھے اپنا چہرہ نظر آیا اور مجھے اپنی آنکھوں کے اوپر اور ابروؤں کے برابر بعینہٖ آنحضرتؒ کی طرح حرف 'ک' اور حرف 'ن' نوری آفتابی رنگ سے مرقوم نظر آئے۔ اس کے بعد جب بھی میں کسی کام کی طرف خیال کرتا تھا تو اس کام کے ہونے والے محل اور مقام پر لفظ 'کن' مرقوم نظر آتا تھا اور وہ کام اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کے فضل وکرم اور اپنے مربیّ کی نظرِ عنایت سے تکمیل پذیر ہوتا ہوا نظر آتا تھا اور بعدہٗ سب کام اپنے اپنے وقت پر نہایت آسانی سے باحسن وجوہ تکمیل تک پہنچتے"۔

ہندو کی زبان پر کلمہ کا اجرا

ایک دفعہ آپؒ ملتان گئے اور ایک سرائے میں شب باش ہوئے۔ آپؒ کے چھوٹے بھائی حافظ صالح محمد صاحبؒ بھی آپؒ کے ساتھ تھے جو آپؒ کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ سرائے میں جو چارپائی آپ کو ملی اس کے سرے کی جانب ایک ہندو سویا ہوا تھا اور اس کے پاؤں آپ کی طرف ہوتے تھے۔ جب آپؒ اپنی چارپائی پر لیٹ گئے تو حافظ صالح محمد صاحب کو یہ بات ناگوار گزری۔ وہ یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ ایک ہندو کے پاؤں آپؒ کے سر کی جانب ہوں۔ حافظ صاحب نے کہا کہ میں اس ہندو سے اٹھنے کو کہتا ہوں۔ مگر آپؒ نے کہا جانے دو۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ ایک مسافر خانہ ہے۔ ہم بھی مسافر ہیں وہ بھی مسافر ہے۔ رین بسیرا ہے کرلیں گے۔ رات کی بات ہے گزر جائے گی۔ مگر حافظ صاحب نہ مانے اور انہوں نے اس ہندو سے کہہ دیا کہ تم مہربانی کر کے چارپائی کا رخ تبدیل کرلو۔ مگر ہندو نے انکار کر دیا۔ اس پر آپؒ نے حافظ صاحب کو مزید تکرار سے منع کر دیا اور سب سو گئے۔ رات گئے جب فقیر صاحبؒ تہجد کے لیے اٹھے تو وضو کر کے اپنی چارپائی کے ساتھ ایسے زاویے پر تہجد پڑھنے کھڑے ہو گئے کہ آپؒ کی نظر اس ہندو کے چہرے پر پڑتی تھی۔ سرائے میں چراغ ٹمٹما رہا تھا جس سے ہندو کا چہرہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ ہندو گہری نیند سویا ہوا تھا۔ جب آپؒ نیت باندھتے تو آپؒ کی نظر ہندو کے چہرے پر پڑ جاتی تھی۔ اس طرح جب چند مرتبہ آپؒ کی نگاہ اس ہندو کے چہرے پر پڑی تو اچانک نیند کی حالت میں ہندو کی زبان پر کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ جاری ہو گیا۔ حافظ صاحب بھی بیدار ہو گئے اور یہ عجیب و غریب تماشہ دیکھنے لگے۔ ہندو کی بھی اپنی آواز پر نیند کھل گئی۔ جب اسے احساس ہوا کہ اس کی زبان پر کلمہ جاری ہے تو اس نے زبان کو روکنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ کلمہ بے اختیار اور بے ساختہ جاری تھا۔ آخر اس نے گھبرا کر اور پریشان ہو کر چارپائی چھوڑ دی اور باہر بھاگ نکلا مگر کلمے کی آواز دور تک اندھیاروں میں گونجتی ہوئی سنائی دیتی رہی۔

Marfat.com

حافظ صالح محمد صاحب بڑے نیک انسان تھے۔انھوں نے دربار شریف پر حافظ موسیٰ صاحب سے قرآن حفظ کیا تھا۔ غالباً ۱۹۳۲ء میں دربار شریف سے اونٹ کے کچاوے پر واپس کلاچی لوٹ رہے تھے کہ لیہ کے قریب اونٹ بدک گیا اور آپ کچاوے سے گر پڑے جس سے ان کی ریڑھ کی ہڈی میں سخت چوٹ آئی۔ان کا نچلا دھڑ شل ہوگیا اور وہ چھ سات سال صاحب فراش رہے۔ ۱۹۳۹ء میں جب ان کا انتقال ہوا تو نزع کے وقت فقیر صاحبؒ ان کے پاس موجود تھے۔آپ نے ان کے پاس سورۂ یٰسین پڑھی۔ان کے انتقال کے دوسرے دن فقیر صاحبؒ نے واقعہ میں دیکھا کہ حافظ صاحب ایک نہایت مشکل امتحان دے رہے ہیں جسمیں سوالات کا جواب ان سے کسی طرح بن نہیں پا رہا۔فقیر صاحبؒ نے اس وقت ان کے تمام سوالات باطنی طور پر حل کر دیئے اور وہ اس مشکل امتحان میں کامیاب ہو گئے۔

ایک دفعہ کلاچی سے باہر سفر پر جاتے ہوئے حافظ صالح محمد صاحب ڈیرہ اسماعیل خان تک فقیر صاحبؒ کے ہمراہ گئے۔ کچھ دن ڈیرہ قیام کرنے کے بعد فقیر صاحبؒ لاہور چلے گئے اور حافظ صاحب کو یہ تاکید کی کہ مجھے گھر کا حال ضرور لکھنا کیونکہ گھر میں کچھ پریشانی تھی۔ پانچ چھ دن گذر گئے مگر حافظ صاحب کسی مصروفیت کے باعث کلاچی نہ جا سکے اور نہ ہی فقیر صاحبؒ کو گھر کے حالات سے آگاہ کر سکے۔آخری رات جب اگلے دن انہوں نے کلاچی جانا تھا انہوں نے نیم بیداری کی حالت میں دیکھا کہ فقیر صاحبؒ نے ان کے کان میں غصے سے کہا: ''صالح محمدؐ! تم نے ابھی تک مجھے گھر کے متعلق اطلاع نہیں دی۔ گھر پہنچ کر پر مجھے جلد تفصیل کے ساتھ خط لکھو۔'' حافظ صاحب چونک پڑے اور گھبرا کر اُٹھ بیٹھے۔انہوں نے یہی سمجھا کہ شاید فقیر صاحبؒ سچ مچ تشریف لے آئے ہیں لیکن جب آنکھیں مل کر دیکھا تو وہاں اُن کے سوا کوئی نہ تھا۔حافظ صاحب نے اسی دن گھر پہنچنے پر پہلی فرصت میں آپؒ کو ایک مفصل خط لکھ بھیجا۔ کچھ عرصہ بعد جب فقیر صاحبؒ واپس لوٹے تو انھوں نے حافظ صاحب سے دریافت کیا کہ کیا میرا پیغام تمہیں مل گیا تھا؟

انبیائے کرام سے روحانی ملاقات

عرفان حصہ اوّل میں آپؒ نے ایک روحانی واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

Marfat.com

"ایک دفعہ میں نے واقعے میں دیکھا کہ ایک بہت بڑی پکی مسجد ہے جس میں حضرت سرورِ کائنات ﷺ امامت فرما رہے ہیں اور چند انبیا اور اصحابِ کبار حضور ﷺ کے پیچھے مقتدی بن کر نماز ادا کر رہے ہیں۔ اس نماز میں ایسی لذت آ رہی ہے کہ ہم تمام انتہائے وجد و سرور میں کھڑے جھوم رہے ہیں۔ جب آنحضرت ﷺ نماز پڑھ چکے تو قبلہ رو ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ حضور ﷺ دعا سے فارغ ہوئے تو اس فقیر نے اٹھ کر درخواست کی یا حضرت ﷺ! اس جماعت میں صرف چند انبیا اور اصحابِ کبار موجود ہیں۔ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائیں کہ مجھے تمام انبیا کی زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل ہو جائے۔ حضور ﷺ نے دوبارہ اپنے دستِ مبارک دعا کے لیے اٹھائے۔ میں نے دیکھا میں مسجد کے باہر والے چبوترے میں قبلہ رخ کھڑا ہوں اور دائیں طرف سے تمام انبیائے کرام ایک قطار میں میری طرف آ رہے ہیں اور مجھ سے مصافحہ کر کے گزر رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے ہر نبی کو آنحضرت ﷺ کے طفیل قدرت کی الگ الگ شان اور آن اور اپنی اپنی صفت کے علیحدہ رنگ ڈھنگ اور حسنِ اعمال و افعال کی جدا چال اور حال میں دیکھا۔

ایک عرب خطیب کی حضرت علیؓ سے مشابہت

حیدر آباد دکن میں جس دن ہم نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لیے مکہ مسجد گئے تھے اس مسجد کا خطیب ایک عرب تھا جو نہایت قوی الجثہ تھا۔ اس کی گھنی سیاہ و سفید داڑھی اور پر رونق گول چہرہ تھا۔ جب وہ منبر پر آیا اور عربی لہجے میں خطبہ پڑھنا شروع کیا تو آپؒ نے مجھے بتایا کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی باطن میں بالکل یہی شکل و صورت دیکھی ہے۔ اس خطیب کی شکل و صورت حضرت شیرِ خدا سے ملتی جلتی ہے۔ اس کا لب و لہجہ بھی اسی طرح ہے۔ مگر آواز میں تھوڑا سا فرق ہے۔ حضرت علیؓ کی آواز نسبتاً زیادہ گرجدار تھی۔

حضرت علیؓ کی فضیلت

جن دنوں آپ کتاب "مخزن الاسرار" لکھ رہے تھے تو ایک موقعہ پر بہ سبب غلبۂ محبت اہل بیت اور کمال عقیدتِ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کچھ ایسی عبارت لکھنے کا ارادہ کیا جس میں حضرت علیؓ کا اصحابِ ثلاثہ پر فوقیت اور فضیلت کا اظہار تھا اور اس سے اصحابِ ثلاثہ کی کسرِ شان کا اندیشہ تھا۔ لہٰذا آپ اس عبارت کو کتاب میں درج کرنے میں متردد تھے۔ رات کو

Marfat.com

آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں آئینہ کی قسم کی ایک لوح تھی اور وہ آپ کو یہ آئینہ نما تختی دکھا رہے ہیں۔ اس لوح میں آپؒ کو ان کے خدمتِ اسلام کے جملہ کارنامے نظر آئے۔ اس وقت آپؒ نے کتاب کے اندر اس عبارت کو لکھنے کا ارادہ ترک کر دیا اور آپؒ نے اسی وقت حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے عرض کیا کہ

''اے فاروق اعظمؓ! واقعی آپ نے اسلام کی بڑی خدمات سرانجام دی ہیں اور دنیائے اسلام پر آپ کے بے انتہا احسانات ہیں''۔

برزخ کا حال بدل دینے کا واقعہ

عرفان حصہ اوّل میں آپؒ نے لکھا ہے کہ اگر قرآن مجید نوری زبان سے کماحقہٗ ادا ہو اور اس کا نور، فیض اور برکت اہلِ قبور کو پہنچے تو اس کے نور سے اہلِ قبر کو بے انتہا برکت اور ثواب پہنچتا ہے۔ اس سلسلے میں آپؒ نے اپنا ایک روحانی مشاہدہ اس طرح لکھا ہے کہ:

''اس فقیر کی ہمشیرہ تھی جس کا نام رابعہ بی بی تھا۔ بڑی نیک، عابدہ، پارسا اور سعادت مند تھی۔ اس فقیر سے مرحومہ کو انتہائی محبت تھی۔ جوانی کی عمر میں بچاری استسقا (Ascites) کے مرض میں مبتلا ہو گئی۔ اس کا تمام بدن پھول گیا تھا۔ اور رنگ پیلا پڑ گیا تھا۔ اس کے نزع کے وقت یہ فقیر اس کے پاس موجود تھا اور میں نے اس کے پاس سورۂ یٰسین پڑھی اور کلمۂ طیب اور کلمۂ شہادت کی تلقین کی اور اسی کمزوری کی حالت میں اس کا انتقال ہوا اور وہ دنیا سے رخصت ہو گئی۔ مجھے اس کی قبر کے اندر برزخی حالات جاننے کا بڑا فکر تھا۔ اس کے فوت ہونے کی تیسری رات میں نے باطنی طور پر واقعے میں دیکھا کہ میں اپنے خاندانی گورستان کی طرف جا رہا ہوں جو ہمارے گھر کے قریب ہے۔ جب میں اس جگہ پہنچا جہاں ہمشیرہ مرحومہ کو دفن کیا گیا تھا تو میں نے اُس جگہ کو اس حالت میں پایا کہ وہاں ایک ٹوٹا ہوا شکستہ مکان ہے اور ایک ٹوٹی پھوٹی چارپائی پر ہمشیرہ اسی بیماری کی حالت میں زرد رنگ اور پھولے ہوئے جسم کے ساتھ نحیف و نزار پڑی ہوئی ہے اور مجھے پکار رہی ہے کہ بھائی جلدی پہنچو، میں گھبرا رہی ہوں۔ چنانچہ میں لپک کر اس کی چارپائی کے پاس پہنچ گیا اور اسے تسلی دے کر کہا بہن ڈرو نہیں میں آ پہنچا ہوں۔ چنانچہ میں اس کی چارپائی کی پائنتی کی طرف بیٹھ گیا آیت الکرسی پڑھی اور اس کے بعد سورۂ مزمل پڑھنی شروع کی۔ سورۂ

Marfat.com

منزل ختم کرنے سے پہلے میں نے دیکھا کہ وہ ٹوٹا ہوا مکان ایک عالی شان محل بن گیا ہے اور ہمشیرہ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہے اور اس کے اوپر زرق برق ریشمی زربفت کے ملبوسات نظر آئے۔ اسی اثنا میں چند روحانی عربی لباس پہنے ہوئے ہوا میں اڑتے ہوئے آئے اور مجھ سے مصافحہ کر کے چلے گئے"۔

شہنشاہِ جنات سے ملاقات

عرفان حصہ دوم میں آپؒ نے جنات کے ذکر میں لکھا ہے کہ میں نے جنات کو ہزاروں دفعہ بالکل ہوش و حواس اور بیداری کی حالت میں اپنے پاس آتے دیکھا ہے۔ بہت دفعہ جنات اپنے بیماروں کو میرے پاس دم کروانے کے لیے لاتے اور اپنی حاجات کے لیے دعائیں کرواتے۔ ایک دفعہ جنات کے فرقے کا بادشاہ مجھ سے ملا۔ اونچے لمبے قد کا سفید اور خوبصورت نوجوان تھا۔ میں نے اُس سے اس کا نام دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ اس کا نام متحفہ ہے۔

جوگی جن کی حاضرات

جنات کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے آپؒ نے لکھا ہے کہ "ایک دفعہ میں خوشاب میں اپنے چند احباب کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا جو سکول ماسٹر تھے۔ وہاں لوگ میرے پاس ایک بوڑھے نیل گر کو لے کر آئے اور کہا کہ اس پر ایک جن مسلط ہے اور اسے ہر وقت تنگ کرتا رہتا ہے۔ نہ اسے نماز پڑھنے دیتا ہے اور نہ کوئی دوسرا کام کرنے دیتا ہے۔ میں نے کچھ پڑھ کر اس جن کو حاضر کیا تو وہ فوراً اس نیل گر پر مسلط ہو گیا۔ جن کے تسلط سے نیل گر کی صورت بالکل بدل گئی اور جن کی صورت اس پر غالب اور مستولی ہو گئی۔ سپر چولسٹس اس حالت کو ٹرانس فیگریشن (Transfiguration) یعنی تبدیلیٔ ہیئت کہتے ہیں۔ نیل گر کی آنکھیں انگاروں کی طرح لال ہو گئیں اور اس کی شکل مہیب اور ڈراؤنی ہو گئی۔ اس نشست میں چند گریجویٹ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ان کو دیکھا مارے خوف کے سب کانپ رہے تھے۔ ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ ایک دو منٹ کے بعد جن نیل گر کی زبانی مجھ سے یوں مخاطب ہوا: "میں ایک ہندو جوگی ہوں۔ مہاراج کرپا کرو۔ مجھے کچھ نہ کہو۔ میں آپ کی گئو (گائے) ہوں۔ آپ کے دو بچوں کی خیر مجھے چھوڑ دیں"۔ اس نے اس قسم کی

Marfat.com

بہت منت سماجت کی پھر وہ سنسکرت زبان کے شلوک اور منتر ایسی روانی اور سلاست کے ساتھ پڑھنے لگا جیسے وہ ایک بہت بڑا پنڈت اور برہمن یا ودوان ہو۔ پھر اس نے میری بابت چند پیشین گوئیاں کیں جو بعد میں حرف بحرف درست ثابت ہوئیں۔ آخر میں اس نے خود ہی مجھ سے کہا کہ آپ سورۂ الشمس پڑھیں تو میں نکل جاؤں گا۔ میں نے سورۂ الشمس پڑھی تو آسیب زدہ نیل گر نے ایک لمبی انگڑائی لی اور آسیب اس کو چھوڑ کر نکل گیا۔ بعدہٗ نیل گر اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ ابھی کچھ دیر پہلے وہ جن جو کچھ تمہاری زبانی بول رہا تھا تجھے بھی اس کی کچھ خبر ہے۔ اس نے بتایا کہ اسے مطلق کوئی خبر نہیں ہے اور کہ وہ اس وقت بالکل مردے کی طرح بے خبر اور بے ہوش تھا۔ نیل گر نے بتایا کہ جس شدت کے ساتھ جن آج اس پر مسلط ہوا ہے اس سے پہلے کبھی یوں مسلط نہیں ہوا۔ اب اس کا تمام بدن تھکا ہوا اور چور چور ہے اور اس کا ہر عضو درد کر رہا ہے۔ پھر لوگ اسے اس کے گھر لے گئے۔ مجھے ان گریجویٹوں نے بعدہٗ بتایا کہ انہوں نے ایسا عجیب ڈرامہ پہلے کبھی نہیں دیکھا اور اسے کبھی نہیں بھولیں گے''۔

دعوت القبور کے چند واقعات

دعوت القبور کے باب میں آپؒ نے اپنے چند واقعات اس طرح لکھے ہیں کہ ''ایک دفعہ میں ایک بزرگ کی قبر پر دعوت پڑھنے کی غرض سے گیا اور جب ظاہری سورۂ مزمل بالترتیب پڑھ کر روحانی کی طرف مراقب اور متوجہ ہوا تو میرے باطنی لطیفے نے باہر نکل کر پہلے درود شریف، پھر سورۂ فاتحہ اور پھر درود شریف پڑھا اور میں فوراً بحر عالمِ غیب میں ڈوب گیا۔ اور روحانی کی برزخی منزل کی طرف سیدھا چلا گیا۔ جب اس منزل کے قریب پہنچا تو روحانی کے ذکر جہر نفی اثبات لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی آواز سنائی دی۔ میں اس منزل کے قریب داخل ہوا۔ روحانی کی سفید گھنی داڑھی، گول چہرہ اور سر منڈھا ہوا تھا۔ میں نے جاتے ہی اس کے ساتھ مصافحہ کیا۔ ہاتھ ملانے کے بعد اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ آئندہ وہ ہمیشہ ہر جگہ میری امداد کے لیے حاضر رہے گا۔ چنانچہ میں نے بعد میں اس روحانی کو اپنا یار، رفیق اور معاون پایا''۔

روئے زمین کے تمام روحانیوں سے اکتسابِ فیض و برکات

آپؒ نے ایک واقعہ یوں لکھا ہے کہ ''ایک دفعہ ایک بزرگ کی قبر پر رات کو دعوت

Marfat.com

پڑھنے کی غرض سے گیا۔ میں نے دعوت کی نیت سے قبر کے ارد گرد اذان دی تو روحانی فوراً حاضر ہو گیا۔ اس کی قبر شیر کی طرح مہیب اور خوفناک شکل اختیار کر گئی اور اس سے رُعب اور جلال ٹپکنے لگا۔ پھر میں نے قبر کے قریب کئی بار بالترتیب سورۂ مزمل پڑھی اور پھر وہاں سے اٹھ کر قبر کے قریب خوابگاہ میں لیٹ گیا اور روحانی کی طرف اپنی باطنی ہمت کے ساتھ متوجہ ہوا۔ معاً بجلی کی چمک کی طرح ایک نور میری آنکھوں میں چمکا اور مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور میں اس روحانی کے وسیع برزخی مقام میں داخل ہوا۔ گو میں بظاہر حافظِ قرآن نہیں مگر میرے باطنی وجود نے قرآن پڑھنا شروع کر دیا اور تمام قرآن بِسْمِ اللّٰہ سے لے کر وَالنَّاس تک ختم کر ڈالا۔ اس کے بعد میری زبان پر سورۂ مزمل جاری ہو گئی۔ پھر میں اس برزخی مکان کے اندر روحانی کے ہمراہ پرواز کرتا رہا۔ پھر روحانی نے میرے ہر دو بغلوں میں ہاتھ ڈالا اور مجھے اوپر اٹھا کر عالمِ بالا میں اڑا لے گیا اور ایک مکان میں جا اتارا۔ جو اللہ تعالیٰ کے نوری اسما کے نور سے جگ مگ کر رہا تھا۔ اسی مکان کے اندر میں نے اپنے آپ کو بیدار ہوتے اور آنکھ کھولتے ہوئے دیکھا اور جب میں اپنی خواب گاہ میں بیدار ہوا تو مجھے ظاہری آنکھ سے بھی وہ نوری مکان مع نوری اسماعیاں طور پر نظر آنے لگا۔ اس دعوت سے مجھے کمال فائدہ ہوا۔ چنانچہ اس کے بعد جب کبھی تین چار مرتبہ سورۂ مزمل پڑھ کر مراقبہ کرتا تو فوراً غیب اور استغراق حاصل ہو جاتا اور میں باطن میں سیر کرنے لگ جاتا اور روئے زمین کے تمام روحانیوں سے باری باری ان کے برزخی مقام میں ملاقات کرتا اور ان سے فیوض اور برکات حاصل کرتا۔"

دعوت کے ذریعے جسمانی مرض سے شفا

عرفان حصہ اوّل میں آپؒ نے لکھا ہے کہ "ایک دفعہ میرے کان میں سخت تکلیف ہو گئی۔ اس سے سفید بدبودار پیپ بہنے لگی۔ جب میرے کان کا سوراخ پیپ سے بھر جاتا تو میں اپنی انگلی سے اسے نکال دیتا تھا۔ چند روز یہ معاملہ رہا۔ اس کے بعد پیپ کے باعث یا شاید انگلی کی بار بار رگڑ سے کان کے منفذ کے قریب ایک رسولی سی بن گئی۔ اس کی وجہ سے کان سے خود بخود پیپ کا اجراء تو بند ہو گیا مگر اس پھوڑے کی یہ حالت ہو گئی کہ وہ ایک کُپّی سی بن گئی۔ اس میں ایک باریک سوراخ تھا۔ میں اس کو انگلی سے دبا لیتا تھا تو اس سے پیپ نکل

جاتی تھی لیکن تھوڑی دیر بعد پھر اس میں پیپ جمع ہو جایا کرتی تھی۔ میں اسے روزانہ چند بار دبا کر خالی کر لیا کرتا تھا۔ مگر اس کی پیپ ختم ہونے میں نہیں آتی تھی۔ اس میں سخت جلن اور درد ہوتا تھا اور میں اس سے بہت بے چین اور بے قرار تھا۔ وہ کسی طرح علاج پذیر نہیں ہوتا تھا۔ رات کو تکلیف کے باعث مجھے نیند نہیں آتی تھی۔ چنانچہ میں نے تنگ آ کر باطنی اور روحانی علاج کی طرف رجوع کیا۔ ان دنوں میں کاکا خیل میں مقیم تھا جو تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور میں واقع ہے۔ وہاں کاکا صاحبؒ کا مزار مرجعِ خلائق ہے۔ میں رات کو وہاں ان کی روحانیت سے استعانت طلب کرنے چلا گیا۔ وہاں دعوتِ قرآن مجید پڑھی اور سو گیا۔ میں نے واقعے میں دیکھا کہ اسی جگہ زمین کے اندر ایک نہایت شاندار ہسپتال ہے۔ ایک خوبصورت اور خوش پوش ڈاکٹر کھڑا لوگوں کو ادویات دے رہا ہے۔ میں نے بھی اپنا کان دکھا کر کہا میرے کان کے اندر یہ پھوڑا ہے اس کا علاج فرمائیے۔ یہ سن کر وہ آتشی شیشی کی مانند ایک براق سفید لمبی گردن والی شیشی ایک الماری سے نکال لایا اور مجھ سے کہا اپنا کان سامنے کیجیے۔ میں نے اپنا کان سامنے کر دیا۔ آنکھ کے گوشے سے مجھے اپنا کان یوں نظر آیا کہ گویا اسے آگ لگی ہوئی ہے اور چراغ کی لو (شعلے) کی طرح ایک سرخ شعلہ اس سے نکل رہا ہے اور میرا کان گویا جل رہا ہے۔ اس روحانی ڈاکٹر نے اس شیشی سے کچھ سفید عرق میرے کان پر چھڑکنا شروع کیا۔ اس کے کان پر پڑنے سے آگ بجھنے کی سی چس چس کی آواز مجھے سنائی دی۔ وہ شعلہ بجھ گیا اور میرا کان برف کی مانند ٹھنڈا ہو گیا اور اسی وقت میں خواب سے جاگ اٹھا۔ میں نے فوراً اپنا کان ٹٹولا تو نہ پھوڑا تھا اور نہ ہی درد بلکہ ڈھونڈھنے سے بھی پتہ نہیں چلتا تھا کہ پھوڑا کس جگہ پر تھا۔"

دعوت کے ذریعے وجع المفاصل اور وجع القلب کا علاج

۱۹۳۹ء میں آپؒ کو وجع المفاصل (Rheumatoid Arthritis) کی شدید تکلیف ہو گئی۔ جس کی وجہ سے آپ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے۔ اس کا بہت علاج کیا مگر کسی صورت آرام نہیں آتا تھا اور اس بات کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ گھٹنوں کے جوڑ مستقل طور پر کہیں پتھرا نہ جائیں اور ہمیشہ کے لیے معذوری کی صورت پیدا نہ ہو جائے۔ گھٹنوں کے جوڑوں میں شدت کا درد ہوا کرتا تھا اور اس کے باعث آپ بیٹھ کر بھی بڑی مشکل سے

Marfat.com

نماز ادا کر سکتے تھے۔ جب مجبور ہو گئے تو آپؒ نے ایک رات دعوت پڑھی اور حضرت سلطان العارفینؒ کی روحانیت سے استمداد کی اور اس کے طفیل صرف ایک رات کے اندر یہ شکایت ہمیشہ کے لیے رفع ہو گئی۔ اس کے بعد وجع المفاصل کے ثانوی اثرات کے طور پر وجع القلب (دردِ دل) کے دورے پڑنے لگے۔ وہ بھی کسی طرح ظاہری علاج سے علاج پذیر نہیں ہوتے تھے اور جان لیوا ثابت ہو رہے تھے۔ اس کے لیے آپ کو دعوت پڑھنی پڑی اور اسی سے یہ مرض بھی ہمیشہ کے لیے شفایاب ہو گیا۔

آپ نے دعوت القبور کے سلسلے میں ہندوستان بھر کا کئی مرتبہ دورہ کیا اور تقریباً تمام سربرآوردہ اولیائے کرام اور بزرگانِ دین عظام کے مزارات مقدسہ پر دعوت پڑھ کر روحانی فیض حاصل کیا۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ کسی ولی کی قبر پر صرف ایک رات کی دعوت سینکڑوں چلوں اور برسوں کی ریاضت و مجاہدے سے زیادہ مفید اور نفع بخش ہے۔ اگر روحانی اہل قبر تعاون کرے تو صرف ایک رات میں اہلِ دعوت کو وہ تمام منازل طے کرا دیتا ہے جو خود روحانی نے اپنی زندگی میں طے کیے ہوتے ہیں۔

اہلِ قبر کو آپؒ کی دعوت کی خواہش

ایک دفعہ آپؒ میانوالی کے قریب ایک جگہ رات کو فروکش تھے۔ نزدیک ہی حاجی مخدوم علی صاحبؒ کا مزار تھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ آپؒ باہر کھلے میدان میں سوئے ہوئے تھے۔ آپؒ کا خیال تھا کہ رات کو جا کر مزار پر دعوت پڑھوں گا۔ مگر نیند آ گئی اور آپ وہاں نہ جا سکے۔ کچھ دیر بعد اچانک تیز ہوا چلی اور آپ کی ناڑ کی ٹوپی اس میں اڑ کر کہیں گم ہو گئی۔ آپؒ نے اپنے میزبان کی مدد سے ٹوپی کو بہت تلاش کیا مگر ٹوپی نہ ملی۔ اس اثنا میں آپؒ اس مزار پر اس خیال سے چلے گئے کہ نیند تو ویسے ہی اچاٹ ہو گئی ہے۔ لگے ہاتھوں دعوت ہی پڑھ لیتے ہیں اور آپؒ جونہی مزار کے اندر داخل ہوئے تو آپؒ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپؒ کی ٹوپی مزار کے سرہانے پڑی ہوئی تھی۔ آپؒ کو یقین ہو گیا کہ یہ تمام اس روحانی اہل قبر کی کشش کا نتیجہ تھا۔ ورنہ ٹوپی کا آپؒ کی جائے قیام سے اس جھکڑ میں اڑ کر مزار کے اندر آنا محالات میں سے تھا۔ آپؒ کہا کرتے تھے کہ روحانی اہلِ قبور کی یہ زبردست خواہش ہوتی ہے کہ کوئی اہلِ فقر زندہ دل ان کے پاس آ کر تلاوت کرے کیونکہ اس سے ان کو بے انتہا فائدہ

Marfat.com

پہنچتا ہے۔ اس دعوت کے دوران بھائی غلام سرور بھی آپؒ کے ہمراہ تھے۔ حضرت فقیر صاحب دعوت پڑھنے میں مصروف ہو گئے اور بھائی غلام سرور سویا رہا۔ اسی دوران بھائی غلام سرور نے خواب میں دیکھا کہ درمیانہ قد کے ایک سفید ریش بزرگ ننگے سر کھلی آستین والی قمیض پہنے ہوئے مزار سے باہر آئے اور مجھ سے مصافحہ کیا۔ خیریت دریافت کی اور پھر مزار کے اندر واپس چلے گئے۔ بھائی صاحب کا بیان ہے کہ جب صبح میری آنکھ کھلی اور میں نے فقیر صاحبؒ سے اپنا خواب بیان کیا تو فرمایا یہی وہ اہلِ قبر روحانی تھے۔

حضرت فقیر صاحبؒ کہا کرتے تھے کہ میں نے بہت سے ایسے پیر اور مشائخ وصوفی دیکھے ہیں جن کی عوام میں بڑی دھوم اور بڑا چرچا ہوتا ہے مگر وہ روحانیت سے بالکل خالی ہوتے ہیں اور ان کو فقر وتصوف کی ابجد تک کا بھی علم نہیں ہوتا اور بہت سے ایسے گمنام اور غیر معروف فقیر اور درویش دیکھے ہیں جن کو کوئی جانتا تک نہیں مگر وہ اپنی آستینوں میں فقر اور روحانیت کا یدِ بیضا لیے بیٹھے ہوتے ہیں۔ ان کے دل زندہ ہوتے ہیں اور وہ سلوک کی انتہائی بلندیوں تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ آپؒ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے مزاروں اور روحانیوں کا بھی یہی حال دیکھا ہے۔ بہت سے مزارات میں نے ایسے بھی دیکھے ہیں جو بہت شاندار اور عالیشان ہیں مگر ان کے اندر سونے والے روحانیوں کا دامن متاعِ فقر سے خالی ہے۔ ان میں روحانی طاقت نام کو نہیں۔ اس کے برعکس بہت سی کچی اور خستہ حال قبریں ایسی دیکھی ہیں جن میں راہِ فقر وسلوک کے تاجدار محوِ استراحت ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ جن کی قبریں شاندار ہیں ان میں روحانیت بھی زیادہ ہو اور جن پر کوئی مقبرہ نہ ہو وہ روحانیت سے خالی ہوں۔ بلکہ روحانیت چیز ہی الگ ہے۔ اس کا ظاہری شان و شوکت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپؒ قادری اہلِ قبور بزرگوں کی بہت تعریف کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ بزرگ شیروں کی طرح اپنی قبروں میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ ان کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے اور وہ ناممکن کو بھی ممکن بنا سکتے ہیں۔

بابا فرید گنج شکرؒ سے دعوت کے ذریعے ملاقات

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ بعض فقیروں اور بزرگوں کے متعلق اکثر غلط باتیں مشہور ہو جایا کرتی ہیں۔ ان کے متعلق جب پوری تحقیق اور تفتیش کی جاتی ہے تو اصل واقعات سامنے

Marfat.com

آ کران باتوں کی حقیقت آشکارا ہو جایا کرتی ہے۔ ایسے واقعات پر اکثر وقت اور تاریخ کے دبیز اور تاریک پردے پڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کو اٹھانا اور ہٹانا ہر شخص کے بس کا روگ نہیں ہوتا۔ ان کی حقیقت اور اصلیت معلوم کرنا صرف روحانی بصیرت رکھنے والے لوگوں کا کام ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا کہ ان کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بارہ سال تک کچے تاگے سے کنویں میں الٹے لٹکتے رہے ہیں اور اس طرح عبادت کرتے رہے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ ایک بار میں نے دعوت پڑھی اور بابا فریدؒ کی روحانیت سے رجوع کیا اور ان سے ملاقات ہوئی۔ آپؒ کا رنگ سانولا، آنکھیں نورانی اور چہرہ بارعب تھا۔ میں نے اس واقعے کے متعلق ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ واقعہ غلط ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ میں دعا اس طرح پڑھا کرتا تھا کہ ایک رسہ ایک درخت کے ساتھ باندھ لیتا تھا اور اس کے ساتھ الٹا لٹک جاتا تھا اور وہ دعا پڑھتا تھا اور وہ بھی ایک خاص مختصر وقت کے لیے۔ اور یہ دعا میں نے اس طرح بارہ سال تک پڑھی ہے۔

پھر میں نے پوچھا کہ آپؒ کے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ آپؒ نے بارہ سال تک روٹی نہیں کھائی۔ جب بھوک لگتی تو کاٹھ کی روٹی یا ٹکڑا منہ میں رکھ لیتے۔ انہوں نے فرمایا یہ بھی غلط ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ میں نے بارہ سال تک اناج نہیں کھایا صرف جنگل کے پھلوں اور پتوں پر گزارہ کرتا رہا ہوں۔

قادری بزرگوں کی پرواز کا موازنہ

ایک دفعہ آپؒ ایک بزرگ کے مزار پر گئے۔ دعوت پڑھی اور اس بزرگ سے باطن میں ملاقات ہوئی۔ ملاقات ختم ہونے کے بعد اس بزرگ نے ایک چڑیا کی شکل اختیار کی اور اڑ کر ایک درخت پر جا بیٹھے۔ وہ بزرگ کسی اور طریقے سے تعلق رکھتے تھے۔ جب آپؒ بیدار ہوئے تو سوچنے لگے کہ چڑیا کی شکل اختیار کرنے کا کیا مطلب ہے۔ معاً آپؒ کے دل میں خیال آیا کہ قادری طریقے کے سالکین اور بزرگ لامکانی شہبازوں کی طرح ہوتے ہیں اور ان کے مقابلے میں دوسرے طریقوں والے چڑیوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

''شہبازِ لامکانم آنجا گجا مگس را''

سلب الاحوال

ایک دفعہ اثنائے سفر میں آپؒ رات کو ایک مسجد میں فروکش تھے۔ عشا کی نماز کے بعد ایک مجذوب حافظ اس مسجد کے اندر آیا اور بڑے جوش وخروش کا مظاہرہ کرنے لگا۔ آپؒ نے جب اس کی روحانیت کا جائزہ لیا تو اس میں بہت معمولی سی روحانیت محسوس ہوئی۔ اگرچہ وہ زمین وآسمان کے قلابے ملا رہا تھا اور بڑی ڈینگیں مار رہا تھا۔ پہلے تو آپ اسے خاموش بیٹھے دیکھتے رہے۔ پھر آپ نے محض ازراہِ تفنن اس کی طرف توجہ کی اور اس کی جذب ومستی کو سلب کرلیا۔ اس کے ساتھ ہی حافظ صاحب چونک سے پڑے اور ان کا سارا جوش وخروش جاتا رہا۔ وہ چلا چلا کر فقیر صاحبؒ کی طرف اشارہ کرکے کہنے لگا کہ یہ آپ نے کیا غضب کردیا۔ میری ساری پونجی لوٹ لی اور مجھے تباہ وبرباد کردیا۔ مسجد کے اندر اور بھی کئی لوگ موجود تھے۔ وہ سب کے سب حیران رہ گئے۔ ان میں سے کئی ایک نے حافظ صاحب کو سمجھایا کہ خواہ مخواہ سیخ پا ہو رہے ہو۔ یہ آدمی تو آرام سے ایک طرف بیٹھا ہے اور اس نے تو تمہیں کچھ بھی نہیں کہا اور نہ ہی تم سے کچھ چھینا ہے۔ اس پر حافظ صاحب نے رقّت آمیز الفاظ میں کہا اس آدمی نے آدم کی پسلی سے حوا نکال لی ہے اور تم لوگ کہتے ہو کہ اس نے کچھ کیا ہی نہیں۔ تمہیں اس کا کیا علم ہے۔ یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے اسے صرف میں سمجھ سکتا ہوں یا یہ جس نے مجھے تہی دامن کردیا ہے۔ حافظ صاحب اسی طرح باتیں کرتے رہے اور فقیر صاحبؒ خاموش بیٹھے سنتے رہے۔ جب حافظ صاحب اپنے دل کا غبار نکال چکے تو فقیر صاحبؒ نے انہیں اپنے پاس بلا کر سینے سے لگایا اور ان کی روحانی پونجی انہیں لوٹا دی اور ساتھ ہدایت کی کہ آئندہ اس طرح اپنی روحانی متاع کا اظہار نہ کریں۔ جہاں تک ہوسکے اخفا سے کام لیں۔ اس پر حافظ صاحب بہت خوش ہوئے اور فقیر صاحبؒ کی دست بوسی کرکر وہاں سے رخصت ہوگئے۔

۱۹۳۶ء میں جب آپؒ راقم الحروف کو کتابت سکھانے کے لیے لاہور منشی عبدالمجید پروین رقم کے ہاں گئے اس دن ان کے ہاں ایک پیر صاحب بھی آئے ہوئے تھے جو چشتیہ سلسلۂ سے تعلق رکھتے تھے۔ عبدالمجید مرحوم خود بھی ایک صوفی منش اور درویش صفت انسان تھے اور خواجگانِ چشت سے بڑی عقیدت اور ارادت رکھتے تھے۔ کچھ دیر تک فقیر صاحبؒ کی

Marfat.com

ان دونوں حضرات سے مختلف موضوعات پر بات چیت ہوئی۔ بعد میں جب وہ پیر صاحب چلے گئے تو آپ نے وہاں سے واپسی پر مجھے بتایا کہ ان پیر صاحب کے اندر بہت تھوڑی سی روحانیت تھی جسے میں نے معمولی سی توجہ کے ساتھ محض امتحاناً سلب کر لیا مگر وہ اس قدر بے خبر اور ناپختہ کار نکلے کہ انہیں اس کا احساس تک نہ ہوا۔ حالانکہ اس سے قبل جب کبھی میں نے کسی کو سلب کیا ہے تو سلب ہونے والے کو اس کا احساس اور علم ضرور ہوتا ہے۔

ایک دفعہ حسن ابدال میں قیام کے دوران آپؒ وہاں ایک بزرگ کے مزار پر دن کے وقت گئے۔ آپؒ کا ارادہ تھا کہ رات کو دوبارہ جا کر وہاں دعوت پڑھوں گا۔ مگر خلافِ توقع مزار کے متولی نے رات کو مزار کا دروازہ مقفل کر دیا تا کہ فقیر صاحبؒ دعوت نہ پڑھ سکیں دراصل اس متولی سے کسی نے کہہ دیا تھا کہ فقیر صاحب مزاروں پر دعوت پڑھ کر اہلِ قبور کی روحانیت کو سلب کر لیتے ہیں۔ آپ کو بعد میں جب اس بات کا علم ہوا تو آپ اس متولی کی حماقت پر بڑا ہنسے۔ کہنے لگے کہ آج کل کے سجادہ نشینوں کی روحانی علمیت کا یہ عالم ہے کہ وہ ایسی گمراہ کن اور مضحکہ خیز باتوں کا بھی اعتبار کر لیتے ہیں۔

دلی خیالات اور جذبات کا ادراک

حضرت فقیر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے بندوں کو لوگوں کے دلی خیالات اور جذبات ان کے تنفس سے معلوم ہو جاتے ہیں۔ انسان کا ہر سانس جو باہر آتا ہے وہ اس کے دلی جذبات اور خیالات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ ایک دفعہ آپؒ ایک سفر پر تھے۔ نماز کا وقت ہوا تو قصبے کی ایک مسجد مین نماز پڑھنے کی خاطر تشریف لے گئے۔ اس وقت مسجد کا موذّن اذان دے رہا تھا۔ آپؒ فرماتے تھے کہ لوگ تو صرف اس کی اذان سن رہے تھے لیکن میں اذان کے ساتھ ساتھ کچھ اور بھی سن رہا تھا اور وہ کیمیا گری کے کچھ ادویات کے نام تھے۔ مثلاً شنگرف، گندھک، پارہ، ہڑتال، تیزاب وغیرہ۔ نماز سے فارغ ہوئے تو مؤذِن آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا آپؒ تو بہت جہاندیدہ بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔ اگر کیمیا کا کوئی نسخہ معلوم ہو تو للہ عنایت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا میں نے تمہارا یہ مرض اس وقت معلوم کر لیا تھا جس وقت تم اذان دے رہے تھے۔ پھر فرمایا خدا اور اس کے رسول کی پیروی کرو اور اللہ کا ذکر کرو اس سے بڑھ کر کیمیا اس دنیا میں اور کوئی نہیں۔

Marfat.com

رکاب اور ختمِ قرآن کے معمے کا حل

آپؒ نے جب یہ پڑھا کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ گھوڑے پر سوار ہوتے تو ایک رکاب سے دوسری رکاب میں پَیر رکھتے وقت قرآن شریف ختم کرلیا کرتے تھے۔اس سے آپؒ کو کچھ تعجب سا ہوا اور سوچنے لگے کہ اگر انتہائی سرعت کے ساتھ قرآن شریف پڑھا جائے تو بھی اتنے کم وقت میں کسی طرح بھی قرآن شریف ختم نہیں کیا جا سکتا۔اس کی توجیہہ کسی طرح آپ کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی اور بڑے متردد تھے۔اسی رات خواب میں آپؒ نے دیکھا کہ آپؒ حضرت سلطان العارفینؒ کے مزار کے اندر کھڑے ہیں۔سلطان العارفینؒ مزار سے گھوڑے پر نمودار ہوئے اور آپؒ کی طرف بھرپور توجہ سے دیکھا۔اس سے آپؒ پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور آپؒ کا بال بال تلاوتِ قرآن کرنے لگا۔آپؒ نے محسوس کیا کہ اس ایک لمحے کے اندر کئی بار قرآن ختم ہوگیا۔آپؒ خواب سے بیدار ہوئے تو وہ معمہ حل ہو چکا تھا۔آپؒ کو یقین ہوگیا کہ اس طرح ایک پل میں بلکہ اس سے بھی کم عرصے میں قرآن شریف ختم ہو سکتا ہے اور حضرت علیؓ کے ختمِ قرآن کی بھی یہی کیفیت تھی۔اگر بدن کا ہر بال قرآن پڑھنے لگ جائے تو ہر بال کے حصے میں ایک حرف بھی مشکل سے آتا ہے۔ اس طرح ایک پل میں ایک نہیں کئی ختم ہو سکتے ہیں۔

سانپ کے زہر کا باطنی علاج

آپؒ اپنے ابتدائی زمانے کا ایک واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں: ''جب ابتدائے حال میں اس فقیر نے کالج چھوڑ کر فقر اختیار کیا تو ان دنوں میں اپنے روحانی مربی حضرت سلطان العارفینؒ کے دربار پر مقیم تھا۔ مجھے رات کو سانپ نے پیر پر ڈس لیا۔سانپ کو میرے سامنے ایک درویش نے اسی وقت مار ڈالا۔ خاصا زہریلا سانپ تھا۔اس واقعہ کو سن کر دربار کے چند درویش اظہارِ ہمدردی کے لیے میرے پاس آئے۔ان میں سے بعض مجھ سے سانپ کا زہر چڑھ جانے کی علامات دریافت کرنے لگے کہ آیا گلا تو نہیں گھٹتا یا غنودگی تو طاری نہیں ہو رہی وغیرہ وغیرہ۔اس سے قبل گو میں مطمئن اور بے فکر تھا لیکن ان کی اس قسم کی باتوں سے مجھے تشویش لاحق ہوگئی۔ عین اسی وقت لیٹے ہوئے میری تھوڑی سی آنکھ لگ گئی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ خواب کے اندر میری ناک، منہ اور کانوں سے خون جاری ہے اور گھبراہٹ کی

وجہ سے میرا دل دھڑک رہا ہے۔ اتنے میں ایک شخص میری طرف بھاگتا ہوا نظر آیا۔ قریب آ کر اس نے مجھے ایک گلاس دوا کا پینے کو دیا۔ اُسے پیتے ہی لہو بند ہو گیا اور دل ساکن و مطمئن ہو گیا۔ میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہہ دیا کہ آپ جائیں۔ مجھے خیریت ہے۔ چنانچہ رات بالکل خیریت سے کٹی اور زہر کا کچھ اثر نہ ہوا۔"

گرمی کے روزے کی پیاس کا باطنی مداوا

ایک دفعہ جب ماہِ رمضان جولائی کے گرم مہینے میں پڑتا تھا آپؒ کی طبیعت ناساز ہو گئی اور آپؒ روزہ گزارنے کے لیے کلاچی کے پاس کے مغربی پہاڑ کے ایک سرد مقام موضع زڑکنی چند احباب کے ہمراہ چلے گئے۔ مگر چند وجوہات کی بنا پر وہاں قیام کا اتفاق نہ ہو سکا۔ آپؒ رمضان کی پہلی تاریخ سے ایک دو روز پہلے گھر روانہ ہو گئے۔ کلاچی سے چند میل دور ایک گاؤں میں رات آ پڑی۔ اتفاق سے اسی شام چاند ہو گیا۔ طبیعت گو ناساز تھی لیکن صبح روزہ بھی تھا اور پیدل سفر بھی۔ رات کو اسی شش و پنج میں تھے کہ روزے کی نیت کی جائے یا نہ۔ آخر دل مضبوط کر کے روزے کی نیت کر ہی لی اور صبح گھر کو پیدل روانہ ہو گئے۔ راستے میں اس شدت کی پیاس لگی کہ دل بیٹھا جاتا تھا۔ منہ میں لعاب خشک ہو گیا۔ بڑی مشکل سے کلاچی پہنچے، غسل کیا اور پیاس کم کرنے کے بہتیرے جتن کیے لیکن پیاس کا غلبہ کسی طرح کم نہیں ہوا۔ بے چینی بڑھتی گئی۔ دوپہر کو چارپائی پر لیٹ کر سونے کی بہتیری کوشش کی مگر پیاس کی شدت کے باعث نیند نہیں آتی تھی۔ پھر دفعتہً تھوڑی سی آنکھ لگی تو خواب میں دیکھا کہ آپ اپنی پیاس بجھانے کے لیے پانی تلاش کر رہے ہیں۔ اتنے میں خواب کے اندر کسی نے شربت کا گلاس پیش کیا۔ جسے آپ پی گئے۔ جب آنکھ کھلی تو پیاس کا نام و نشان تک نہ تھا۔ حالانکہ ابھی دوپہر ہی کا عالم تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے آپ نے بیداری میں شربت کا گلاس پیا ہو۔ حتیٰ کہ اس شام افطار کے وقت بھی پانی کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

جوئے نور

ایک دفعہ راقم الحروف تھل میں چاہ لال خان سے جو منکیرہ کے قریب ہے اونٹ پر دربار شریف آپ کے ہمراہ جا رہا تھا۔ ہم پچھلی رات روانہ ہوئے۔ راستے میں مجھے اونٹ پر نیند آ گئی۔ عالمِ رویا میں مَیں نے دیکھا کہ ایک بہت صاف و شفاف نہر شمالاً جنوباً بہہ رہی

Marfat.com

ہے۔ میں نے اور حضرت فقیر صاحبؒ نے اس نہر کے پانی سے منہ ہاتھ دھوئے۔ اس کے بعد جب میں نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا تو وہ دودھ کی طرح سفید اور نورانی نظر آ رہے تھے۔ پھر میں نے حضرت قبلہؒ کے ہاتھوں اور چہرے کی طرف دیکھا تو وہ بھی دودھ کی طرح سفید اور نورانی نظر آ رہے تھے۔ نیند سے بیدار ہونے پر میں نے اپنا خواب حضرت قبلہؒ سے بیان فرمایا تو آپؒ نے فرمایا یہ حضرت سلطان العارفینؒ کے روحانی اور باطنی فیوض اور برکات کی جوئے نور تھی اور یہ اسی کا اثر تھا جس سے ہاتھ منہ دھونے سے تمہیں اپنا چہرہ دودھ کی طرح سفید اور نورانی نظر آیا۔ ہم وادیٔ نور میں داخل ہو چکے ہیں۔ اس قرب و جوار میں باطنی طور پر نور کے چشمے پھوٹ رہے ہیں اور نور کی نہریں بہہ رہی ہیں۔ جن کی قسمت ہوتی ہے اور جن پر حضرت سلطان العارفینؒ کی چشمِ عنایت ہوتی ہے وہ ان سے استفادہ کرتے ہیں۔

آفتابِ اسم ذات اور ماہتاب اِسم محمد ﷺ

جن دنوں ہم حیدر آباد دکن گئے تھے۔ وہاں حضرت قبلہؒ کا ذاتی استعمال کا آئینے کا چمکدار لکھا ہوا اسم اللہ اور اسم محمد ﷺ آپ کے پاس تھا۔ اک رات میں نے آپؒ کی اجازت سے ان دونوں اسما کے تصور کی مشق کی اور سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک نہایت ہی خوبصورت شہر میں داخل ہو گیا ہوں۔ وہاں اس قدر روشنی ہے جو اس مادی دنیا کی سورج کی روشنی سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اشیا بہت روشن اور پر لطف معلوم ہو رہی ہیں۔ معا میری نظر آسمان کی طرف ہو گئی۔ میں نے دیکھا آسمان پر سورج اور چاند ایک ساتھ چمک رہے ہیں اور دونوں کی روشنی سطحِ زمین کو منور اور آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہے اور میں حیران ہو رہا ہوں کہ آج سورج اور چاند ایک ساتھ کیونکر چمک رہے ہیں۔ خواب میں حضرت قبلہؒ بھی میرے ساتھ تھے۔ بیداری پر میں نے اپنا خواب بیان کیا تو فرمایا کہ اسم اللہ ذات کی تجلی آفتاب کی مانند تھی اور اسم محمد ﷺ کی تجلی ماہتاب کی طرح تھی۔ تم نے چونکہ دونوں اسما کا تصور کیا تھا اس لیے تمہیں دونوں اسما اپنے مثالی اشکال میں باطنی فلک پر جلوہ گر نظر آئے اور یہ رویت کی ایک صورت تھی۔

کوئٹہ کا قیامت خیز زلزلہ

۱۹۳۵ء میں آپ پیر سید علی حیدر القادری بغدادیؒ کے ہمراہ کوئٹہ گئے تھے۔ ہم سب

Marfat.com

آپؒ کے ساتھ تھے۔آپؒ اکثر موسمِ گرما کسی سرد مقام پر گزارتے تھے۔کوئٹہ جانے کی بھی وجہ یہی تھی۔پیر صاحب کی رفاقت ایک اچھا ذریعہ اور بہتر سبیل بن گئی۔کوئٹہ میں یکم جون ۱۹۳۵ء کو جو قیامت خیز زلزلہ آیا اور جس میں کوئٹہ کا پُر رونق اور خوشحال شہر مکمل طور پر منہدم ہو گیا تھا اور جس میں پچپیس ہزار نفوس لقمۂ اجل بن گئے تھے اس کا ہولناک منظر ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔زلزلہ رات کے تقریباً تین بجے ہنگامِ سحر آیا تھا۔اس وقت پورا شہر غفلت کی نیند سو رہا تھا۔کوئی نہیں جانتا تھا کہ آئندہ چند لمحوں میں کیا ہونے والا ہے۔مگر حضرت فقیر صاحبؒ زلزلہ آنے سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے خدا کے دیگر شب زندہ دار عابدوں اور سحر خیز زاہدوں کی طرح تہجد کے لیے اٹھے۔اس رات آپؒ کو ویسے بھی نیند نہیں آ رہی تھی۔تہجد سے فارغ ہونے کے بعد کلامِ پاک کی تلاوت کرنے بیٹھ گئے۔گو اُس وقت گرمی کا موسم تھا مگر کوئٹہ میں چونکہ سردی ہوتی ہے اس لیے ہم کمروں کے اندر لحاف اوڑھ کر سوتے تھے۔حضرت قبلہؒ کی چارپائی انگیٹھی کے پاس پڑی ہوئی تھی۔انگیٹھی پر نزدیک ہی آپؒ نے ایک چراغ جلا رکھا تھا اور آپؒ اس کی روشنی میں تلاوت فرما رہے تھے۔دورانِ تلاوت چراغ اچانک خود بخود بجھ گیا۔آپؒ نے چراغ دوبارہ روشن کر دیا۔اس پر آپؒ کو تعجب ہوا کہ بند کمرے میں چراغ کیونکر بجھ گیا۔آپؒ نے پھر اسے روشن کر دیا۔اس کے بعد ایک لمحہ کے لیے آپؒ کی آنکھ لگ گئی۔خواب میں آپؒ نے دیکھا کہ بھونچال آ گیا ہے۔بیدار ہوئے تو پھر وضو کر کے تلاوت کرنے بیٹھ گئے۔چند لمحے بعد چراغ پھر بجھ گیا۔آپؒ نے پھر اسے روشن کر دیا۔اس وقت آپؒ کو یقین ہو گیا کہ چراغ زلزلہ کے جھٹکے کی وجہ سے بجھا ہے اور پہلی بار بھی چراغ بجھنے کی یہی وجہ تھی۔مگر اس وقت آپؒ نے تلاوت میں استغراقِ تام کے باعث اس کا چنداں خیال نہیں کیا تھا۔کوئٹہ کے متعلق آپؒ کو پہلے سے بھی یہ بات معلوم تھی کہ یہ زلزلوں کی سرزمین ہے اور یہاں عموماً چھوٹے موٹے زلزلے آتے رہتے ہیں۔ابھی آپؒ چراغ جلا کر بیٹھے ہی تھے کہ ایک زور کا جھٹکا آیا اور اس کے ساتھ ہی آپؒ لپک کر بجلی کی سی تیزی کے ساتھ باہر نکل آئے۔نکلتے وقت آپؒ نے ہم سب کو آواز دی کہ جلدی باہر نکلو، زلزلہ آ گیا ہے۔ادھر والدہ عبدالمجید کو بھی آپؒ نے بیدار کر کے باہر نکلنے کو کہہ دیا تھا۔مگر زلزلہ اس قدر شدت اور سرعت کے ساتھ آیا کہ سوائے آپؒ کے اور کوئی بھی باہر نہ پہنچ سکا۔

Marfat.com

آپؒ حیرت انگیز طریقے پر کمرے اور اس کے برآمدے سے نکل کر صحن کے شمالی اور مشرقی گوشے میں آ گئے جہاں اخروٹ کا ایک متوسط درخت کھڑا تھا اور جس نے اپنے ساتھ والی عقبی دیوار کے تھوڑے حصے کو گرنے سے بچا لیا تھا۔ یہ جگہ صرف دو گز کے برابر خالی تھی باقی سارا گھر ملبے سے بھر گیا تھا۔ ابتدائی ایک دو شدید اور زوردار جھٹکوں سے ہی پورے شہر کی عمارتیں زمین بوس ہو گئی تھیں۔ ہم چار بھائی غلام سرور، عبدالمجید، علی مراد، اور راقم الحروف ایک الگ کمرے میں سوئے پڑے تھے۔ ہم میں سے صرف غلام سرور نے حضرت قبلہؒ کی آواز سنی جو سب سے بڑا تھا۔ وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور دروازہ کھول کر باہر نکلنے لگا کہ کمرہ دھڑام سے گر پڑا۔ جس دروازے سے وہ نکلنا چاہتا تھا اس میں شیشے لگے ہوئے تھے۔ دروازے کے شیشے ٹوٹ گئے اور انہی ٹوٹے ہوئے شیشوں کی جگہ سے غلام سرور زخمی ہو کر باہر نکل آیا اور حضرت قبلہؒ کی آواز پر ان سے جا ملا۔ والدہ عبدالمجید بھی آپ کی آواز پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی لیکن اپنے معصوم بچے کو لپیٹ کر اٹھانے میں اسے کچھ دیر ہو گئی۔ وہ کمرے سے باہر نکل کر برآمدے میں آ گئی تھی کہ برآمدے نے اس بچاری کو بچے سمیت آ لیا اور وہ اس کے نیچے بچے سمیت جا بحق ہو گئی۔ میں، عبدالمجید، اور علی مراد صبح تک گرے ہوئے کمرے کے اندر سوئے پڑے رہے۔ حضرت قبلہؒ اور غلام سرور بے بسی کے عالم میں بے پناہ اندھیرے، گرد وغبار کے طوفان اور موت کی دل دوز چیخوں کے درمیان صبح کے انتظار میں کھڑے رہے اور ہمیں آوازیں دیتے اور پکارتے رہے۔ مگر ہماری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ بعد میں پو پھٹی، گرد وغبار کا طوفان بیٹھ گیا اور دہشت انگیز مناظر نظر آئے تو حضرت قبلہؒ اور غلام سرور نے ہمیں آوازیں دے دے کر پکارنا اور تلاش کرنا شروع کر دیا۔ میں ان کی آواز پر بیدار ہو گیا۔ میری آنکھ کھلی تو میں پھٹی ہوئی چھت کو دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ مجھے زلزلے کا وہم وگمان تک نہ تھا۔ چنانچہ میں فوراً گھبراہٹ کے عالم میں اٹھا اور ایک سوراخ کے ذریعے حضرت قبلہؒ کا ہاتھ پکڑ کر باہر آ گیا۔ میں جس چارپائی پر سو رہا تھا وہ کمرے کی غربی دیوار کے ساتھ پڑی ہوئی تھی۔ میرے سر کے عین اوپر ایک شہتیر شرقاً غرباً لگا ہوا تھا۔ شرقی دیوار گر گئی تھی لیکن غربی دیوار کو شہتوت کے ایک درخت نے سہارا دے کر گرنے سے بچا لیا تھا جو اس کے پیچھے کھڑا تھا۔ اس طرح شہتیر کا شرقی دیوار والا سرا

زمین پر آ رہا مگر اس کا غربی سرا دیوار پر اپنی جگہ پر قائم رہا اور اس نے تکون بنا کر چھت کو مجھ پر گرنے سے بچا لیا تھا اور مجھے کوئی گزند نہیں پہنچی۔ بعد میں مَیں نے حضرت قبلہؒ اور غلام سرور نے مل کر عبدالمجید اور علی مراد کو زور زور سے آوازیں دیں تو انہوں نے بھی بڑی دھیمی آواز میں جواب دیا۔ یہ دونوں ابھی چھوٹے ہی تھے اور نوار کے ایک پلنگ پر اکٹھے سو رہے تھے۔ پلنگ کے دونوں سیر و ٹوٹ گئے تھے اور بازوں آپس میں مل گئے تھے جس کی وجہ سے یہ دونوں بھائی ان کے مابین آویزاں ہو کر ایک گونہ محفوظ ہو گئے تھے۔ ان کے اوپر کچی اینٹوں اور مٹی کا انبار لگ گیا تھا۔ ہم نے مل کر اینٹوں اور مٹی کو ہٹایا اور پلنگ کے دونوں بازوں کو کھول کر دونوں بھائیوں کو نکال لیا۔ بعد میں والدہ عبدالمجید کی تلاش شروع کی اُسے چلّا چلّا کر اور چیخ چیخ کر آوازیں دیں اور زور زور سے پکارا مگر اس کا کوئی جواب نہ آیا۔ وہ منوں مٹی اور اینٹوں کے انبار کے نیچے دب چکی تھی۔ برآمدے کی پوری چھت یا کمرے کی پوری دیوار اس کے اوپر آ گری تھی جس کے نیچے ماں، بیٹے دونوں نے دم توڑ دیا تھا اور دونوں وہاں پہنچ چکے تھے جہاں سے نہ کوئی واپس آیا ہے اور نہ آ سکتا ہے۔ ان کو پھر بعد میں مردہ حالت میں نکالا گیا اور جنازہ پڑھ کر شہر سے باہر پیر صاحب کے باغ میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ اس زلزلے میں پیر صاحب کی خوش دامن اور چند خادم بھی شہید ہو گئے تھے۔

سارا شہر بے گور و کفن اور خاک و خون میں لتھڑی ہوئی لاشوں سے اٹا پڑا تھا اور جو زندہ تھے وہ بھی مردہ نظر آ رہے تھے۔ اس زلزلے کی تباہ کاریوں کا نقشہ ابھی تک میرے ذہن پر نقش ہے ایک خوشحال اور آباد شہر آنِ واحد میں کھنڈرات کا ڈھیر بن کر رہ گیا۔ ہم تین دن تک وہاں گاڑیوں کے انتظار میں قیام پذیر رہے اور زلزلے کے مزید جھٹکے وقفے وقفے سے دن میں کئی بار آتے رہے۔ جب کوئی شدید جھٹکا آنے والا ہوتا تو کُتے لمبی لمبی مہیب آوازیں نکالنے لگتے، بلیاں دوڑنے اور چیخنے لگتیں اور آس پاس کے پہاڑوں سے گرد و غبار کے دھوئیں سے اٹھنے شروع ہو جاتے۔ کتوں کی خطرناک آوازوں سے لوگ سمجھ جاتے کہ کوئی شدید جھٹکا آنے والا ہے۔ تیسرے دن جب ہم سٹیشن پر گاڑیوں کے انتظار میں کھڑے ہوئے تھے زلزلے کا اس قدر شدید جھٹکا آیا کہ ہم نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ لیے پیروں کے بل بیٹھ گئے مگر اس طرح بھی ہم اپنے آپ کو سنبھال نہ سکے اور چوکڑی مار کر

Marfat.com

بیٹھ گئے۔ بعض لوگ لیٹ گئے۔ جھٹکے ختم ہوئے تو حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ یہ جھٹکے ان اولین جھٹکوں سے بھی زیادہ شدید تھے جن سے پورا شہر مسمار ہو گیا تھا۔ ان تازہ جھٹکوں سے باقی ماندہ بچی کھچی دیواریں اور کھولے بھی منہدم ہو گئے۔ ہم بڑی مشکل سے سپیشل ریل گاڑیوں کے ذریعے دریا خان اور پھر کلاچی پہنچے۔ اس زلزلے میں حضرت قبلہؒ کا بہت سا سامان ضائع ہو گیا تھا اور عرفان کے بہت سے قیمتی مسودات بھی ضائع ہو گئے تھے۔ ان مسودات کو ازسرِ نو لکھنے میں آپ کو بڑی دِقت اٹھانی پڑی تھی۔

کتابوں کی اشاعت میں اہل قبر روحانیوں کی امداد

۱۹۳۶ء میں آپؒ کو عرفان اردو، نور الہدیٰ فارسی اور اس کا ترجمہ شائع کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اور اسی خیال کے تحت اسی سال آپؒ نے مجھے فنِ کتابت سکھانے کے لیے پنجاب کے نامور خطاط جناب صوفی عبدالمجید پروین رقم کے پاس بٹھا دیا۔ میرا خط پہلے سے ہی کافی اچھا تھا۔ چنانچہ میں نے بہت تھوڑے عرصے میں فنِ کتابت اس قدر سیکھ لیا کہ میں حضرت قبلہؒ کی کتابوں کی کتابت کر سکوں۔ عرفان اور حق نما کا مسودہ تیار تھا لیکن مالی حالت طباعت کے اخراجات کی کفیل اور متحمل نہ تھی۔ اس لیے یہ کام مزید کچھ عرصہ تک معرضِ التوا میں پڑا رہا۔ آخر یہ مشکل بھی دو اہلِ قبر روحانیوں کی برکت اور باطنی مدد سے آسان ہوئی۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ ۱۹۴۱ء میں آپؒ نے ایک دفعہ کتب خانہ آصفیہ واقع حیدر آباد (دکن) دیکھنے اور وہاں نادر قلمی کتابوں کے مطالعہ کا ارادہ کیا۔ حیدر آباد میں آپؒ کے کالج کے زمانے کے ایک دیرینہ دوست مولوی عبدالعزیز صاحب عثمانیہ ٹریننگ کالج میں وائس پرنسپل تھے۔ اس سلسلے میں پہلے ان سے خط و کتابت ہوئی۔ جواب میں انہوں نے بڑا اشتیاق ظاہر کیا اور لکھا کہ اگر آپؒ تشریف لے آئیں تو زہے نصیب۔ چشمِ ماروشن و دلِ ماشاد والی بات ہوگی۔ پرانی یادیں تازہ ہو جائیں گی۔

اے ذوق کسی ہمدمِ دیرینہ کا ملنا
بہتر ہے ملاقاتِ مسیحا و خضر سے

چنانچہ آپؒ اس سفر کے ارادے سے پہلے لاہور گئے اور حکیم سلطان محمد مرحوم کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ حکیم صاحب مرحوم آپؒ کے قدیم اور مخلص ترین دوستوں میں سے تھے۔

آپ جب بھی لاہور جاتے انہی کے ہاں قیام فرماتے اور اکثر ان سے صلاح مشورہ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپؒ نے حکیم صاحب پر اپنا ارادہ اور مقصد ظاہر کیا تو حکیم صاحب نے اس سفر سے باز رہنے کا مشورہ دیا۔ حکیم صاحب نہایت تجربہ کار، جہاندیدہ اور معاملہ فہم بزرگ تھے۔ کہنے لگے اتنی دور جانے سے کیا فائدہ۔ چنانچہ اس مخلصانہ مشورہ پر آپ کا شوق سرد پڑ گیا اور فرمایا کہ جب آپ کا مشورہ یہی ہے تو میں نہیں جاتا۔ لیکن دوسرے روز علی الصبح نیند سے بیدار ہوتے ہی حکیم صاحب نے سب سے پہلے جو بات آپؒ سے کہی وہ یہ تھی کہ آپؒ سفر کا ارادہ ترک نہ کریں بلکہ اس سفر پر ضرور جائیں۔ اس میں کچھ مصلحت پنہاں معلوم ہوتی ہے۔ یہ سن کر آپؒ حیران رہ گئے۔ فرمایا کل تو آپؒ نے اس سفر سے باز رہنے کا مشورہ دیا تھا مگر آج اصرار کر رہے ہیں۔ حکیم صاحب نے کہا "رات کو خواب میں مجھے کسی نے تاکید کے ساتھ کہا کہ فقیر صاحب کو اس سفر سے ہرگز مت روکو۔ انہیں جانے دو۔" چنانچہ آپؒ اس کے دوسرے دن دور دراز سفر پر روانہ ہو گئے۔ روانگی سے قبل آپؒ نے حیدر آباد (دکن) عبدالعزیز صاحب کو برقیہ بھیج دیا تھا۔ جب آپ حیدر آباد سٹیشن پر پہنچے تو عبدالعزیز صاحب استقبال کے لیے موجود تھے۔ آپ کو اور عبدالعزیز صاحب کو کالج کے زمانۂ طالب علمی میں بچھڑے ہوئے تیس سال سے بھی زیادہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔ امتدادِ زمانہ سے صورتیں بدل چکی تھیں۔ اس لیے عبدالعزیز صاحب آپؒ کو پہچان نہ سکے۔ مگر آپؒ نے پہلی ہی نظر میں انہیں پہچان لیا۔ جب آپؒ نے ان کو جالیا تو عبدالعزیز صاحب بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے۔ میرا تو خیال تھا کہ آپؒ کے ساتھ مریدوں کا ایک ہجوم ہوگا اور روایتی نوعیت کا مشائخانہ ٹھاٹھ باٹھ اور پیرانہ وضع قطع ہوگی۔ مگر آپ تو بالکل تن تنہا اور یکسر سادہ لباس میں ہیں۔ آپؒ نے فرمایا مشائخانہ ٹھاٹھ باٹھ محض ریاکاری ہے اور پیرانہ وضع قطع اور جبہ و دستار صرف ڈھونگ ہوتا ہے۔ اس میں اصلیت اور حقیقت نام کو نہیں ہوتی۔ چنانچہ حیدر آباد میں آپ کا قیام عبدالعزیز صاحب کے ہاں رہا۔ وہاں آپؒ نے تقریباً ایک ماہ قیام کیا۔ اس عرصہ میں آپؒ کتب خانۂ آصفیہ میں جا کر اپنے ذوقِ کتب بینی کی تسکین کرتے رہے۔ دن کے وقت عبدالعزیز صاحب کالج چلے جاتے اور آپؒ اکیلے کتب خانے چلے جاتے۔ وہاں سوائے عبدالعزیز صاحب کے آپ کا کوئی اور شناسا اور

Marfat.com

واقف نہیں تھا اور عبدالعزیز صاحب خود بھی ایک خاموش طبع اور گوشہ گیر انسان تھے۔ ان کے بھی شہر میں زیادہ مراسم نہ تھے۔ ان کا شہر بھر میں صرف ایک دوست تھا جس کا نام مولوی امام بخش تھا اور جو وزارتِ مالیات کے دفتر میں ملازم تھا۔ وہ گاہے گاہے ان سے ملنے کے لیے آجایا کرتا تھا اور ہم وطن ہونے کی وجہ سے دوست بن گیا تھا۔ عبدالعزیز صاحب کا اصلی وطن ڈیرہ غازی خاں تھا اور مولوی امام بخش بھی ڈیرہ غازی خاں ہی کے رہنے والے تھے۔ فقیر صاحبؒ کے قیام کے دوران جب وہ عبدالعزیز صاحب کے پاس آیا تو عبدالعزیز صاحب نے ان کی ملاقات فقیر صاحبؒ سے کرادی۔ وہ آپ کی صحبت سے بہت متاثر ہوا اور پھر ہر روز ملنے آنے لگا۔ ایک دن آپؒ نے اس سے کسی بزرگ کے مزار کے متعلق دریافت کیا تو وہ آپؒ کو حضرت یوسف شاہؒ اور شریف شاہ صاحبؒ کے مزار پر لے گئے۔ ان دونوں بزرگوں کی قبریں حیدرآباد میں ایک ہی مزار کے اندر ہیں اور یہ ہر دو بھائی ہو گزرے ہیں۔ جب حضرت قبلہؒ وہاں گئے تو آپؒ کو ان میں بڑی روحانی قوت معلوم ہوئی اور پھر ہر دوسرے تیسرے روز وہاں جانے لگے۔ ایک رات آپ نے اپنی کتابوں کی طباعت کے لیے کچھ مالی امداد کی خاطر ان روحانیوں سے رجوع کیا اور اللہ تعالیٰ نے فوراً ہی آپؒ کا مقصد ان روحانیوں کی توجہ اور برکت سے پورا کر دیا۔ ان دنوں سر اکبر حیدری مرحوم وہاں کے وزیر اعظم تھے جو یوسف شاہؒ اور شریف شاہؒ کے خاص معتقدین میں سے تھے اور عموماً جمعہ کی رات کو ان بزرگوں کے مزارات کی زیارت کے لیے آیا کرتے تھے۔ ان روحانیوں کے طفیل سر اکبر حیدری سے ملاقات کی بڑی خوشگوار سبیل نکل آئی۔ اس ملاقات میں حضرت قبلہؒ نے اپنی غیر مطبوعہ کتابوں عرفان اور نورالہدیٰ کا تذکرہ کیا اور ان کی اہمیت اور افادیت پر روشنی ڈالی۔ سر اکبر حیدری بہت متاثر ہوئے اور بلا حیل و حجت ان ہر دو کتابوں کی طباعت کے لیے ایک معقول رقم کی منظوری دے دی۔ اس رقم کی وصولی کے سلسلے میں آپؒ کو وہاں کے مذہبی امور کے وزیر مرزا یار جنگ بہادر سے ملنا پڑا۔ ان سے ملاقات اور گفتگو ہوئی تو ان کو آپؒ سے بے حد عقیدت پیدا ہو گئی۔ انہوں نے بہت جلد کاغذات کی تکمیل کر دی اور آپ وہاں ایک ماہ قیام کے بعد واپس کلاچی آگئے۔ وہ رقم دو اقساط میں وصول ہوئی۔ پہلی قسط کلاچی میں موصول ہو گئی۔ اس سے آپؒ نے عرفان اور نورالہدیٰ فارسی طبع کرائیں۔

دوسری قسط بھی حق نما کے لیے کلاچی میں موصول ہوئی تھی مگر حیدر آباد کے احباب اور خصوصاً وزیرِ امور مذہبی مرزا یار جنگ بہادر نے درخواست کی کہ آپؒ خود حیدر آباد تشریف لے آئیں کیونکہ کئی لوگ عرفان پڑھ چکے ہیں اور ان کو آپ سے ملنے کا بے حد اشتیاق ہے۔

حیدر آباد دکن کا دوسرا سفر

اہلِ حیدر آباد کے اصرار پر ۱۹۴۲ء میں آپؒ کو دوبارہ حیدر آباد دکن جانا پڑا۔ اس بار راقم الحروف بھی آپؒ کے ہمراہ تھا۔ اس دفعہ نواب مرزا یار جنگ بہادر نے ہمارے قیام کا انتظام شاہی مہمان خانے میں کر رکھا تھا۔ یہ شاہی مہمان خانہ صلح سرائے کے نام سے مشہور تھا اور شاید پہلی جنگ عظیم کے خاتمے پر صلح کی یادگار کے طور پر تعمیر کیا گیا تھا۔ سواری کے لیے سرکاری گاڑی کا انتظام تھا۔ اس مہمان خانے کا مہتمم ایک ایرانی نژاد معمر پارسی تھا جو اکثر فقیر صاحبؒ کے پاس آیا کرتا تھا۔ اس بار ہم نے وہاں پورے دو ماہ گزارے اور حیدر آباد اور سکندر آباد کی خوب سیر کی۔ اتنا عرصہ ہم نے وہاں صرف سیر و سیاحت کے لیے گزارا تھا۔ حیدر آباد اور سکندر آباد دنوں نہایت پُر رونق اور عظیم شہر ہیں۔ فقیر صاحبؒ جمعہ کی نماز وہاں کی جامع مسجد میں ادا کیا کرتے تھے جو مکہ مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ وہاں کے جامعہ عربیہ کے مہتمم مولانا ابوالوفا صاحب بھی اس بار آپؒ سے متعارف ہو گئے تھے۔ مولوی صاحب کو آپؒ سے خاص انس تھا۔ وہ بہت نیک اور پارسا بزرگ تھے۔ پوری عمر مجرد رہے تھے۔ اصل سے پٹھان تھے۔ افغانستان کے رہنے والے تھے اور ولایتی ملا کے نام سے مشہور تھے۔ ان کی تمام عمر حیدر آباد میں گزری تھی۔ ہمارے ساتھ بڑی پیاری پشتو بولتے تھے۔ فقیر صاحبؒ ان کے ہاں ان کی دعوت پر جایا کرتے تھے۔

اہلِ علم و دانش کا اہم ترین اجتماع

اس دفعہ ایک رات نواب مرزا یار جنگ بہادر وزیرِ مذہبی امور نے اپنے احباب کو فقیر صاحبؒ سے متعارف کروانے کے لیے اپنی قیام گاہ پر ایک پر تکلف اور شاہانہ دعوت کا اہتمام کیا۔ نوابوں کے احباب بھی نواب اور بڑے امرا اور اکابرینِ ریاست کے دوست بھی بڑے امرا اور اکابرینِ ریاست ہی ہوتے ہیں۔ اس دعوت میں متحدہ ہندوستان کی سب سے بڑی، متمول اور نظاموں کی ریاست کے اکثر اکابرینِ ریاست، بلند پایہ دانشور، مدبر،

Marfat.com

قانون دان، ماہرینِ تعلیم، علما اور سیاست دان شریک تھے۔ بہت سے سربرآوردہ وکلاء بیرسٹر اور جج صاحبان کے علاوہ وہاں کے چیف جسٹس صفدر یار جنگ بہادر بھی مدعو تھے۔ سب اس اجنبی اور غیر معروف فقیر درویش کو دیکھنے اور اس کے عارفانہ معیار اور روحانی علمیت کا جائزہ لینے آئے تھے۔اس دعوت میں ہمارے ساتھ مولوی عبدالعزیز صاحب اور مولوی امام بخش صاحب بھی گئے تھے۔ دعوت کا وقت عشا کی نماز کے بعد مقرر تھا۔اس شاہی طرز کی دعوت میں عجیب وغریب قسم کے مشروبات و ماکولات، انتہائی فینسی اور قیمتی کراکری خصوصاً چاندی کے خوشنما برتنوں میں رکھے گئے تھے۔ جب دعوت ختم ہوئی تو تمام مہمان ایک بڑے خوبصورت مُرصّع اور آراستہ وپیراستہ کشادہ ہال میں آ گئے جو بالکل ایک قصر اور محل کی طرح تھا۔ جہاں انتہائی قیمتی قالین بچھے ہوئے تھے۔ بہت شاندار شاہانہ صوفے پڑے ہوئے تھے اور بیش بہا نوادرات سجے ہوئے تھے۔مہمانوں کے لباس، وضع قطع اور شکل وشباہت سے جدید تہذیب وتمدن اور اعلیٰ امیرانہ اور شاہانہ جاہ وجلال اور محلاتی شان وشوکت کا پورا پورا اظہار ہوتا تھا۔ان کے درمیان بالکل سادہ، اجنبی اور معمولی لباس میں ملبوس، ناڑ کی ٹوپی پر سوتی پگڑی بے ہنگم طور پر باندھے اور پٹھانوں کی روایتی جوتی پہنے ہوئے ایک غریب پٹھان درویش بیٹھا ہوا تھا۔جس نے نہ تو اس سے پہلے کبھی ایسا محلاتی اور شان وشوکت والا ماحول دیکھا تھا اور جسے نہ ہی کبھی مملکت کے وزرا، عدالتِ عالیہ کے سربراہوں، دانش کدوں کے قائدین اور اکابرینِ سیاست کے درمیان بیٹھنے اور ان سے مذاکرات کا موقع میسر آیا تھا۔ قصر نما ہال کے اندر ایک غریب الدیار درویشِ بے نوا ریاست بھر کے بالغ نظر، جہاندیدہ، دانش وروں، اکابرین اور نوابوں و جنگ بہادروں کی نگاہوں کا مرکز بنا ہوا تھا اور باہر درجنوں ایسی صبا رفتار، برق خرام اور بیش قیمت لمبی کاروں کا ایک کارواں کھڑا تھا جو آئینوں کی طرح چمک رہی تھیں اور جن پر نظر نہیں ٹکتی تھی۔

یہ مجلس اپنی نوعیت کے لحاظ سے بہت اہم تھی فقیر صاحبؒ کو خود بھی اس بات کا اعتراف تھا کہ میرے گرد اس قدر مدبر، اصحابِ علم ودانش اور اہم شخصیتوں کا اجتماع اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ نظام الملک کا یہ شہر حیدر آباد دکن ویسے بھی علم و دانش کے مرکز کی حیثیت سے ہندوستان بھر میں مشہور تھا۔ راقم الحروف اور مولوی عبدالعزیز صاحب الگ ایک طرف

Marfat.com

بیٹھے ہوئے اس پر وقار محفل کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ پھر فقیر صاحبؒ سے مختلف موضوعات پر عالمانہ اور دقیق انداز میں گفتگو شروع ہوئی۔ ایک صاحب نے تصوّف اور سلوک کے سب سے نازک، ادق اور مشکل مسئلے وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے متعلق نہایت عالمانہ انداز میں کچھ سوالات کیے۔ جس کی وضاحت اور تشریح میں خود وحدت الوجود کے نظریے کے موسّس اور بانی شیخ اکبر ابن عربی بھی فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ میں درماندہ اور حیران و ششدر ہو کر رہ گئے ہیں۔

حضرت قبلہؒ نے فرمایا وحدت الوجود کی مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی دن کے وقت آسمان پر ہر طرف سورج کی روشنی محیط پاتا ہے اور اس روشنی میں اسے ستارے اور سیارے معدوم نظر آتے ہیں۔ حالانکہ دن کے وقت آسمان پر ستارے اور سیارے موجود ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس وحدت الشہود کے نظریے کی مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی دن کے وقت سورج کو بھی دیکھتا ہے اور نگاہ کی تیزی اور وسعت کے باعث ستاروں اور سیاروں کو بھی ساتھ ساتھ دیکھ سکتا ہے۔ ثانی الذکر آدمی اول الذکر آدمی کی نسبت زیادہ حقیقت بین اور صحیح النظر واقع ہوا ہے اور یہ انبیا کا مذہب ہے۔ جنہیں نورِ وحدت کے سورج کی روشنی میں کثرت کے ستارے بھی صاف طور پر نظر آتے ہیں۔ مزید فرمایا کہ ازل کے روز جب بعض ارواح پر اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی ہوئی تو ان کی نظر اس تجلی کے نور سے خیرہ ہوگئی۔ انہوں نے دنیا میں آ کر بغیر نفی کے اللہ تعالیٰ کو ثابت کیا اور ہر شے میں اس کا پرَتو دیکھ کر مختلف مظاہرِ قدرت کو ذاتِ واجب الوجود تصور کیا۔ یہ مشرب ہمہ اوست اور وحدت الوجود کا ہے۔ جو لغزشوں اور رجعتوں سے پُر ہے۔ پھر مشربِ ہمہ اوست اگر توحیدی اور حالی ہے تو اس کے جواز کی صورت ہو سکتی ہے۔ لیکن عوام اہلِ تقلید لوگ اس مشرب میں بڑی بھاری لغزش کھا جاتے ہیں اور کائنات کی ہر شے کو ذاتِ واجب الوجود کا مظہر خیال کر کے اس کے پوجنے اور پرستش کرنے کا جواز نکال لیتے ہیں۔ پیر پرستی، حسن پرستی، بت پرستی، قبر پرستی، سورج پرستی، آتش پرستی اور اوتار پرستی وغیرہ کے جواز یہیں سے نکلتے ہیں۔ منصور کا انا الحق اگرچہ حالی تھا تب بھی شریعت نے مواخذہ کر کے اسے سولی پر چڑھا دیا۔ مگر فرعون کا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی ۝ (النّٰزعٰت ۷۹: ۲۴) دجّالی تھا کیونکہ نفسانی لوگوں کا کبر اور انانیت نفس سے روا

ہوتی ہے اور اہل اللہ لوگوں کی انا اور کبر ذات سے ہوتا ہے۔ اس مشرب میں جو لوگ اہلِ توحید ہیں وہ مجذوبین، معذورین کہلاتے ہیں اور جو لوگ اہلِ تقلید صاحب قیل وقال ہیں وہ ضالین اور راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اس کے برعکس ہم ازوست اور وحدت الشہود کا عقیدہ رکھنے والے زیادہ بلند حوصلہ، قوی استعداد اور دوربین واقع ہوئے ہیں۔ ان کی ارواح اور قلوب پر روزِ ازل میں اَلَسْت کی تجلی ہوئی تو دنیا میں بھی ان لوگوں نے وعدہ بَلٰی کو کماحقہ ایفا کیا۔ ان لوگوں نے نورِ حق کو مقامِ ربوبیت میں اور اپنے وجود کو مقامِ عبودیت میں الگ الگ دیکھا۔ انہوں نے دنیا میں آکر دل وجان سے اس کی ربوبیت کا اظہار کیا اور اپنی عبودیت کا ظاہری و باطنی اور عملی و علمی طور پر اقرار کیا۔ ان لوگوں نے اپنے حادث وجود میں اس کے قدیم رنگ سے اس کی معرفت اور شناخت کا فائدہ اٹھایا اور اسی کے شمعِ جمال پر پروانہ وار جل کر اپنے آپ کو اس پر مٹایا اور اپنے تمام غیر اور ماسوا مطلوبوں اور کل نفسانی مقصودوں اور جملہ فانی معبودوں کی نفی کر کے اس کی ذات واجب الوجود کو ثابت کیا اور اپنے آپ کو اس کی ذات حی وقیوم میں فنا کر کے اس کے وصل اور مشاہدے سے جامِ لقا پیا۔ یہ فرقہ محبوبین، ہمہ ازوست اور وحدت الشہود کا ہے۔ آپؒ نے کہا کہ ہم اسی نظریے اور عقیدے کے قائل ہیں اور یہی سب سے صحیح ہے۔ یہی نظریہ اہل سنت و جماعت اور اہلِ حق کا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ سب کچھ اسی سے ہے اور وہ سب کا خالق ہے۔ اس کی ذات مخلوق کے گرد وغبار سے پاک اور منزہ ہے۔ قرآن پاک میں آیا ہے: فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (محمد ﷺ ۴۷: ۱۹) یعنی اس بات کو جان لے کہ اس کی ذات واجب الوجود کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اس میں غیر معبودوں کی نفی ہے پھر اثبات ہے اور یہی صراطِ مستقیم ہے اور یہی اصل توحید اور معرفتِ ذات ہے۔ اس مدلل جواب سے سائل کا منہ کُھلا کا کُھلا رہ گیا۔ اس کی پوری تسلی اور تشفی ہوگئی اور اس سے مزید کوئی سوال نہ بن پڑا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ سائل پورا علامہ تھا۔ جامعۂ ازہر کا فارغ التحصیل تھا اور وحدت الوجود کے فلسفے کا بڑا ماہر اور عالم تھا۔ حاضرین پر سکوت طاری تھا اور وہ دم سادھے اس علمی اور دقیق بحث کو سن رہے تھے۔ میں نے اس بحث کا صرف خلاصہ ہی درج کیا ہے ورنہ آپؒ نے اس پر بڑی تفصیلی بحث کی اور کوئی پہلو تشنہ نہ چھوڑا۔

ایک دوسرے صاحب نے خلفائے راشدین کے بارے میں ایک بہت پیچیدہ سا سوال کیا اور کہا کہ کون سے خلیفہ افضل ہیں۔اس نے کہا جیسے رسولوں اور نبیوں کے درجات ہیں اور ان میں فرقِ مراتب ہے اور ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے جیسے کہ قرآن کہتا ہے تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ م (البقرہ ۲: ۲۵۳) خلفا میں سے بھی ہمیں بعض پر بعض کی فضیلت کا تعین کرنا ہوگا۔اس سوال کے جواب میں بڑی احتیاط کی ضرورت تھی کیونکہ مجمع میں مختلف عقائد کے لوگ موجود تھے۔سائل تفضیلی شیعہ معلوم ہوتے تھے۔بڑے پائے کے عالم تھے اور وہ اس سلسلے میں ایک فقیر اور درویش کے خیالات معلوم کرنا چاہتے تھے اور مجمع میں ایک خاص تأثر پیدا کرنے کے خواہش مند تھے۔ اس سے بڑا اختلاف اور کشیدگی پیدا ہو سکتی تھی اور بدمزگی کا احتمال تھا۔آپؒ نے اس کے جواب میں کچھ توقف اور تامل فرمایا اور ایک ایسے جواب کے متوازن الفاظ کا انتخاب کیا جس سے رنجش اور کشیدگی پیدا ہوئے بغیر سائل کی تسلی ہو جائے اور اسے صحیح جواب مل جائے۔آپؒ نے فرمایا کہ خلفا کا آپس میں مقابلہ نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی ان کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو الگ الگ کمالات اور صفات ودیعت فرمائی تھیں اور مختلف کمالات اور صفات کی آپس میں نہ کوئی نسبت قائم کی جا سکتی ہے اور نہ ہی ان کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔جس طرح ظاہر میں مختلف فنون اور کمالات ہیں اسی طرح باطن میں بھی الگ الگ ہنر اور کمالات ہیں اور ایک ہنر دوسرے ہنر اور کمال سے کوئی نسبت اور لگاؤ نہیں رکھتا۔مثلاً دنیا میں بعض اشخاص خوشخطی میں کمال رکھتے ہیں،بعض خوش الحانی میں ماہر ہیں، بعض پہلوانی میں یگانۂ روزگار ہیں،بعض خیاط ہیں اور بعض معمار۔ان مختلف فنون اور کمالات والوں کا آپس میں مقابلہ کرنا نادانی ہے۔مثلاً یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فلاں خوش نویس اور فلاں گویے میں کون بہتر اور کون افضل ہے یا فلاں خیاط اور فلاں پہلوان میں کون بڑھ کر ہے۔کیونکہ یہ شعبے ہی مختلف ہیں۔اسی طرح خلفائے راشدین اور اصحابِ کبار میں سے بعض عدل میں،بعض حیا میں،بعض علم میں،بعض جود وسخا میں اور بعض شجاعت میں یگانۂ روزگار ہوئے ہیں۔سب کو اپنے اپنے مختلف فن،صفت اور ہنر میں کمال حاصل تھا۔آپ ان کا مقابلہ کس طرح کراتے ہیں۔ہم سب کا کمال الگ الگ تسلیم کرتے ہیں۔ان کا

Marfat.com

مقابلہ نہیں کرایا جاسکتا۔ کیونکہ وہ کسی ایک فن اور کمال میں مشترک اور متقابل نہیں تھے۔ ان کا تقابل کرانے سے ہمارا اپنا مقابلہ اور مجادلہ اور لڑائی جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ بغض وعناد اور کشیدگی و رنجش کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ صحابہ سب ستاروں کی طرح روشن ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی جس باب میں تقلید کی جائے ہدایت اور فلاح کا باعث ہے۔ صَحَابِیْ کَا النُّجُوْمِ فَاَیُّکُمْ اِقْتَدَایْتُمْ اِھْتَدَیْتُم۔ خود مرزا یار جنگ بہادر نے ایک عجیب سا سوال کیا۔ انہوں نے کہا کہ قدرت نے ہر چیز کو اپنا اپنا مقام اور اپنا اپنا کام سونپا ہے۔ ستارے اپنے مقام پر کھڑے اپنا فرض انجام دے رہے ہیں۔ ہوائیں اپنا کام کر رہی ہیں۔ نباتات، جمادات اور دیگر اشیا اپنے اپنے طور پر قدرت کی ضروریات کو پورا کر رہی ہیں۔ انسانوں کو بھی الگ الگ فرائض سونپے گئے ہیں۔ اگر وہ اپنا اپنا مقام اور اپنا اپنا کام چھوڑ کر صرف یادِ الٰہی میں مصروف ہو جائیں تو دنیا کے کام کیسے چلیں گے اور عرفان میں آپ نے صرف یادِ الٰہی پر زور دیا ہے اور آپ نے خود بھی ایک عرصہ تک ترکِ دنیا اختیار کر لی تھی۔ آپؒ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ یادِ الٰہی میں مصروف ہونے سے یہ مراد نہیں کہ دنیاوی فرائض چھوڑ دیئے جائیں البتہ بعض مخصوص حالات میں اگر کوئی ایسا غیر معمولی واقعہ پیش آ جائے تو اس میں انسان کا اپنا کوئی اختیار نہیں اور بس نہیں ہوتا۔ مجھے یادِ الٰہی کا جذبہ دامن گیر ہوا تو اس وقت میں اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ ایک غیبی کشش تھی جو مجھے بے اختیار طور پر لاحق ہو گئی تھی اور میں مجبوراً سب کچھ چھوڑ بیٹھا تھا اور وہ بھی ایک خاص وقت کے لیے۔ ورنہ عام آدمی اپنے دنیاوی فرائض بھی سرانجام دے سکتا ہے اور یادِ الٰہی بھی کر سکتا ہے۔

اس کے علاوہ کچھ اور اصحاب نے بھی مختلف موضوعات پر سوالات کیے اور آپؒ نے سب کے انتہائی مدلّل، معقول اور مفصّل جوابات دیے۔ آپؒ پوری محفل پر چھا گئے تھے اور تمام دانشور علما اور قانون دان آپؒ کے سامنے طفلِ مکتب معلوم ہو رہے تھے۔ یہ دلچسپ محفل کافی رات گئے تک جاری رہی اس کے بعد ہم اپنی آرام گاہ میں آ گئے۔

حیدر آباد دکن میں کچھ احباب نے آپؒ سے کہا کہ اگر آپؒ کہیں تو ہم نظامِ دکن میر عثمان علی خان کے ساتھ آپؒ کی ملاقات کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر آپؒ اس پر راضی نہ ہوئے اور فرمایا کہ میں یہاں مزید متعارف ہونا نہیں چاہتا۔ مجھے شہرۂ شہر نہ بناؤ۔ میرا مقصد حل ہو گیا

Marfat.com

ہے اور اسی قدر کافی ہے۔ چنانچہ ہم پورے دو ماہ گزارنے کے بعد وہاں سے واپس وطن آ گئے۔اس طرح عرفان، نورالہدیٰ اور حق نما کی طباعت کا انتظام اللہ تعالیٰ نے کر دیا۔

صحرانوردی اور بادیہ پیمائی

ابتدائی ایام میں آپؒ حضرت سلطان العارفینؒ کے مزارِ مقدس کی زیارت کے لیے سینکڑوں مرتبہ تنہا پیدل گئے ہیں۔تقریباً بارہ سال تک آپؒ صحرا نورد اور بادیہ پیما رہے ہیں۔سینکڑوں راتیں تھل کے بے آب و گیاہ ریگستانوں اور جنگلوں میں بے بالین و بستر فرشِ خاک پر بسر کی ہیں۔اس دوران آپؒ نے کوئی دنیاوی شغل اختیار نہیں کیا۔دن رات ایک گونہ روحانی خمار کا عالم طاری رہتا تھا۔ایک روحانی کیف اور نشہ تھا جو آپؒ کو دنیا و مافیہا سے بے نیاز اور بے گانہ رکھتا تھا۔لوگوں سے کنارہ کشی اور خلوت گزینی کی یہ حالت کافی مدت تک قائم رہی لیکن بعد میں رفتہ رفتہ طبیعت میں سکون آ تا گیا اور جب سلوک کا راستہ مکمل طور پر طے کر لیا اور فقر کی تکمیل ہو گئی تو تنہائی اور گوشہ نشینی کی شدت کم ہوتی گئی۔یہاں تک کہ ترکِ تام کا یہ دور ختم ہو گیا اور پھر مذہبی فرائض کے ساتھ ساتھ دنیوی فرائض کی طرف بھی توجہ دینی شروع کی۔اس دور میں آپؒ نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا۔جو آخر تک جاری رہا۔آپؒ کی ذاتِ بابرکات سے ہزاروں گم گشتگانِ بادیہ ضلالت کی رہنمائی ہوئی۔ہزاروں عقیدت مندوں کو آپؒ کا روحانی فیض پہنچا اور ہزاروں اشخاص آپؒ کے ہاتھوں پر ہدایت پا کر راہِ راست پر آ گئے۔بہت سے ملحد اور منکرین الحاد اور دہریت چھوڑ کر پکے مسلمان اور خدا پرست بن گئے۔کئی قادیانی آپ کی کتاب "عرفان" پڑھ کر قادیانیت سے تائب ہو گئے۔کثیر تعداد میں غیر مقلدین اور منکرینِ اولیائے کرام اہل سنت والجماعت کے دائرے میں داخل ہو گئے۔آپؒ کی تصانیف کا ہر حرف تاثیر اور تاثر سے لبریز ہے۔ان کتابوں کی عبارت میں آپؒ کی باطنی توجہ اور روحانی جذبہ نہایت شدت کے ساتھ کارفرما ہے۔آپؒ کی روح ہمیشہ ان کتابوں میں جلوہ گر رہے گی۔اس چراغِ ہدایت سے لوگوں کے سینے اور دل ہمیشہ روشن اور منور ہوتے رہیں گے۔

قبورِ اولیا کا نادیدہ احساس

آپؒ کی ایک زندہ کرامت جو میں نے کئی بار دیکھی اور کئی دیگر ارادت مندوں نے بھی

Marfat.com

دیکھی یہ تھی کہ آپ کو اولیائے کرام اور بزرگوں کی قبروں کا بغیر دیکھے احساس اور ادراک ہو جاتا تھا۔ ۱۹۳۵ء کا واقعہ ہے۔ راقم الحروف اور حضرت قبلہؒ لاہور میں ایک گلی میں سے گزر رہے تھے۔ آپؒ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے یہاں کسی روحانی بزرگ کی قبر کی موجودگی کا احساس ہو رہا ہے۔ یہیں کہیں نزدیک ہی کسی روحانی کی قبر ضرور موجود ہوگی۔ چنانچہ میں نے آس پاس کے دکانداروں سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ میں نے آپؒ سے کہا کہ یہاں تو کسی کی قبر کی موجودگی کا پتہ نہیں چل رہا۔ آپؒ نے فرمایا قبر ضرور موجود ہے اور مجھے صحیح اور واضح احساس اور ادراک ہو رہا ہے۔ کسی اور سے پوچھو۔ میں نے کچھ اور لوگوں سے پوچھا اور انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔ آخر ایک معمر آدمی نے بتایا کہ ہاں اس کوچے میں ایک بزرگ کی قبر موجود ہے۔ چنانچہ اس نے ہمیں پیچ در پیچ گلیوں میں سے لے جا کر ایک بزرگ کی قبر کے پاس لا کھڑا کیا۔ ہم نے فاتحہ پڑھی اور واپس آ گئے۔ بعد میں مَیں نے آپؒ سے دریافت کیا کہ آپؒ کو کیسے علم، احساس اور ادراک ہو جاتا ہے۔ آپؒ نے فرمایا جہاں کسی روحانی کی قبر ہوتی ہے وہاں اس کی روحانی طاقت اور باطنی قوت کے مطابق اہلِ بصیرت زندہ دل لوگوں کے دلوں کو ان کا روحانی تموّج محسوس ہوتا ہے اور باطنی لہروں کا ادراک ہوتا ہے اور جو روحانی جس قدر طاقتور ہوتا ہے اسی قدر شدت کے ساتھ دور دور تک اس کی روحانی لہریں دل سے ٹکراتی ہیں اور اس کی روحانیت محسوس ہوتی ہے۔ معمولی طاقت والے اہلِ قبر روحانیوں کی روحانی لہروں اور تموّج کا دائرہ ان کی طاقت کے تناسب سے محدود ہوتا ہے۔

دربار حضرت سلطان باہوؒ پر مسلسل حاضری

۱۹۴۲ء سے لے کر ۱۹۵۵ء تک آپؒ کا قیام کلاچی میں رہا۔ اس دوران اور اس سے پہلے بھی آپؒ سال میں دو مرتبہ حضرت سلطان العارفینؒ کے دربار پر حاضری دیا کرتے تھے۔ ایک بار عاشورۂ محرم الحرام کے موقعہ پر اور دوسری بار چیت کے مہینے میں۔ ہر سال آپؒ کے عقیدت کیش آپؒ کو حضرت سلطان باہوؒ کے مزارِ مقدس کے جنوب کی طرف والے ایک مخصوص حجرے میں فروکش پاتے۔ حنائی رنگ کی ریش مبارک، سرخ و سفید نورانی چہرہ، عقابی ناک، پُرکشش اور پُرتاثیر آنکھیں، میانہ راست قد و قامت اور آپؒ کی مخصوص

Marfat.com

وضع قطع دیکھ کر آپؒ کے ارادت مند دور سے ہزاروں کے ہجوم میں آپؒ کو پہچان لیتے تھے۔ اس متبرک حجرے میں ان ہر دو موقعوں پر آپؒ کے گرد آپؒ کے پرستاروں کا ایک ہجوم رہتا تھا اور فقر و تصوف کے دقیق مسائل وردو وظائف کے مخفی اسرار، تصور اسم ذات اللہ کے بیش قیمت رموز، دعوت القبور کے گراں بہا نکات، کشف القبور، کشف القلوب، لطائف، مراقبات، توجہ، تصرف، حاضرات، تسخیر اور اسی قسم کے سینکڑوں روحانی مسائل اور موضوعات پر گفتگو اور مذاکرات ہوتے رہتے۔ یہی مبارک حجرہ آپؒ کے نیاز کیشوں کی نگاہوں کا مرکز اور آپؒ کے عقیدت مندوں کے قلوب کی آماجگاہ بنا رہتا۔

لاہور سے اُنس

دربار حضرت سلطان باہوؒ پر حاضری دینے کے علاوہ آپؒ پنجاب کے بعض علاقوں کا دورہ بھی کرتے۔ سال میں دو تین مرتبہ لاہور ضرور جاتے۔ لاہور آپؒ کا پسندیدہ اور محبوب ترین شہر تھا۔ اس کے بازاروں، سڑکوں اور مزارات سے آپؒ کو خاصا انس تھا۔ یہ شہر آپؒ کو اپنا شہر اور اپنا زاد بوم معلوم ہوتا تھا اور یہاں رہ کر آپ کو ایک گونہ قلبی سکون اور روحانی اطمینان حاصل ہوتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس شہر میں آپؒ نے کالج کا پر ذوق زمانہ گزارا تھا۔ لاہور میں حضرت شاہ محمد غوث صاحبؒ اور حضرت میاں میر صاحبؒ کے مزارات پر زیادہ حاضری دیا کرتے تھے اور ان مزارات پر آپؒ نے کئی بار دعوت بھی پڑھی تھی۔ اس کے علاوہ حضرت داتا گنج بخش صاحبؒ کے مزار پر بھی حاضری دیا کرتے تھے۔

پانڈی چری کا سادھو

آپؒ انتہائی حد تک شریعت کے پابند تھے اور کسی قیمت پر بھی شرعی طریقے سے انحراف نہیں کرتے تھے۔ غیر شرع کسی سفلی کمال کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ جن دنوں آپؒ حیدر آباد دکن گئے تھے ان دنوں وہاں پانڈی چری کے ایک سادھو کا بڑا چرچا تھا اور حیدر آباد دکن کے نامجھ امیر وہاں جایا کرتے تھے۔ یہ سادھو پانڈی چری کے ایک مشہور آشرم کا مہا گرو تھا۔ مشہور کانگریسی لیڈر شری سبھاش چندر بوس بھی گیروے کپڑے پہن کر کچھ عرصہ کے لیے اس آشرم میں داخل ہوئے تھے۔ اس سادھو کے متعلق مشہور تھا کہ وہ آشرم کے ایک تالاب کے درمیان پانی کی سطح پر آلتی پالتی مار کر دن بھر مالا جپتا رہتا تھا اور

Marfat.com

پانی میں ڈوبتا نہیں تھا۔اسی دوران ایک دن آپ حیدرآباد دکن کی مکہ مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے گئے۔ راقم الحروف اور مولوی عبدالعزیز صاحب بھی ہمراہ تھے۔نظام دکن بھی اسی مسجد میں نمازِ جمعہ ادا کرتے تھے۔ مسجد میں نمازیوں کا بڑا ہجوم تھا۔ہم تینوں مسجد کے صحن میں تالاب کے کنارے کھڑے ہوئے تھے۔ مولوی عبدالعزیز صاحب نے مذاق کے طور پر آپؒ سے کہا کہ اگر آپؒ بھی اس تالاب کی سطح پر مُصلّا بچھا کر نماز کے لیے کھڑے ہو جائیں اور ہم دونوں کو بھی اپنے پیچھے پانی کی سطح پر کھڑا کرلیں تو تمام لوگ اور خود نواب دکن بھی آپؒ کی زیارت کے لیے حاضر ہو جائے۔ آپؒ نے فرمایا یہ تمام شعبدہ بازی اور سفلی کارنامے ہیں۔ ہم اہلِ شریعت سالکوں کو اس کی اجازت نہیں۔ فرمایا پانڈی چری کے سادھو کی روحانی حیثیت کچھ بھی نہیں۔ اول تو اس کا قصہ ہی غلط ہے اور اگر اس میں کچھ صداقت ہے بھی تو بھی وہ محض ایک شعبدہ باز اور سفلی کمال کا مالک ہے۔ ہمارے لیے ایسے کام گناہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ سادھو نے اس کی باقاعدہ مشق کی ہو یا نچلے دھڑ کے نیچے ہوا سے بھری ہوئی ربڑ کی تھیلی رکھ چھوڑی ہو یا کوئی اور تکنیک اور ترکیب استعمال کی ہو۔ لوگ تو دور سے دیکھ کر اور اس کے کمال کے قائل ہو کر چلے جاتے ہیں کون اس بات کی تحقیق اور جستجو کرتا ہے کہ اُسے اٹھائے اور اس کے نچلے حصے کا معائنہ کرے۔ یا جس چیز پر وہ بیٹھا ہے اس کا مکمل جائزہ لے۔ آپؒ نے فرمایا کہ جب محمود غزنوی سومنات کے مندر میں داخل ہوا تو سومنات کے بت کو بڑے کمرے کے وسط میں معلق دیکھ کر حیران ہو گیا تھا لیکن بعد میں پتہ چلا کہ بت مقناطیسی کشش کی وجہ سے معلق تھا اور جب ایک طرف کی دیوار سے لوہا ہٹا دیا گیا تو بت دھڑام سے گر پڑا۔ آپؒ نے بتایا کہ جس زمانے میں مجھے عالمِ جنات سے سابقہ پڑا تو ان دنوں مجھے بھی جنات نے ایسے بہت سے کمالات کی پیش کش کی تھی۔ مگر میں نے ان چیزوں کو راہِ سلوک میں حائل سمجھ کر قبول نہ کیا۔ اور اگر ایسا کوئی کمال حاصل ہو گیا تو دانستہ اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے مزید بتایا کہ ایک بار جب میں دربار شریف میں مقیم تھا تو سورۂ مزمل فی بار پڑھنے سے ایک خاص رقم بطور وظیفہ ملنی شروع ہو گئی تھی۔ پھر میں نے تجربے کے طور پر تعداد بڑھا دی تو رقم کی مقدار بھی اسی تناسب سے زیادہ ملنی شروع ہو گئی۔ پھر تعداد گھٹا دی تو رقم کی مقدار بھی گھٹ گئی۔ جب میں نے یہ محسوس کیا کہ سورۂ مزمل پڑھنے

Marfat.com

کے ساتھ رقم وابستہ ہو گئی ہے تو میں نے دانستہ طور پر کچھ عرصہ کے لیے سورۂ مزمل کو پڑھنا ترک کر دیا۔ تاکہ رقم کا سلسلہ بند ہو جائے۔ میں نے سوچا کہ یہ تو صرف رقم کے حصول کی خاطر تلاوت اور وظیفہ ہوا۔ اللہ اور ثواب کے لیے نہ ہوا۔ کچھ عرصہ بعد جب دوبارہ سورۂ مزمل کا وظیفہ شروع کیا تو رقم کا سلسلہ بند ہو گیا تو مجھے سکون نصیب ہوا۔

آپؒ نے مزید بتایا کہ اسی طرح جنات کے رابطے اور تعلق کے دوران مجھے مراقبے کے اندر جنات دکھائی دیتے کہ وہ مجھے کچھ رقم دے گئے ہیں۔ پھر ظاہر میں بھی جنات کسی کو کشاں کشاں میرے پاس لے آتے جو مجھے اتنی ہی رقم دے جاتا۔ اس عمل کو بھی میں نے عمداً بند کر دیا تھا۔ جنات کے ذریعے جو عامل تسخیر کا کام کرتے ہیں اور ان کے ذریعے لوگوں کو کھینچ کھینچ کر روپیہ کماتے ہیں شرعی نقطۂ نظر سے یہ سب ناجائز ہے۔ بعض عاملین جنات کے ذریعے لوگوں کو جسمانی تکلیف پہنچا کر اپنا معتقد بنا لیتے ہیں اور پھر ان کی تکالیف رفع کر کے آمدن پیدا کرتے ہیں۔ فقراء کے نزدیک یہ بھی ناجائز ہے۔ بلند حوصلہ اور سچے فقراء صرف وہی ہیں جو جنات کے عالم سے دامن بچا کر آگے گزر جاتے ہیں اور بلند مراتب تک پہنچ جاتے ہیں۔ تنگ نظر عاملین اسی میں رہ جاتے ہیں اور جنات کے ذریعے طرح طرح کے کام کرتے ہیں۔ جاہل عوام ان کے اس قسم کے کاموں کو اعلیٰ کرامات تصور کرتے ہیں۔

ننگے سادھو کے استدراج کا خاتمہ

آپؒ نے بتایا کہ میں ایک دفعہ پنجاب کے ایک شہر میں اپنے ایک مخلص کے ہاں مقیم تھا۔ اس مخلص نے مجھے بتایا کہ یہاں کچھ عرصہ سے ایک ننگا سادھو آیا ہوا ہے جس نے شہر کے باہر راکھ کے ڈھیر پر دھونی رما رکھی ہے۔ بالکل ننگ دھڑنگ رہتا ہے۔ صرف ایک پتلی اور مختصر سی لنگوٹی کے اندر بیٹھا رہتا ہے۔ اس تھوڑے عرصے میں بہت کثرت سے ناسمجھ عوام اس کے پاس جانے لگے ہیں۔ یہاں تک کہ مسلمان عورتیں بھی اس کے پاس جانے لگی ہیں جو بہت بری بات ہے اور بڑی قباحت اور خرابی ہے۔ آپؒ نے بتایا کہ میں نے اس مخلص سے کہا کہ مجھے وہ سادھو دکھا دو۔ چنانچہ وہ مخلص مجھے وہاں لے گیا۔ جب ہم اس مقام پر پہنچے جہاں وہ سادھو بھبھوت ملے اور دھونی رمائے بیٹھا تھا تو ہمیں دور سے دیکھ کر اس نے ہماری طرف پیٹھ پھیر لی۔ حالانکہ اس سے قبل وہ عالمِ استغراق میں پرانا یام کا آسن بنائے

بالکل سامنے منہ کر کے بیٹھا تھا۔ ہم وہاں پہنچ کر اس کی سمادھی کے قریب کھڑے ہو گئے کہ وہ ہماری طرف منہ پھیرے گا مگر تقریباً ایک گھنٹہ تک بھی اس نے ہماری طرف منہ پھیرنے کی جسارت نہ کی۔ اس کے بعد ہم وہاں سے چلے آئے۔ آپؒ نے بتایا کہ اس کے اندر اتنا جنونی کشف تو ضرور موجود تھا کہ ہمارے ساتھ نظریں چار کرنے سے اس کا سفلی استدراج ختم ہو جائے گا۔ اس لیے اس نے ہماری طرف پیٹھ پھیر لی۔ سفلی استدراج کی اہلِ سلوک کے سامنے کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ آپؒ نے بتایا کہ تھوڑے عرصے کے بعد وہ سادھو اس جگہ کو چھوڑ کر کہیں چلا گیا۔ میں نے اس کا استدراج اپنی توجہ اور تصرف سے ختم کر دیا تھا۔

ملاّ مبین اور عطیہ بیگم سے ملاقات

بنوں میں ملا مبین جنات سے کام لینے میں بڑا مشہور تھا۔ پٹھانوں کا بہت وسیع علاقہ اس کے متعلق یقین رکھتا تھا کہ اسے جن سب کچھ بتا دیتے تھے اور وہ جنات کے ذریعے غیب کی باتیں معلوم کر لیتا تھا۔ کابل اور خوست تک کے لوگ اس کے پاس آتے۔ فقیر صاحبؒ ایک دفعہ بنوں آئے تو اتفاقاً آپکی ملاقات ملا مبین سے ہو گئی جو کہ راقم الحروف کے پاس ادویات لینے کی غرض سے آیا ہوا تھا۔ فقیر صاحبؒ نے اس کے ساتھ چند باتیں کیں۔ اس کے جانے کے بعد آپؒ نے بتایا کہ یہ شخص صرف اندازے اور قیافے سے کام لیتا ہے اس کے ماسوا اس کے پاس کوئی کشفِ جنونی یا جناتی تسخیر نہیں ہے۔

بنوں میں ایک شخص کچھ مجذوب سا ہو گیا اور اس کی چند پیشین گوئیاں درست ثابت ہوئیں۔ ہم نے وہ شخص بھی آپ سے ملوا دیا۔ آپ نے اسے دیکھ کر بتایا کہ اس کو تھوڑا سا کشفِ جنونی حاصل ہو گیا ہے۔ مستقل روحانیت اس میں نہیں ہے اور یہ چیز بھی بہت جلد اس سے زائل ہو جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اس شخص کا سارا کشف جاتا رہا اور وہ ہاتھ ملتے رہ گیا۔

پروفیسر ابراہیم جن دنوں بنوں وولن ملز کے منیجر تھے ان کی دختر عطیہ بیگم کے متعلق مشہور تھا کہ وہ روحوں کی حاضرات کر کے ان سے سوال و جواب کرتی ہیں۔ اکثر اونچے طبقے کے لوگ ان کے پاس جایا کرتے تھے۔ ان دنوں اتفاقاً فقیر صاحب بھی بنوں تشریف لے آئے۔ ہم نے آپؒ سے اس کا ذکر کیا تو آپؒ ہمارے اصرار پر بنوں وولن ملز دیکھنے اور

Marfat.com

عطیہ بیگم سے ملاقات پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے اس سے مختصر ملاقات کی اور وہاں سے واپس لوٹنے کے بعد آپؒ نے ہمیں بتایا کہ عطیہ بیگم صرف تخیلات کی دنیا میں رہتی ہیں۔ اسکے پاس کوئی روح وغیرہ حقیقتاً حاضر نہیں ہوتی۔ وہ صرف قوتِ متخیلہ سے کام لیتی ہے۔

دنیاداروں کے اصل روپ

آپؒ عموماً سرکاری عدالتوں میں جانے، سرکاری اہلکاروں، عہدیداروں اور حکام سے ملنے سے کتراتے تھے۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپؒ کو مغرور، متکبر، خودسر، رشوت خور، بے انصاف، بدکرداراور زر پرست حاکموں کے سامنے کھڑا ہونا انتہائی ناگوار گزرتا تھا۔ بے دین، دنیاداروں اور عیش پرست سرمایہ داروں سے ملنا پسند نہیں کرتے تھے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگ باطنی طور پر مسخ ہو چکے ہیں۔ ان کے باطنی جثے حیوانوں کی طرح ہیں اور محض یہ انسان نما حیوان ہیں۔ آپؒ کہا کرتے تھے کہ میں جب ان لوگوں کے باطنی وجودوں کی طرف دیکھتا ہوں تو ان کے معنوی وجود کتوں، ریچھوں، بھیڑیوں اور گدھوں کی طرح نظر آتے ہیں۔ جس زمانے میں آپ پیر سید علی حیدر القادری مرحوم کے ہمراہ کوئٹہ میں تھے تو ایک مرتبہ پیر صاحب نے بلوچستان کی ایک ریاست کے ایک نواب کی پر تکلف دعوت کی تھی۔ جس دن وہ دعوت میں شرکت کرنے کے لیے آیا تھا اس سے ایک دن قبل حضرت قبلہؒ نے مجھے بتایا کہ میں نے نواب کا باطنی جثہ درندے کی طرح دیکھا ہے۔ بعد میں جب اس نواب کے متعلق باخبر افراد سے پوچھا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ انتہائی درجے کا شرابی، زانی اور بدکردار آدمی ہے۔ آپؒ نے مزید بتایا کہ سلوک کے ابتدائی ایام میں مجھے ایسی صفائی حاصل ہو گئی تھی کہ میں جس آدمی کو باطنی نظر سے دیکھتا مجھے اس کا اصلی روپ نظر آتا۔ چنانچہ ان دنوں مجھے بہت کم لوگ انسانی شکل میں نظر آتے تھے۔ اکثر حیوانی صورتوں میں نظر آتے تھے۔ ایک دفعہ ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ آپؒ کو ایسا نظر آیا جیسے ایک سرخ رنگ کا کتا سامنے مصلّے پر کھڑا ہو۔ آپؒ نے فوراً سلام پھیر کر الگ نماز ادا کر لی۔ بعد میں اس مولوی کے متعلق معلوم ہوا کہ سود خور ہے اور اس نے بہت سا ناجائز مال دبا رکھا ہے۔ آپؒ نے بتایا کہ مجھے لوگوں کے اصلی باطنی روپ کو دیکھ کر سخت

Marfat.com

کوفت ہوتی تھی۔اس لیے میں نے پھر اس نظر سے دیکھنا ترک کر دیا۔

پیر لال شاہؒ جو کہ ایک رند مشرب بزرگ تھے جو تمام عمر دربار شریف پر مقیم رہے اور وہیں پر اب اُن کا مرقد ہے اکثر مولویوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔لیکن جب فقیر صاحبؒ امامت کرتے تو بڑے اہتمام اور شوق کے ساتھ ان کے پیچھے نماز ادا کرتے۔ فقیر صاحبؒ نے ان سے ایک دن دریافت کیا کہ آپ دوسرے مولوی صاحبان کی اقتدا میں نماز کیوں ادا نہیں کرتے تو وہ کہنے لگے کہ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے میں جو لطف آتا ہے وہ روایتی مولویوں کے پیچھے کہاں اور پھر دوسرے مولویوں کا ضمیر مجھے اکثر مکدر نظر آتا ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو جی نہیں چاہتا۔

حقہ نوشوں کی توبہ

آپؒ کی گفتگو میں غضب کی تاثیر پائی جاتی تھی۔ جب آپؒ کسی مسئلہ پر گفتگو کرتے تو سامعین مسحور ہو کر رہ جاتے۔ایک دفعہ آپؒ دربار حضرت سلطان العارفینؒ براستہ شورکوٹ جا رہے تھے۔وہاں ایک دن کے لیے کسی جگہ قیام کیا۔وہاں اور بھی کچھ زائرین ٹھہرے ہوئے تھے۔جن میں سے چند حقہ نوش تھے۔انہوں نے جب آپؒ کے نزدیک چند گز کے فاصلے پر حقے کا پانی انڈیلا تو آپؒ کو اس کی بدبو سخت ناگوار گزری۔آپؒ نے ان سے کہا ''بدبختو! دیکھو یہ صاف ستھرا پانی صرف چند گھنٹے تمباکو کا دھواں لگنے کے باعث اس قدر بدبودار ہو گیا ہے۔تم اپنے دل اور پھیپھڑوں کے متعلق تو ذرا سوچو ان کی کیا حالت ہو گی۔ جبکہ برسوں سے ان کو تمباکو کا دھواں دن رات لگ رہا ہے۔ اس بدبو کے باعث رحمت کے فرشتے تمہارے نزدیک تک نہیں بھٹک سکتے۔تم بزرگوں کی زیارت بھی کرتے ہو اور نمازیں بھی پڑھتے ہو۔ یقین جانو تمہاری نمازیں بے سود ہیں اور تمہاری زیارت بے کار ہے''۔ان الفاظ نے جادو کا اثر کیا اور انہوں نے فقیر صاحبؒ کے سامنے اسی جگہ حقہ توڑ دیا اور قسم کھائی کہ جب تک ہم زندہ ہیں حقے کو دوبارہ ہاتھ نہیں لگائیں گے۔حالانکہ وہ لوگ آپؒ کو جانتے تک نہ تھے کہ آپ کون ہیں۔

ایک ملحد کی اصلاح

ایک دفعہ آپؒ ریل میں کہیں سفر پر جا رہے تھے۔جس ڈبے میں آپؒ بیٹھے ہوئے تھے

Marfat.com

اس میں ایک ایسا شخص بھی سوار تھا جو کٹر قسم کا ملحد اور دہریہ تھا اور اعلیٰ تعلیم یافتہ تھا۔ یورپ کی یاترا کر آیا تھا۔ کارل مارکس اور ڈارون وغیرہ کے نظریات پر اسے پورا عبور حاصل تھا کیونکہ اس کے پاس اس وقت بھی چند کتابیں موجود تھیں۔ جب آپؒ نے مذہب کے متعلق باتیں شروع کیں تو اس نے آپؒ کو ایک دقیانوسی اور پرانے خیالات کا ملا سمجھ کر پہلے تو منہ پھیر لیا اور کوئی توجہ نہ دی۔ لیکن جب آپؒ کی گفتگو سے جدید علمی قرینہ اور فلسفیانہ انداز اجاگر ہونے لگا تو وہ شخص چونک سا پڑا اور حیرت سے آپؒ کے چہرے اور وضع قطع کا جائزہ لینے لگا۔ اسے حیرت اس بات کی تھی کہ ایک بالکل سادہ دیہاتی وضع قطع اور پرانی روایت کا حامل ایک شخص ایسی گفتگو کر رہا ہے جو جدید علمی معیار سے بھی زیادہ بلند اور وزنی ہے تو اس نے آپؒ کی طرف منہ کر لیا اور ایک عجیب سوال کر بیٹھا۔ اس نے کہا کہ موت کے بعد دوبارہ زندگی کا تصور اہلِ مذہب کا محض ایک مفروضہ ہے۔ انسان میں موجود زندگی کی لذتوں کے بعد بھی مزید دنیوی لذتوں کی خواہش نے حیات بعد الموت کے تصور کی بنیاد ڈالی ہے۔ حالانکہ اس کی کوئی عقلی دلیل نہیں۔ حیات بعد الممات کا نظریہ افسانوں، کہانیوں، کہاوتوں اور من گھڑت روایات کے سہارے قائم ہے۔ اس نے کہا کہ آپ مذہب سے قطعِ نظر کر کے اور قرآن وحدیث کا کوئی حوالہ دیئے بغیر اس کی کوئی عقلی اور سائنسی دلیل دیں تو میں مان لوں گا۔ مذاہب انسانوں کی اپنی اختراع ہیں اور الہام اور وحی بھی خیالی اور وضعی اصطلاحات ہیں۔ ان کی کوئی آسمانی حقیقت نہیں ہے۔ آپؒ نے بڑے تحمل اور بردباری سے فرمایا! بھائی تمہیں اس سے تو انکار نہیں کہ موجودہ زندگی سے قبل ہم نیست تھے یعنی ہم نہیں تھے یا موجود نہیں تھے۔ ایک ضرورت پیش آئی جس نے ہمیں ہست کر دیا یعنی وہ ضرورت ہمیں عالمِ وجود میں لے آئی۔ پھر موجودہ زندگی تو تم خود گزار رہے ہو اور تم زندہ موجود ہو۔ اس سے بھی تمہیں انکار بھی نہیں ہو سکتا۔ تیسری صورت پھر نیست ہونے کی ہے یعنی ہم نے مرنا ہے اور ضرور مرنا ہے۔ اس سے تم انکار نہیں کر سکتے۔ اب رہ گئی چوتھی صورت پھر زندہ ہونے کی۔ اس سے تمہیں صرف اس لیے انکار ہے کہ اس کا تمہیں ابھی تجربہ نہیں ہوا۔ اس طرح تم نے مذہب کے اس نظریے کا تین چوتھائی تو تسلیم کر لیا۔ یعنی ابتدائی نیستی پھر ہستی اور پھر نیستی۔ اب صرف ایک چوتھائی یعنی پھر ہستی اور زندہ ہونے کی بات رہ گئی۔ سو جو ضرورت ہمیں

Marfat.com

ابتدائی نیستی سے ہستی کی طرف لے آئی ہے وہی ضرورت پھر بھی موجود رہے گی اور پھر ہمیں ہست کر دے گی۔ چوتھی صورت تسلیم کیے بغیر ہستی اور نیستی کا یہ دائرہ اور حلقہ مکمل ہی نہیں ہوتا۔ اس کی تکمیل کی صورت صرف یہی ہے کہ ہم اس چوتھی صورت پر یقین کر لیں اور ایمان لے آئیں۔ آپؒ نے پوچھا کہ تمہارے پاس ایسی کوئی دلیل ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ جو قوت اور ضرورت ہمیں ابتدائی نیستی سے موجودہ ہستی کی طرف لے آئی ہے وہ موت کے بعد نہیں رہے گی۔ پھر دیکھیے دن رات، روشنی تاریکی، گرمی سردی، غم خوشی، بلندی پستی وغیرہ جفت جفت اور جوڑا جوڑا آئے ہیں۔ اسی طرح موت اور زندگی اور ہستی اور نیستی بھی جفت جفت اور لازم و ملزوم ہیں۔ یہ بھی برابر برابر اور ساتھ ساتھ ہیں۔ ان کا جوڑا اور جفت تبھی پورا ہوتا ہے جب ہم حیات بعد الممات کو تسلیم کر لیں اور ان چاروں صورتوں اور حالتوں کو مان لیں۔ پہلے نیستی پھر ہستی، پھر نیستی اور پھر ہستی۔ اگر ان میں سے ایک صورت کو نکال دیا جائے تو یہ قصہ، یہ ڈرامہ اور یہ کھیل ہی نامکمل رہ جاتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی مانے بغیر چارہ نہیں کہ موت کے بعد کی زندگی ابدی اور لازوال ہے۔ کیونکہ ابتدائی نیستی کا کوئی آغاز نہیں ہے اور آخری ہستی کا کوئی انجام نہیں۔ اس کا آغاز اور اس کا انجام مل کر ابدیت کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور اس طرح یہ دائرہ مکمل ہو جاتا ہے۔ اس پر وہ شخص لاجواب ہو گیا اور اس نے تسلیم کر لیا کہ واقعی موت کے بعد دوبارہ زندگی کا قوی امکان ہے اور اسے مانے بغیر چارہ نہیں۔ اس شخص نے بتایا کہ ایسا مدلّل جواب مجھے آج تک کسی نے نہیں دیا اور اب میں مذہب اور اس کے نظریات اور معتقدات پر ایمان لاتا ہوں۔

بی بی رابعہ بصریؒ کا استقبال

ایک دفعہ کلاچی میں ایک مولوی صاحب نے مسجد میں دورانِ وعظ واقعہ بیان کیا کہ حضرت بی بی رابعہ ایک دفعہ حج کو تشریف لے گئیں تو خانہ کعبہ ان کے استقبال کے لیے آیا۔ وہاں ایک غیر مقلد شخص موجود تھا جس نے وعظ ختم ہوتے ہی مولوی صاحب کو گھیر لیا اور اعتراض کیا کہ کعبہ کا استقبال کے لیے جانا ممکن نہیں اور نہ ہی تاریخ میں کوئی واقعہ ایسا موجود ہے جس سے ثابت ہو کہ بیت اللہ اپنی جگہ سے کبھی ہلا ہو یا کہیں گیا ہو۔ اس پر مولوی صاحب لاجواب ہو گئے اور ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ پھر لوگ اس اعتراض کرنے

Marfat.com

والے شخص کے ہمراہ فقیر صاحبؒ کے پاس آئے اور ان سے اس معمّہ کا حل دریافت کیا تو آپؒ نے فرمایا کہ ہر ایک چیز کی ایک اصل اور ایک نقل ہوتی ہے۔ انسان کی اصل اس کی روح ہے۔ اسی طرح قرآن کا اصل اس کا نور ہے۔ اس کے حروف تو وہی حروف تہجی ہیں جو ہر ایک کتاب میں موجود ہیں۔ بعینہٖ خانہ کعبہ ایک عام کوٹھے کی مانند ہے لیکن اس کوٹھے کے اندر ایک نور ہے جو اس کا اصل ہے اور وہ نور ہی رابعہؒ بصری کے استقبال کو آیا تھا۔ اس سے وہ غیر مقلد لاجواب ہو گیا

پتھر فقیر کا قصہ

آپؒ کے شخصی تاثرات بہت خوشگوار تھے اور آپؒ کا پر تو نہایت پُر اثر تھا۔ لوگ خود بخود آپؒ کی شخصیت میں جذب ہو جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ زمانہ طالب علمی میں آپؒ ڈیرہ اسماعیل خاں گئے۔ آپؒ کا ایک طالب علم دوست آپؒ کو پتھر فقیر کا رنگ محل دکھانے لے گیا۔ پتھر فقیر ڈیرہ اسماعیل خان کے نوابوں کے خاندان کا ایک فرد تھا۔ جو بعد میں مجذوب ہو گیا تھا اور پتھر فقیر کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ ایک بڑے پتھر پر بیٹھا رہتا تھا یا بڑا پتھر اس کے سامنے پڑا رہتا تھا۔ اس لیے پتھر فقیر کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے لیے ایک نہایت شاندار عمارت بنوائی تھی جو رنگ محل کی نام سے مشہور تھی اور لوگ اکثر اس کو دیکھنے آیا کرتے تھے۔ پتھر فقیر خود چند خدّام کے ہمراہ وہاں رہتا تھا اور ہر وقت بے تکی باتیں کیا کرتا تھا۔ موسیقی کا بہت دلدادہ تھا۔ دور دور سے گانے والے اور گانے والیاں اس کے پاس آ کر اپنے فن کا مظاہرہ کرتے اور اس سے انعام و اکرام پاتے۔ اگر کوئی گویا گائیکی میں ذرا غلطی کرتا تو پتھر فقیر اسے فوراً نکال دیتا کیونکہ وہ خود بھی علمِ موسیقی کا ماہر تھا۔ لوگ جب رنگ محل دیکھنے جاتے تو وہ اکثر گالیاں دیا کرتا تھا۔ مگر لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ جب فقیر صاحبؒ اپنے دوست کے ساتھ رنگ محل دیکھنے گئے تو اس دوست نے بتایا کہ پتھر فقیر بعض اوقات بے سروپا باتیں کرتا ہے اور کبھی کبھی گالیاں بھی دیا کرتا ہے۔ مگر جب فقیر صاحبؒ رنگ محل میں داخل ہوئے تو وہاں خوشگوار اور مبارک واقعہ پیش آیا۔ آپ دونوں جب رنگ محل میں داخل ہوئے تو پتھر فقیر نے آپ کے طالب علم دوست سے پوچھا۔ تمہارے ساتھ یہ کون ہے۔ اس نے بتایا میرا دوست ہے۔ پوچھا نام کیا ہے۔ اس نے بتایا

''نورمحمد''۔ نور محمد کے الفاظ سنتے ہی اس نے کہا نُوْرِ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ مَافِیْ قَلْبِیْ غَیْرَ اللّٰهِ حَسْبِیْ رَبِّیْ جَلَّ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ۔ پتھر فقیر کی زبان پر یہ ورد جاری ہوگیا۔ آپ دونوں جب تک رنگ محل کی سیر کرتے رہے پتھر فقیر ان جملوں کا ذکر کرتا رہا۔ باہر نکل کر آپؒ کے دوست نے کہا کہ شکر ہے کہ پتھر فقیر نے کوئی نازیبا لفظ منہ سے نہیں نکالا بلکہ خدا نے اس کی زبان پر مبارک ذکر جاری کردیا۔

۱۹۳۶ء میں جن دنوں راقم الحروف لاہور میں عبدالمجید پروین رقم کے پاس کتابت سیکھ رہا تھا۔ ایک دفعہ آپ وہاں تشریف لائے۔ انہی دنوں مدینہ منورہ کے کلید بردار خاص طاہر بے لاہور آئے ہوئے تھے۔ اور دہلی مسلم ہوٹل انار کلی میں مقیم تھے۔ ان کا ترجمان جو ہندوستانی تھا عبدالمجید پروین رقم صاحب کے پاس اردو زبان میں نستعلیق رسم الخط میں ملاقاتی کارڈ لکھوانے آیا۔ اتفاق سے اس وقت آپ بھی وہاں موجود تھے۔ اس ترجمان نے طاہر بے کا ذکر کیا تو عبدالمجید صاحب کو ان سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا اور انھوں نے طاہر بے کو اپنے ہاں مدعو کرلیا۔ چنانچہ دوسرے دن مدنی صاحب اپنے ترجمان کے ہمراہ تشریف لے آئے۔ راقم الحروف اور قبلہ فقیر صاحبؒ بھی اس دعوت میں شریک تھے۔ طعام سے فارغ ہونے کے بعد دیر تک مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ آپؒ کی گفتگو سے مدنی صاحب اس قدر متاثر ہوئے کہ انھوں نے آپؒ کو دوسرے دن اپنے ہاں دعوت پر بلالیا۔ فقیر صاحبؒ نے ان سے کہا کہ آپ خود مسافر ہیں ہمیں کیوں مدعو کرتے ہیں۔ مگر انھوں نے جب بہت اصرار کیا تو آپ راضی ہوگئے۔ چنانچہ دوسرے دن شام کے وقت فقیر صاحبؒ وہاں تشریف لے گئے۔ راقم الحروف بھی ساتھ تھا۔ دعوت سے فراغت کے بعد کافی دیر تک دلچسپ باتیں ہوتی رہیں۔ آخر میں جب تصوف اور روحانیت کے متعلق گفتگو شروع ہوئی اور فقیر صاحبؒ نے عملیات اور وردوظائف کی فلاسفی بیان کرکے اپنے مشاہدات اور تجربات بتائے تو مدنی صاحب اس قدر متاثر ہوئے کہ انھوں نے دو تین وظائف کی باقاعدہ اجازت طلب کی اور ہر بار اجازت ملنے پر اٹھ کھڑے ہوتے اور رسمی طور پر آپ سے ہاتھ ملاتے۔ اس کے چھ سال بعد جب ۱۹۴۲ میں ہم حیدرآباد دکن گئے تھے تو مدنی صاحب کا وہ ہندوستانی ترجمان ہمیں وہاں ملا تھا۔ ان دنوں وہ کسی اور عرب شیخ کے

ہمراہ بطور ترجمان وہاں آیا تھا۔ اس نے فقیر صاحبؒ کو بتایا تھا کہ مدنی صاحب کافی عرصہ تک آپ کو یاد کرتے رہے۔

اپنے روحانی مقام کی نشاندہی

آپ کبھی کبھی جوش میں آکر اشارات اور کنایات سے اپنے روحانی مقام اور باطنی درجے کی نشاندہی فرمادیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب کو ایک خط میں آپ نے اسی طرح جوش میں آکر لکھا تھا کہ ''اللہ شاہدِ حال ہے کہ آج طریقۂ قادری میں جو باطنی اور روحانی نسبت اس فقیر کو اللہ، اس کے رسولِ مقبول ﷺ، اپنے پیر محبوبِ سبحانی قدس سرّہٗ اور مرشد حضرت سلطان باہوؒ کے ساتھ حاصل ہے وہ روئے زمین پر کسی کو حاصل نہیں۔ اگر مجھے خودستائی اور فریبِ عمارت کا خوف لاحق نہ ہوتا تو میں ایسی سچی بات لکھ دیتا جس سے آپ حیران اور دنگ رہ جاتے''۔

ایک دفعہ کسی نے آپؒ کے سامنے ایک مشہور پیر کی تعریف کی جو مولوی کے نام سے مشہور تھا۔ آپؒ سنتے رہے پھر دوبارہ اس شخص نے بڑے مبالغے سے تعریف شروع کردی۔ پھر بھی آپ سنتے رہے۔ پھر سہ بارہ جب اس نے بے جا اور مبالغہ آمیز تعریف کی تو آپؒ کو جوش آگیا۔ فرمایا: ''میرا ایک غلام رسول اس جیسے سینکڑوں مولویوں سے بدرجہا بہتر ہے''۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے باطن میں اکثر یہ ندا آتی ہے: وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ (النسآء ۴: ۱۱۳) (یعنی تجھ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور کرم ہے)۔ نیز فرمایا کہ ایک دفعہ واقعہ میں مجھ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ کا شجرۂ نسب کیا ہے تو میں نے اسے جواب دیا کہ میرے والدِ ماجد حضرت سلطان العارفینؒ ہیں، میرے دادا حضرت پیر دستگیر عبدالقادر جیلانیؓ اور میرے پردادا سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور میں ان تینوں پاک شخصیتوں کی نوری حضوری لطفی اولاد ہوں''۔ حضرت فقیر صاحبؒ سلطان الفقراء کے بلند اور ارفع مقام پر فائز ہیں۔ حضرت فقیر صاحبؒ نے اپنی زندگی میں کئی بار اشارات اور کنایات سے بتایا تھا کہ آپ سلطان الفقراء ہیں۔ ایک بار خود مجھ سے مولوی حکیم ضیاء الحق سے اور کئی دیگر ارادت مندوں سے فرمایا تھا کہ میں نے سلطان الفقراء کی خلعت پہنی ہے۔ اس خلعت پر بٹنوں کے مقام پر کلمۂ طیبہ نوری حروف میں مرقوم تھا

اوراس سے روشنی مترشح ہوتی تھی۔

شانِ استغنا

طبیعت میں انتہائی درجے کا استغنا تھا۔اپنی حالت پر ہمیشہ صابر اور شاکر رہا کرتے تھے۔ مجھے ایک خط میں لکھا ”میرے فطری استغنا اور توکل کو دیکھ کر اکثر لوگ مجھ پر دولت مند ہونے کا گمان کرتے ہیں۔ مگر اللہ شاہد حال ہے کہ اس کے فضل وکرم سے میرا بس گزارہ ہی ہوتا ہے۔ مجھ میں بس یہی ایک خامی ہے کہ میں کسی کی ناجائز خوشامد نہیں کرسکتا اور اپنی حالت پر مطمئن رہتا ہوں“۔

آپؒ کہا کرتے تھے کہ اگر میرا بس چلے تو میں کسی سے بھی نہ ملوں لیکن لوگ مجھے مجبور کر دیتے ہیں۔ اس لیے آپ اکثر ملاقاتوں سے پہلو تہی کرتے تھے۔طبیعت میں بے نیازی اور بے پروائی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ کسی سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔کوئی بڑے سے بڑا آدمی آجاتا تو اس کے ساتھ وہی برتاؤ روا رکھتے جو ایک غریب آدمی کے ساتھ کرتے تھے۔عموماً اپنے غریب عقیدت مندوں کے حلقے میں بیٹھنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ مالی اور دنیاوی نفع اور نقصان کی زیادہ پرواہ نہیں کرتے تھے۔کوئٹہ کے زلزلے میں جب آپؒ کا تمام اثاثہ تباہ ہو گیا تو اس سے آپؒ کو کوئی زیادہ پریشانی اور غم نہیں ہوا۔ البتہ ”عرفان“ کے مسوّدات ضائع ہونے کا افسوس ضرور تھا۔ اپنے سامان کے متعلق فرمایا ”مرضی مولےٰ از ہمہ اولیٰ“۔ ہمیں ہر حال میں صابر وشاکر رہنا ہے۔ جس نے دیا تھا اسی نے لے لیا ہے۔ ہمارا کیا تھا سب اسی کا تھا۔کوئٹہ کے زلزلے کے بعد آپؒ کا اطمینان اور بے نیازی دیکھ کر بعض لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ آپ کوئٹہ سے بڑی دولت ہمراہ لائے ہیں۔ حالانکہ آپؒ سب کچھ لٹا کر صرف تن کے کپڑے ساتھ لائے تھے۔

کلاچی میں جب سیلاب آیا اور آپؒ کا تمام اثاثہ ضائع ہو گیا تھا تو بھی آپؒ نے اطمینان کا اظہار کر کے فرمایا: ”اس مکان کی وجہ سے ہم کلاچی کے ساتھ وابستہ ہو کر رہ گئے تھے اور باہر اطمینان کے ساتھ قیام نہیں کر سکتے تھے۔اب جہاں چاہیں گے اطمینان کے ساتھ رہیں گے اور ممکن ہے بہتری اسی میں ہو۔ یہ آبادیاں عارضی ہیں اور یہ گھروندے چندروزہ ہیں۔ یہ آخر مٹ جائیں گے۔ان پر تکیہ کرنا اور ان سے دل بستگی

Marfat.com

کرنا محض نادانی ہے"۔ آپؒ نے سیلاب میں نقصان پر بجائے رنج و غم کے ایک گونہ خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ اول تو ہمارے محبوب پیشوا حضرت سلطان العارفینؒ کا مزارِ مقدس دو دفعہ سیلاب سے شہید ہو گیا تھا۔ حضورؒ کی سنت میں ہمارے گھر کو بھی چھوٹی شہادت نصیب ہو گئی ہے اور ہم فقیر لوگ ہمیشہ خانہ ویران اور باطن معمور رہتے ہیں اور یہی ہمارا اصلی شیوہ اور مقام ہے۔

ہر حال میں میرا دِل بے قید ہے خرسند
کیا چھینے گا غنچے سے کوئی ذوقِ شکر خند

کلاچی کا سیلاب

اگست ۱۹۵۵ء میں کلاچی میں سیلاب آیا تو کلاچی کے تمام کچے مکان گر گئے۔ بعض پکے مکان سلامت رہ گئے تھے۔ شہر کلاچی میں چھ چھ فٹ پانی بہہ رہا تھا۔ اس سیلاب میں حضرت قبلہؒ کا کچا مکان بھی گر کر مکمل طور پر تباہ ہو گیا تھا اور آپؒ کا سارا سامان اور کتابیں بھی ضائع ہو گئیں تھیں۔ اس کے بعد تھوڑا عرصہ ڈیرہ اسماعیل خان میں رہائش اختیار کی اور پھر فیصل آباد چلے گئے اور وصال تک وہیں قیام فرمایا۔

آپؒ کی عظیم کتاب "عرفان"

آپؒ کی تصانیف اور تالیفات میں عرفان، مخزن الاسرار، حق نما اور انوارِ سلطانی شامل ہیں۔ آپؒ کی اہم ترین کتاب عرفان ہے۔ "عرفان" حضرت فقیر صاحبؒ کی زندگی کا اہم ترین کارنامہ اور وقت کا بے مثل شاہکار ہے۔ "عرفان" کے متعلق بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اردو نثر میں فقر و تصوف اور روحانیت کے موضوع پر یہ پہلی طبع زاد منفرد اور عجیب و غریب کتاب ہے۔ فقر و تصوف اور روحانیت کے موضوع کو جس انوکھے، موثر اور دلکش انداز میں عرفان کے اندر پیش کیا گیا ہے اس کی نظیر دنیا کی کسی کتاب میں نہیں ملتی۔ عرفان اس موضوع پر ایک مکمل اور جامع کتاب ہے۔ اس کے مطالعے کے بعد کسی اور کتاب کے مطالعے کی ضرورت نہیں رہتی۔ عرفان معرفت کی کائنات، فقر کا خزینہ، تصوّف کا بحرِ بے کراں، روحانیت کا جامع العلوم (انسائیکلوپیڈیا) اور طریقت کا گوہرِ نایاب ہے۔ آپؒ نے اردو زبان میں پہلی بار اتنی عجیب و غریب اور معیاری کتاب لکھ کر نہ صرف اردو دان اصحاب

ہی پر احسانِ عظیم کیا ہے بلکہ اردو لٹریچر میں ایک بیش قیمت اضافہ کر کے اردو ادب پر بھی بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اس کے لیے آپؒ کا جس قدر شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔ عرفان فقرِ سلطانی کا دیباچہ، خلاصہ، نچوڑ اور عطر ہے۔ عرفان پڑھے بغیر حضرت سلطان باہوؒ کی فارسی کتابوں کے مندرجات کی سمجھ نہیں آتی۔ حضرت سلطان العارفینؒ نے اپنے مخصوص فقر اور اپنے فقر کے فلسفے کو فارسی کی سو سے زائد کتابوں میں پھیلا دیا ہے۔

سلطان باہوؒ کی فارسی کتابوں کا تیس سال تک عمیق اور گہرا مطالعہ کرنے، ان کے مندرجات پر عمل کرنے اور ان میں درج تمام مراتب اور درجات حاصل کرنے کے بعد پورا فقرِ سلطانی حضرت فقیر صاحبؒ کے قلب و روح میں سما گیا اور پھر سلطان باہوؒ کی تمام کتابوں میں فقر کا جو بیش بہا خزانہ موجود ہے وہ تمام کا تمام پوری تشریح اور توضیح کے ساتھ اردو کے سانچے میں ڈھال کر آپؒ نے ''عرفان'' تصنیف فرمائی۔ سلطان باہوؒ کے فقر کا تمام تر دارومدار چونکہ مشقِ تصور اسم اللہ ذات اور علمِ دعوت القبور پر ہے اور آپؒ کی تمام کتابوں میں انہی دو نادرِ روزگار علوم پر بحث کی گئی ہے لہٰذا آپؒ نے عرفان کی دو جلدوں میں جو تقریباً چھ سو صفحات پر مشتمل ہے انہی دو علوم کی اس قدر خوبصورت اور دلکش تشریح اور وضاحت فرمائی ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ اسے پڑھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ عرفان پڑھ کر لوگوں کو فقرِ سلطانی سے آگاہی ہوئی اور ان دو حیرت انگیز علوم کا علم ہوا۔ عرفان جب پہلی بار ۱۹۳۹ء میں شائع ہوئی اور لوگوں نے اسے پڑھا تو اسے اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ تھوڑے عرصے میں پوری دنیا میں اس کی شہرت ہوگئی۔ بعد میں اس کا انگریزی ترجمہ شائع ہوا تو یورپی اور افریقی ممالک تک میں اس کو مقبولیت حاصل ہوگئی۔ اور اب یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ دنیا کی کسی زبان میں فقر و تصوف اور روحانیت پر اس پائے کی کوئی کتاب موجود نہیں۔ آپؒ کے ارادت مند پوری دنیا میں موجود ہیں۔

عرفان کے علاوہ آپ نے کچھ اور کتابیں بھی تصنیف اور تالیف فرمائی ہیں۔ ان میں مخزن الاسرار، حق نما (نور الہدیٰ) انوارِ سلطانی اور کنز الانوار (عقلِ بیدار) قابلِ ذکر ہیں۔ حق نما حضرت سلطان باہوؒ کی فارسی کتاب نور الہدیٰ کا خوبصورت اردو ترجمہ اور تشریح ہے اور کنز الانوار سلطان باہوؒ کی فارسی کتاب عقلِ بیدار کا ترجمہ اور تشریح ہے اور انوارِ

Marfat.com

سلطانی ابیاتِ باہوؒ کا ترجمہ اور تشریح ہے۔

طریقہ سروری قادری میں حضرت سلطان باہوؒ کے بعد حضرت فقیر صاحبؒ پہلے صاحبِ کتاب بزرگ ہیں۔ اس سلسلے کے اولین صاحبِ کتاب بزرگ خود حضرت سلطان العارفینؒ ہیں جو اس سلسلے کے بانی مبانی ہیں۔ حضرت سلطان العارفینؒ کے بعد حضرت فقیر صاحبؒ تک کے تقریباً تین سو سال کے عرصے میں اس لحاظ سے ایک خلا نظر آتا ہے۔ اس خلا کو صرف حضرت فقیر صاحبؒ نے پُر کیا ہے۔ آپ ہی فقر سلطانی کے نشاۃ ثانیہ کرنے والے اور آپ ہی اس فقر کا اِحیاء اور اجرا کرنے والے تھے۔

فقرِ سلطانی کا مکمل نمونہ

آپ حضرت سلطان العارفینؒ کے بے مثل، بے بدل اور لازوال فقر کے کامل مظہر، مکمل نمونہ اور کماحقہٗ آئینہ دار تھے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سلطان العارفینؒ کی فارسی کتابوں کی کتابت اور مطالعے کے دوران حالت یہ ہوگئی تھی کہ دن کے وقت آپؒ کو سلوک کے جس مقام، حال، منزل اور جس باطنی و روحانی معاملے اور واقعے کو لکھنے اور پڑھنے کا اتفاق ہوتا رات کو حضرت سلطان العارفینؒ کی باطنی توجہ اور نوری نگاہ سے وہ منزل اور مقام طے ہو جاتا اور ہر تحریر شدہ معاملہ اور واقعہ مکمل طور آپ پر وارد اور منکشف ہو جاتا۔ حضرت سلطان العارفینؒ کی سو سے زائد فارسی کتابوں میں جس قدر باطنی مراتب، روحانی مدارج اور فقر کے مقامات اور منازل کا ذکر ہے وہ تمام آپؒ کو حاصل تھے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے حضرت سلطان العارفینؒ نے تمام فارسی کتابیں صرف میری خاطر قلم بند فرما کر چھوڑی تھیں کیونکہ آج تک ان کتابوں کو میری طرح نہ کوئی سمجھ سکا ہے اور نہ سمجھ سکے گا اور نہ ہی ان سے کوئی اس قدر استفادہ کر سکا ہے جس قدر میں نے کیا ہے۔

آپؒ کی سادگی

آپ ظاہری ٹھاٹھ باٹھ اور تصنع کو بالکل پسند نہیں کرتے تھے۔ مشائخانہ جبہ و دستار کے تکلفات میں کبھی نہ پڑے۔ اس سلسلے میں حکیم سلطان محمد صاحب نے ایک دفعہ لاہور میں آپ سے کہا تھا کہ آپ بہت سادہ ہیں اگر تھوڑی سی ظاہر داری سے کام لیں اور کچھ مروجہ

مشائخانہ طور طریقہ اور پیرانہ آداب بروئے کار لائیں تو بہت اچھا ہوگا۔ فقر کے ساتھ تھوڑا سا مکر بھی ضرور چاہیے کیونکہ عوام اسی کے عادی ہیں۔ آپ تو نرا فقر چلاتے ہیں۔ اس زمانے میں خالی فقر سے کام نہیں چلتا۔ آپؒ نے جواب میں فرمایا کہ مجھ سے ریاکاری نہیں ہوتی جو لوگ فقر کے ساتھ مکر کرتے ہیں ان کا فقر بھی جاتا رہتا ہے اور میں یہ نہیں چاہتا۔

اپنے علاقے کے ایک پیر صاحب نے ایک دفعہ آپ سے کہا تھا کہ فقیر صاحب اگر میں آپ کی طرح اہلِ قلم ہوتا تو آج میں پورے ہندوستان کو اپنا ارادتمند بنالیتا مگر آپ ہیں کہ گوشۂ تنہائی میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آپ مخصوص وضع قطع اختیار نہیں کرتے۔ ان کو بھی آپ نے یہی جواب دیا کہ میں ملمع ساز نہیں اور اپنے اصل زر میں کھوٹ ملا کر اسے خراب نہیں کرنا چاہتا۔ اگر کوئی صاحبِ بصیرت ہے تو وہ خود بخود اسے شناخت کرلے گا۔

آپؒ کے معمولات

آپ اپنے مخصوص اور مختصر وظائف خلوت میں پڑھتے۔ بہت طول طویل اور لمبے چوڑے ورد وظائف کے جھنجھٹ میں کبھی نہ پڑے۔ تسبیح کا استعمال شاذ ہی کیا۔ جب آپ سے کوئی کہتا کہ دوسرے مشائخین تو مخصوص آداب کے تحت گھنٹوں وظائف اور اوراد پڑھتے ہیں مگر آپ ایسا نہیں کرتے۔ تو فرماتے کہ لمبے چوڑے وظائف سے کچھ نہیں بنتا۔ اگر زبان میں تاثیر ہے، دل زندہ اور لطائف بیدار ہیں تو تھوڑا سا ذکر لاکھوں گنا اثر پیدا کرتا ہے اور اس سے بے انتہا نور پیدا ہوتا ہے اور اگر دل مردہ اور لطائف خوابیدہ ہیں تو عمر بھر وظائف پڑھنے سے کچھ نہیں بنتا۔ آپ نے موجودہ زمانے کی ٹیکسٹائل مشینری اور پرانے زمانے کی کھڈی کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ ایک جولاہا دن بھر سخت محنت کرنے کے باوجود چار پانچ گز کپڑا مشکل سے تیار کرتا ہے۔ مگر ایک ٹیکسٹائل ملز میں دن بھر میں ہزاروں گز کپڑا آسانی سے تیار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آپ نے ہاتھ کی چکی اور فلور مل کی مثال دی اور فرمایا کہ جو لوگ بہت لمبے چوڑے وظائف پڑھتے ہیں اگر ان کا دل زندہ نہیں تو ان کی حیثیت محض ایک مزدور اور جولاہے کی ہوتی ہے جو دن بھر محنت شاقہ کے باوجود قلیل منافع کماتا ہے۔ مگر جن لوگوں کے دل زندہ ہیں وہ تھوڑی سی زبان ہلانے اور اشارہ کرنے سے بے

Marfat.com

انتہا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ ہمارا محنت کرنے کا دور گذر چکا ہے اور اب اس مقام پر ہیں کہ تھوڑی سی محنت سے بہت سا روحانی فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ ہم جب ایک دفعہ کوئی کلام پڑھتے ہیں تو وہ لاکھوں کروڑوں گنا بن کر اسی مقدار میں نور اور ثواب پیدا کرتا ہے۔

آپ نے مزید فرمایا کہ موجودہ زمانے کے ایٹمی، برقی اور ریڈیائی دور نے جس سرعت اور قوت کا مظاہرہ کیا ہے بعینہٖ یہی سرعت اور قوت بلکہ اس سے بھی لاکھوں گنا زیادہ اہل اللہ، فقراء اور زندہ دل اولیا کو باطنی اور روحانی دنیا میں حاصل ہے۔ ایسی سرعت اور قوت جو وہم وگمان سے بالاتر ہے۔ ظاہر بین مشائخین کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی۔

لیکن اس کے باوجود آپ سحر خیز اور شب زندہ دار تھے۔ تہجد باقاعدگی کے ساتھ پڑھا کرتے۔ لائل پور میں جب آپ کو مرض الموت لاحق ہوا تو جب تک کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے تھے پڑھتے رہے مگر جب قوت نہ رہی تو بیٹھ کر نماز ادا کرتے رہے۔ اس کے بعد جب قوت مزید گھٹ گئی تو ہم سہارا دے کر بٹھاتے اور سجدہ کرانے میں مدد دیتے رہے اور پھر جب بیٹھ کر بھی پڑھنے کی طاقت نہ رہی تو لیٹے لیٹے اشاروں سے نماز ادا کرتے۔ مگر نماز کو قضا ہونے نہیں دیا۔ جس رات آپ کا وصال ہوا۔ اس رات بھی آپ نے عشاء کی نماز اشاروں سے ادا کی تھی۔

مشقِ تصور اسم اللہ ذات

فقیر صاحبؒ نے ہمیں بتایا تھا کہ ابتداء میں جب میں اسم اللہ ذات کے تصور کی مشق کیا کرتا تھا تو اس کی حدت سے مجھ کو حرارت اور بخار سا ہو جایا کرتا تھا جسے کم کرنے کی خاطر میں اسم محمدؐ کا تصور کیا کرتا۔ اسم محمدؐ چونکہ جمالی اسم ہے اس لیے اس سے اسم اللہ کے جلال کی حدت کم ہو جایا کرتی تھی۔ تصور اسم اللہ ذات کی مشق کرنے کے لیے آپ اکثر آئینے کا چمکدار اسم اللہ ذات استعمال کیا کرتے تھے۔ اس مقصد کے لیے آپ ایک آئینہ لے کر اس میں اسم اللہ کھرچ لیا کرتے تھے اور آئینے کے چمکدار اسم اللہ کو زیادہ مفید اور مؤثر بتاتے تھے۔ اس سے قبل آپ چکنی مٹی سے دل کی شکل بنا کر اور اس کو سرخ رنگ دے کر اس پر سفید رنگ میں اسم اللہ لکھ لیا کرتے اور اسی سے تصور اسم اللہ ذات کی مشق کیا کرتے۔ اسم

Marfat.com

اللہ اور دیگر نقوش کو کاغذ پر سفید ظاہر کرنے کے لیے ایک ترکیب یہ بھی کرتے کہ اول سفید کاغذ پر کچی کالی سیاہی سے اسما لکھ لیتے اس کے بعد پورے کاغذ کو کالک اور تھوڑا سا تیل ملا کر سیاہ کر دیتے پھر اس کاغذ کو ایک لکڑی کے تختے پر چسپاں کر کے اسے پانی کے چھینٹے دیتے اس سے کچی سیاہی اتر جاتی اور درمیان میں سفید الفاظ نکل آتے۔ ایسے نقوش کی آپؒ نے ایک پوری کتاب بنائی ہوئی تھی۔ اسم اللہ بھی اسی طرح کاغذ پر سفید نکال لیا کرتے اور اس سے تصور کی مشق کیا کرتے۔

جہاں اب فقیر صاحبؒ کا مزار مبارک ہے یہ جگہ پہلے بیٹھک کے طور پر استعمال ہوتی تھی۔ اس میں ایک چھوٹا سا تہہ خانہ تھا۔ اس کے علاوہ ایک کمرہ اور ایک برآمدہ بھی تھا۔ جہاں آپ اکثر عبادت میں مشغول رہتے۔ تہہ خانہ عموماً خالی رہتا صرف ایک چٹائی یا جائے نماز اس میں پڑی رہتی اور قبلے کی طرف والی دیوار پر آئینے کا چمکدار اسم اللہ ذات آویزاں رہتا۔ ''عرفان'' کی اولین کتابت راقم الحروف اور برادرم غلام سرور نے ۱۹۴۱ء میں اسی جگہ میں شروع کی تھی۔ یہیں بیٹھ کر آپ نے ''عرفان'' کے بیشتر مسودات لکھے۔ ۱۹۵۵ء کے سیلاب میں آپ کے رہائشی مکان کے ساتھ یہ بیٹھک بھی منہدم ہوگئی اور اسکی دوبارہ تعمیر نہ ہو سکی۔

خوش الحانی

خوش الحانی اور خوش آوازی کو بہت پسند کرتے خصوصاً کلام پاک کو سریلی آواز میں سننا آپ کو بہت مرغوب تھا۔ آپؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں دوپہر کے وقت محوِ استراحت تھا کہ میں نے دیکھا حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا حضرت آپ کی زبانِ مبارک سے قرآن شریف سننے کو جی چاہتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا تو انتہائی لطف و کیف سے آپکا گریہ جاری ہوگیا۔ آپؒ فرماتے تھے کہ آپؒ نے کبھی ایسی روح پرور اور اثر آفرین تلاوتِ قرآن نہیں سنی۔

اگرچہ باقاعدہ قاری نہیں تھے۔ مگر بہت پر اثر اور پرسوز لہجے میں قرآن شریف تلاوت کرتے۔ مجھے بخوبی یاد ہے جب میں ابھی چھوٹا تھا ہم دربار شریف پر مقیم تھے دربار شریف

کی مسجد میں آپ امامت فرماتے تھے۔ ان دنوں آپ کی آواز بہت صاف اور شیریں تھی۔ سردیوں کے دنوں میں مسجد کے اندرونی حصے میں جب عشاء کی نماز پڑھاتے اور اپنے مخصوص لہجے میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے تو بے حد لطف آتا تھا اور سامعین پر وجد سا طاری ہو جاتا۔ ان دنوں حضرت امیر سلطان صاحبؒ خصوصی طور پر آپ کی قرأت سننے کے لیے عشاء کی نماز میں شرکت کرتے تھے۔ آپ کی بارعب مگر پرسوز آواز مسجد میں گونج پیدا کر دیتی۔ لوگ دور دور سے آپ کے جادو اثر لہجے میں قرآن سننے کے لیے آتے اور مسجد میں تلِ دھرنے کو جگہ نہ ہوتی۔

کلاچی میں سیلاب آنے کے بعد جب آپؒ ڈیرہ تشریف لے گئے تو راقم الحروف ماہِ رمضان میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں نے آپ سے پوچھا کہ کس مسجد میں تراویح پڑھیں گے تو آپ نے بتایا کہ میں سات آٹھ دن سے شہر کی مختلف مساجد میں صرف اس لیے نماز پڑھنے جاتا رہا ہوں کہ جان سکوں کونسا حافظ زیادہ شیریں اور پرتاثیر لہجے میں قرأت پڑھتا ہے۔ چنانچہ آپ نے مجھے بتایا کہ مسجد جمال والی کا حافظ نسبتاً زیادہ خوش الحان ہے وہیں نمازِ تراویح پڑھا کریں گے۔ جس مکان میں آپ مقیم تھے وہاں سے مسجد جمال والی اگرچہ کافی دور تھی مگر ضعیفی اور بڑھاپے میں سردی کے باوجود آپ تراویح پڑھنے کے لیے وہاں تشریف لے جاتے۔

چارپائی شعلوں کی لپیٹ میں

ایک دفعہ آپؒ گرمیوں کے دنوں میں لاہور تشریف لے گئے اور اچھرہ میں میاں عبدالغنی صاحب کے ہاں فروکش ہوئے۔ رات کو انہوں نے آپ کی چارپائی صحن میں ڈال دی اور خود کچھ فاصلے پر سو رہے۔ رات کے ڈیڑھ بجے کے قریب گھر کے ایک فرد کی آنکھ کھلی تو اس نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ فقیر صاحبؒ کی چارپائی سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں اور چارپائی کو آگ لگی ہوئی ہے۔ اس نے پریشان ہو کر دیگر افراد کو جگایا۔ سب نے یہ ہولناک منظر دیکھ کر آگ بجھانے کے لیے بالٹیاں پانی سے بھر لیں اور آپؒ کی چارپائی کی طرف لپکے تاکہ آگ بجھا دیں لیکن جب یہ لوگ چارپائی کے قریب پہنچے تو آپؒ اپنی چارپائی پر اٹھ بیٹھے اور حیرانی سے پوچھا کیا بات ہے۔ تمام نے یک زبان

Marfat.com

ہو کر کہا کہ ہم نے آپؒ کی چارپائی کو شعلوں کی لپیٹ میں دیکھا اور پانی کی بالٹیاں لے کر آگ بجھانے دوڑ پڑے۔ آپؒ نے فرمایا جاؤ سو جاؤ جو شعلے تمہیں نظر آ رہے تھے وہ آگ کے شعلے نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلیات تھیں۔ چنانچہ سب واپس ہو گئے اور شعلے غائب ہو گئے۔

نور کا ہالہ

ڈاکٹر غلام محی الدین قادری مرحوم کا بیان ہے کہ جب میں مرید ہوا اور حضرت فقیر صاحبؒ پہلی بار ہمارے ہاں قائد آباد تشریف لائے تو جب آپ ہمارے صحن میں بیٹھے اور میں نے آپؒ کے چہرے کی طرف دیکھا تو میں نے آپؒ کے چہرہ کے گرد روشنی اور نور کا ایک ہالہ واضح اور صاف طور پر دیکھا اور میں حیران رہ گیا۔ پہلے تو میں نے خیال کیا کہ میری آنکھوں کو دھوکہ ہوا ہے اور یہ میرا خیال اور حسنِ ظن ہی ہے۔ میں نے دو تین بار آنکھیں مل کر دیکھا تو ہالہ اسی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ پھر میں دو تین بار سودا سلف خریدنے بازار گیا اور دو تین بار گھر میں داخل ہوا تو نور کا ہالہ اسی طرح نظر آ رہا تھا اور وہ بالکل ایک ٹھوس حقیقت تھی۔ فریبِ نظر نہیں تھا۔ فقیر صاحبؒ نے چند دن ہمارے ہاں قیام کیا اور مجھے ہر روز آپؒ کے چہرے کے گرد ایک روشنی اور نور کا ہالہ باقاعدگی سے نظر آتا رہا۔

نابینا عورت اور فالج زدہ مرد کو شفا

سید فضل حسین شاہ صاحب مرحوم رسول ضلع گجرات والے نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ دربار حضرت سلطان العارفینؒ پر ایک عورت آئی جس کی بینائی ختم ہو گئی تھی۔ اس نے دربار پر قیام کر کے بڑی دعائیں مانگیں مگر اس کی بینائی بحال نہیں ہوئی۔ کسی نے اسے بتایا کہ کلاچی کے فقیر صاحبؒ تشریف فرما ہیں ان سے دعا کراؤ۔ وہ خاتون فقیر صاحبؒ کے پاس آئی اور دعا کی درخواست کی۔ آپؒ نے فرمایا اچھا دربار جاؤ، پائنتی کی طرف کھڑی ہو کر دعا مانگو اور میں مزار کے سرہانے کھڑا ہو کر تمہارے لیے دعا مانگتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا۔ چنانچہ خاتون نے ایسا ہی کیا اور آپؒ نے اس کے حق میں دعا مانگی۔ دعا ختم ہوتے ہی اس کی بینائی لوٹ آئی۔ اسی طرح ایک فالج زدہ آدمی دربار آیا۔ اُسے بھی یہی مشورہ دیا گیا۔ اسے بھی فقیر صاحبؒ نے یہی کہا۔ اس نے پائنتی کی طرف کھڑے

Marfat.com

ہو کر دعا مانگی اور فقیر صاحب نے سرہانے کھڑے ہو کر دعا مانگی تو وہ صحت یاب ہو کر محل سے باہر آیا۔

آپؒ کا دم

کلاچی میں جن دنوں آپؒ اپنے محلے کی مسجد کے چبوترے پر بیٹھ کر حضرت سلطان العارفین کی کتابیں لکھا کرتے تھے ان دنوں ایک بوڑھی ہندو عورت آپ کے پاس اپنی جوان بیٹی کو جسے دِق تھی دم اور تعویذ کے لیے لائی۔ ڈاکٹروں نے اُسے لاعلاج قرار دے دیا تھا کیوں کہ اس کے دونوں پھیپھڑوں میں گڑھے پڑ چکے تھے۔ لڑکی سوکھ کر کانٹا ہو چکی تھی۔ آپؒ نے اُسے دم کیا تو خدا کی شان دیکھیے کہ اسی ایک بار کے دم سے وہ صحت یاب ہو گئی۔ کچھ عرصہ بعد جب وہ عورت دوبارہ اپنی بیٹی کے ساتھ آپؒ کے پاس آئی تو اس لڑکی کی صحت قابلِ رشک تھی اور وہ پہچانی نہیں جاتی تھی۔

ایک دفعہ ایک شخص جو بہت وحشت زدہ تھا آپ کے پاس دربار حضرت سلطان باھُوؒ آیا۔ اس نے آپؒ کو بتایا کہ وہ پہلی جنگ عظیم میں ایک اچھے عہدے پر فوج میں ملازم تھا۔ وہ کام کے سلسلے میں بیرونِ ممالک بھی جاتا رہتا تھا۔ اس کے ساتھ اس کا ایک گہرا دوست بھی کام کرتا تھا۔ جب وہ اکٹھے فرانس گئے تو وہ دوست وہاں مارا گیا۔ اس سانحہ کے تقریباً دو سال بعد ایک دن وہ فوجی افسر اپنے دفتر میں تنہا کام کر رہا تھا جب کہ باہر آسمان پر گھنے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے اور بوندا باندی ہو رہی تھی۔ ہوا کے ایک تند جھونکے کے ساتھ اچانک اسکے دفتر کا دروازہ کھل گیا اور اس نے دیکھا کہ اس کا متوفی دوست دروازے کے وسط میں کھڑا اُسے گھور رہا تھا۔ اس فوجی افسر نے آپؒ سے کہا کہ میں اسے دیکھ کر بیہوش ہو گیا کہ اس نے چھوٹتے ہی مجھ سے کہا کہ میں نے تمہاری تلاش میں پوری دنیا چھان ماری ہے۔ پھر وہ آگے بڑھ کر مجھ پر چھا گیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ میرے دل میں گھس گیا ہو۔ اس نے کہا کہ اس دن سے میرا چین اور آرام مجھ سے چھن گیا ہے۔ اب مجھے اپنے اندر سے اس کی عجیب و غریب آوازیں سنائی دیتی ہیں جو مجھے ہر دم پریشان رکھتی ہیں۔ اس نے فقیر صاحبؒ سے التجا کی کہ خدارا اس کا کوئی مداوا کیجیے تاکہ مجھے اس مصیبت سے نجات ملے۔ چنانچہ آپؒ نے اسے اللّٰہ، لِلّٰہ، لَہ، ھُوْ لکھ کر دیئے اور ہدایت کی کہ فرصت کے

Marfat.com

اوقات میں ان کو دیکھا کرو اور ان کا تصور کیا کرو۔ چنانچہ اس عمل سے وہ چند ہی دنوں میں ٹھیک ہو کر خوشی خوشی اپنے گھر چلا گیا۔

تحریکِ پاکستان کی کامیابی کے لیے خصوصی دعوت اور دعا

۱۹۴۵ء اور ۱۹۴۶ء میں جب تحریکِ پاکستان زوروں پر چل رہی تھی اس وقت ہندوؤں کے علاوہ نیشنلسٹ مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ اس کی مخالفت پر تلا ہوا تھا اور علما کی ایک کثیر تعداد اس کے خلاف محاذ آرائی پر کمر بستہ تھی۔ یہ تمام لوگ اکھنڈ بھارت کے فلسفے کو دل و جان سے قبول کر چکے تھے اور ایک قومی نظریے پر ایمان لے آئے تھے۔ قائداعظم پر غیر منقسم ہندوستان کے بہت بڑے مرکزی دینی دارالعلوم کے سربر آوردہ مفتیوں کی طرف سے کفر کے فتوے صادر کیے جا رہے تھے اور انہیں کافرِ اعظم اور انگریزی سامراج کا پٹھو قرار دیا جا رہا تھا۔ علامہ اقبالؒ پاکستان کا تخیل، تصور اور خواب اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ ایسے حالات میں تحریکِ پاکستان اور نظریۂ پاکستان کے بری طرح ناکام ہو جانے کا شدید خطرہ لاحق تھا۔ اگر تحریکِ پاکستان ناکام ہو جاتی تو مسلمانانِ ہند ہندوؤں کی دائمی غلامی میں گرفتار ہو جاتے۔ سیاسی تحریکیں اکثر ناکام ہوتی رہتی ہیں۔ اس سے قبل خلافت، ہجرت اور ترکِ موالات وغیرہ کی تحریکیں ناکام ہو چکی تھیں۔ ہندوؤں کے پاس پیسہ تھا، ذرائعِ ابلاغ تھے، لیڈر شپ تھی اور انہیں نیشنلسٹ مسلمانوں اور علما کے ایک بہت بڑے طبقے کی بھرپور تائید و حمایت حاصل تھی۔ ان حالات کو دیکھ کر حضرت فقیر صاحبؒ کو بڑا صدمہ اور انتہائی دکھ ہوا اور سوچا کہ اگر اس کے لیے تائیدِ ایزدی اور غیبی امداد شاملِ حال نہ ہوئی اور قیامِ پاکستان عمل میں نہ آیا تو یہ ایک بہت بڑا قومی المیہ ہوگا۔ اور پھر اس کی تلافی قیامت تک نہ ہو سکے گی۔ چنانچہ آپؒ نے اس کے لیے وہ عظیم اور اہم ترین دعوت پڑھی جو کفر و اسلام کے معرکے اور آویزش اور اسلام کے لیے موت و حیات کے کشمکش کے دوران پڑھی جاتی ہے۔ جس کا طریقہ خاص حضرت سلطان العارفینؒ نے اپنی کتاب نورالہدیٰ میں تحریر کیا ہے۔ دعوت کے اس خاص طریقے میں صحرا میں جا کر پاک ریت پر رسول مقبول ﷺ کی قبر مبارک کا نقشہ بنایا جاتا ہے اور پھر اس کے پاس بیٹھ کر دعوت پڑھی جاتی ہے اور روحِ سرورِ کائنات ﷺ سے رابطہ قائم کر کے استمداد کی جاتی ہے اور دعا مانگی جاتی ہے۔ اگر کوئی عامل

Marfat.com

ایسی دعوت پڑھے تو شکست فتح میں بدل جاتی ہے۔ چنانچہ آپؒ نے کلاچی سے باہر جا کر ریت پر قبر مبارک کا نقشہ بنایا اور وہ مخصوص دعوت پڑھی۔ سرور کائنات ﷺ کی روحِ پُر فتوح سے رابطہ قائم کیا اور خشوع و خضوع کے ساتھ دعا مانگی وہ دعوت مؤثر ثابت ہوئی۔ دعا قبول ہوئی۔ قبولیت اور اجابت درِحق سے استقبال کے لیے نازل ہوئی۔ قائدِ اعظم اور مسلمانانِ ہند کو تائیدِ ایزدی اور غیبی امداد و حمایت حاصل ہوئی۔ تحریکِ پاکستان کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور پاکستان عالمِ وجود میں آ گیا۔ اس پر آپؒ نے شکرانے کے بہت سے نفل ادا کیے اور اپنے رب کے اس عظیم احسان کا شکریہ ادا کیا۔

ولی عہدی کی بحالی

۱۹۳۶ میں آپؒ سے ڈیرہ اسمٰعیل خان میں ایک نواب زادہ جس کا باپ ایک چھوٹی سی ریاست کا والی تھا اور جس نے بوجوہ اپنے چھوٹے بیٹے کو اپنے جانشین بنا کر مذکورہ نواب زادہ کو ولی عہدی سے محروم کر دیا۔ فقیر صاحبؒ سے مِلا اور بڑی منت سماجت کی کہ اسکے حق میں دعا کریں اور ہو سکے تو دعوت القبور پڑھیں تا کہ اسے اپنا حق مل جائے۔ فقیر صاحبؒ نے اس کے لیے دعا کی جو مستجاب ہوئی اور اسے اپنا حق مل گیا۔ وہ یوں کہ اس کا بوڑھا باپ تھوڑے عرصے میں فوت ہوا تو اس نے ولی عہدی کے لیے برٹش گورنمنٹ کو درخواست دی جو منظور ہو گئی اور وہ والئی ریاست ہو گیا۔

بددعا

آپؒ کسی کو بددعا نہیں دیتے تھے البتہ اگر کوئی حد سے زیادہ تنگ کرتا تو پھر بعض اوقات بے اختیار زبان سے بددعا نکل جاتی اور وہ کبھی خطا نہیں جاتی تھی۔ آپؒ نے اپنے ہاتھوں سے حضرت سلطان العارفینؒ کی جس قدر کتابیں لکھی تھیں ان کا ذخیرہ ایک چوبیں الماری میں پڑا رہتا تھا۔ کتابوں کا یہ ذخیرہ آپکو بڑا عزیز تھا اور جس کو خوشخط لکھنے میں آپ کو بڑی محنت کرنی پڑی تھی۔ ایک دفعہ غالباً ۱۹۳۵ میں جب آپ کلاچی سے بال بچوں سمیت دربار سلطان باہوؒ تشریف لے گئے تو پیچھے سے بدخواہوں نے ان کتابوں اور دوسرے سامان پر ہاتھ صاف کرنے کا سوچا اور تمام قلمی اور مطبوعہ کتابیں وہاں سے چرا لیں۔ بہت سی کتابیں انھوں نے محض عداوت کی بنا پر بعد میں پھاڑ دیں اور اسکے ٹکڑے مختلف مزاروں

Marfat.com

کے اندر پھینک دیئے۔ واپسی پر جب آپ کو اس کا علم ہوا تو آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ کچھ لوگوں نے آپ کو پولیس میں رپٹ درج کرانے کا مشورہ دیا۔ مگر آپ نے فرمایا پولیس سے انصاف کی توقع نہیں میرا کیس خدا کی عدالت میں ہے۔ وہی انصاف کریگا۔ چنانچہ آپ نے دم سادھ لیا۔ خدا کی قدرت دیکھیے تھوڑے ہی دنوں بعد کتابیں چرانے والوں کا سرغنہ گولی لگنے سے ہلاک ہو گیا۔ اُس نوجوان کے قتل کے بعد اس کا باپ فقیر صاحبؒ کے پاس معافی مانگنے آیا۔ مگر اس وقت کیا ہو سکتا تھا۔

غالباً ۱۹۵۴ء میں آپ ایک دفعہ کلاچی سے دربار شریف روانہ ہوئے ان دنوں دریائے سندھ چڑھا ہوا تھا۔ ڈیرہ اسمٰعیل خان سے دریا خان تک آمد و رفت کشتیوں اور لانچوں کے ذریعے ہوتی تھی۔ ایک دو درویش آپ کے ہمراہ تھے۔ جب آپ نے دریا عبور کیا تو ساحل پر آپ کو اپنے علاقے کا ایک نوجوان ملا جو تجارت کی غرض سے ملتان جا رہا تھا۔ اس کے پاس ایک صندوق اور کچھ سامان تھا جسے وہ تنہا دریا کے کنارے سے ٹانگہ یا بس اڈہ تک نہیں لے جا سکتا تھا۔ شاید اس کے پاس صندوق میں کچھ نقدی تھی۔ فقیر صاحبؒ نے ازراہِ ہمدردی اس سے کہا کہ میرے یہ آدمی تمھارا سامان لے جاتے ہیں مگر اس نوجوان نے آپؒ کی پیشکش کو شک کی نگاہ سے دیکھا۔ اور اسی بنا پر اس نے جلدی سے کوئی انتظام کر کے وہاں سے سامان اٹھوالیا۔ فقیر صاحبؒ تو دربار شریف چلے گئے مگر وہ نوجوان جب واپس گھر لوٹا تو آپؒ کے بارے میں یہ مشہور کر دیا کہ فقیر صاحبؒ اپنے مریدوں کے ذریعے مجھے لوٹ کر قتل کرنا چاہتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد جب فقیر صاحبؒ واپس پلٹے اور آپ کو اس گمراہ کن پراپیگنڈے کا علم ہوا تو آپ کو بڑا دکھ ہوا۔ اس واقعے کے بعد آپ راقم الحروف کے پاس بنوں آئے تو آپ نے فرمایا کہ میں تو اس بد بخت کو قتل نہیں کرنا چاہتا تھا مگر وہ کسی اور کے ہاتھوں قتل ہو کر رہے گا۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ بعد وہ نوجوان اپنے بہنوئی کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔

خوابوں کی تعبیر

آپؒ کو خوابوں کی تعبیر میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ کے والد بزرگوار محلے کی مسجد کے ایک امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے جبکہ آپؒ چونکہ اس امام کی باطنی حالت

جانتے تھے اس لیے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھتے۔ ایک روز آپ کے والدِ ماجد نے فقیر صاحبؒ کو اپنا ایک خواب سنایا کہ ''محلے کی مسجد کے امام نے خواب میں میری ہتھیلی پر پانچ انگور کے دانے رکھے۔ میں ان میں سے ایک ایک انگور چکھتا ہوں تو سب کو بے لطف اور بے مزہ پاتا ہوں''۔ فقیر صاحبؒ نے اسکی تعبیر بیان کی کہ آپ اس مولوی صاحب کے پیچھے جو نمازیں پڑھتے ہیں وہ سب بے کار اور بے اثر ہیں۔ چنانچہ اس واقعہ کے کچھ دن بعد ہی مولوی صاحب کا پردہ چاک ہو گیا اور لوگوں کو ان کے کردار کا علم ہو گیا۔

ایک دفعہ آپؒ نے حضرت صالح محمدؒ صاحبؒ کو خواب میں دیکھا کہ آپ محل شریف کے اندر حضرت سلطان العارفین کے مزار مبارک کے پاس بیٹھے فرما رہے ہیں: ''نور محمدؒ! حضرت سلطان العارفینؒ کا صندوق مبارک بہت نیچے چلا گیا ہے۔'' فقیر صاحب نے جواب دیا: ''آپ فکر نہ کریں میں اسے اوپر لے آؤں گا''۔ آپ کافی عرصہ اس خواب کی تعبیر پر غور کرتے رہے۔ بعد میں جب آپ نے حضرت سلطان العارفین کی کتابوں کی شرح لکھ کر ان کو شائع کیا اور حضور کے بلند اور ارفع فقر کو دنیا کے سامنے پیش کیا تو پھر آپؒ کو اس خواب کی تعبیر معلوم ہوئی کہ صندوق اوپر لانے کا مطلب یہ تھا کہ آپؒ نے حضور کی کتابوں کی صحیح شرح لکھ کر ان کے مقدس نام کو بلند کر دیا۔

آپؒ نے عرفان حصہ اوّل میں چند خوابوں کی تعبیر اپنے مشاہدے اور تجربے کی بنا پر لکھ دی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی بیمار شخص اپنے آپ کو یا کوئی کسی دوسرے بیمار شخص کو غسل کرتے دیکھے تو یہ صحت کی علامت ہے۔ اگر کوئی شخص بیمار کے گھر میں قصابوں کو چھریاں لیے یا چھریاں تیز کرتے دیکھے تو بیمار جلدی مرنے والا ہوتا ہے اور مکان کا گرنا موت کی علامت ہے۔ لیکن بعض دفعہ جب کوئی نمازی رات کے وقت نماز عشاء کو ترک کر کے یا تہجد قضا کر کے سو جائے تو ایسی حالت میں اگر مکان گرتا ہوا دیکھے تو اس سے مراد مکانِ نماز کا انہدام ہوتا ہے۔ یا کسی گھر میں سے کسی شخص کو سفر پر جاتا ہوا دیکھا جائے اور منزلِ مقصود معلوم نہ ہو، یا کسی گھر میں شادی رچی ہوئی اور گانا بجانا خواب میں نظر آئے اور دلہن معلوم نہ ہو تو ایسے گھر میں موت واقع ہوتی ہے۔ اور اگر دلہن موجود اور معلوم ہو تو حصولِ دولت کی علامت ہے۔ اگر کسی گھر میں چیل جھپٹ کر یا بلی حملہ کر کے کسی مرغی کے بچے یا چھوٹے

Marfat.com

پرندے کو خواب میں اٹھالے تو ایسے گھر میں کوئی چھوٹا بچہ مر جاتا ہے۔ اگر کوئی مقدمہ در پیش ہو اور کمرۂ عدالت میں یا عدالت کی میز پر کسی باجے یا کسی اور طرح گانے کی عمدہ آواز سنائی دے تو یہ علامت فتح اور کامرانی کی ہے۔ خواب میں سانپ یا بچھو وغیرہ موذی جانوروں کا مارنا دشمنی اور عداوت کے مٹنے پر دلالت کرتا ہے اور اس کا بچ نکلنا دشمنی کے قائم رہ جانے کی علامت ہے۔ خواب میں کتے یا درندے کا حملہ کرنا کسی اہلِ دنیا اور سرکاری اہلکار سے نقصان پہنچنے کی علامت ہے۔ خواب میں اگر کوئی مرا ہوا خویش یا آشنا کوئی چیز دے تو فائدہ اور نفع کی علامت ہے۔ اور اگر مردہ خواب میں کوئی چیز مانگے یا لے لے تو بری علامت ہے۔ خواب میں غلہ از قسم گندم، باجرہ، جوار کا گھر میں آنا یا دیکھنا سختی اور مصیبت کا پیش خیمہ ہے۔ اور گندگی، بھنا ہوا اور پکا ہوا گوشت اور پکی روٹیاں دیکھنا دولت اور نعمت پر دلالت کرتا ہے۔ خواب میں گھوڑے، اونٹ، ہاتھی اور کشتی پر سوار ہو کر منزلِ مقصود پر پہنچنا یا بلندی اور بلند مکان پر چڑھنا کسی مہم اور کام میں کامیابی اور سرداری اور بلندئ مرتبہ کی نشانی ہے۔ خواب میں آندھی، بجلی کی کڑک، بندوق کی آواز خطرے کا اندیشہ ہے اور آسمان ابر آلود، بارانِ رحمت اور بہتا ہوا صاف پانی بہتری کی علامت ہے۔ سبز اور سفید پوشاک خواب میں اچھے ہیں اور زرد، سرخ اور سیاہ لباس برے ہیں۔ زلزلہ سے ملکی انقلاب مراد ہے۔ موٹے اور خوشنما جانور ملک کی آبادی پر دال ہیں اور دبلے لاغر اس کے برعکس۔ خواب میں کسی پرندے کا پکڑنا کامیابی کی علامت ہے۔

کتب بینی کا شوق

مطالعے اور کتب بینی کا آپ کو بہت شوق تھا۔ اپنی زندگی میں مختلف علوم پر ہزاروں کتابوں کا مطالعہ کیا اور یہی شوق آپ کو حیدر آباد دکن کے آصفیہ کتب خانے میں بھی لے گیا۔ عربی، فارسی، اردو، پشتو اور انگریزی ہر قسم کی کتابیں آپ مطالعہ کرتے تھے۔ کچھ قلمی اور طبع شدہ کتابوں کا ذخیرہ بھی آپ کے پاس موجود تھا۔ جو کچھ تو بدخواہوں نے چرالی تھیں اور کچھ کلاچی کے سیلاب کی نذر ہوگئی تھیں۔

حضرت امیر سلطان صاحبؒ نے گڑھ مہاراجہ میں انگریزی کتابوں کی ایک لائبریری اور ایک چھوٹا سا بنگلہ اس مقصد کے لیے بنوا رکھا تھا کہ اگر کوئی انگریز افسر یہاں آئے تو اس

Marfat.com

بنگلے میں قیام کرے اور اس لائبریری سے استفادہ کرے۔ ان کتابوں سے کسی انگریز افسر نے تو خدا جانے استفادہ کیا یا نہیں مگر اس لائبریری کی تمام کتابیں ایک ایک کر کے فقیر صاحب نے پڑھ چھوڑیں۔ بعد میں جب یہ لائبریری ختم کر دی گئی تو حضرت امیر سلطان صاحب نے اس کی بہت سی کتابیں آپ کو دے دی تھیں۔

آپ کے ایک مرید کا بیان ہے کہ "وفات سے پانچ روز قبل جب حضرت فقیر صاحب کو بغرض علاج لاہور لایا گیا تو پہلے روز ہی عصر اور مغرب کے درمیان آپ نے فرمائش کی کہ انگریزی کی ایک کتاب Thrilling Stories لائبریری سے آپ کے لیے نکال کر لائی جائے اور ساتھ ہی کوئی اردو کی کتاب جس میں پرانے بادشاہوں کے تمدن، مذہب اور مہمات کا حال درج ہو۔ حکیم ضیاء الحق صاحب اردو کی کتاب پڑھ کر سناتے رہا کریں گے اور طبیعت لگی رہے گی۔

آپ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں بہت دفعہ گئے اور وہاں گھنٹوں بیٹھ کر کتابیں مطالعہ کیا کرتے۔ سپر چولزم کے موضوع پر انگریزی کتابیں آپ نے اکثر اسی لائبریری میں مطالعہ کی تھیں۔ وفات سے تقریباً دس بارہ روز قبل تک بھی آپ نے ایک انگریزی کتاب The People of the Dead Sea Scrolls by Allegro. (دی پیپل آف دی ڈیڈ سی سکرالز، از الیگرو) پنجاب پبلک لائبریری سے منگوائی تھی۔ جس میں وادیٔ قمران کے مدفون قدیم مذہبی اور آسمانی صحیفوں کا ذکر تھا۔ کمزوری کے باعث کتاب خود نہیں پڑھ سکتے تھے۔ چنانچہ میں نے چند صفحے پڑھ کر سنائے۔ اسی کتاب کا ایک اقتباس روزنامہ "امروز" لاہور میں بھی شائع ہوا تھا۔ وہ کٹنگ بھی آپ نے اپنے پاس رکھی ہوئی تھی اور مجھے دکھائی تھی۔ اس کتاب میں ان کوششوں کا ذکر تھا جو وادیٔ قمران میں پرانے صحیفے نکالنے کے سلسلے میں کی گئی تھیں۔ ان صحیفوں کی عبارتوں سے معلوم ہوتا تھا کہ انجیل اور تورات کی اصل عبارتیں کچھ اور تھیں۔ بعد میں ان کے اندر بہت کچھ ردوبدل اور تحریف کی گئی ہے اور ان لوگوں کا طریق عبادت بھی موجودہ عیسائیوں اور یہودیوں سے مختلف تھا۔ آپ کا خیال تھا کہ ان اقتباسات کو آئندہ "عرفان" کی عبارتوں میں شامل کیا جائے۔ مگر عمر نے وفا نہ کی اور یہ کام ادھورا رہ گیا۔

Marfat.com

خودنمائی سے اجتناب

آپ خودنمائی اور خودستائی سے حتی الوسع اجتناب کیا کرتے۔ عوام کے ہجوم کو پسند نہ کرتے۔ عموماً آپؒ شکایت کرتے کہ لوگوں کی آمدورفت اور اُن کے خطوط کی بھرمار سے آپکا وقت برباد ہوتا ہے جس سے تصنیف وتالیف کے کام کا حرج ہوتا۔ اسلیے آپؒ بہت ضروری خطوط کا جواب دیا کرتے تھے۔ اکثر خطوط کے جواب لکھنے کی فرصت ہی نہ ملتی۔ آپؒ اکثر کہا کرتے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ اس ہجوم اور ہنگامہ آرائی سے کنارہ کش ہو کر کہیں دور چلا جاؤں اور گوشہ نشینی اختیار کرلوں تا کہ پوری یکسوئی کے ساتھ یادِالٰہی کرسکوں۔ لیکن یہ بات کیسے ممکن تھی۔ لوگ آپ کو کہاں چھوڑتے تھے۔

سیر وسیاحت کا شوق

آپ کو سیر وسیاحت کا بہت شوق تھا۔ برصغیر پاک وہند کا کوئی ایسا مشہور شہر نہیں جہاں آپؒ تشریف نہ لے گئے ہوں۔ ذوقِ سیاحت کی تسکین کے ساتھ ساتھ آپ کو اولیائے کرام کے مزارات کی زیارت اور دعوت القبور کا موقع بھی میسر آجاتا۔ آپؒ کا بغداد کا سفر بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ اسی شوق کی خاطر آپ نے ۱۹۵۵ء میں بلادِ اسلامیہ کا پاسپورٹ بھی بنوایا تھا۔ مگر ناسازگار حالات کے سبب آپ یہ دورہ نہ کرسکے۔

کالج کے زمانے میں لاہور میں آپ مال روڈ اور انارکلی کی سیر کی بجائے شام کو اکثر ریلوے اسٹیشن چلے جایا کرتے اور پسنجر گاڑیوں کی آمدورفت کا نظارہ کرتے۔ ان دنوں لاہور کا ریلوے اسٹیشن ہندوستان کا مصروف ترین اسٹیشن تھا۔ ہر دس پندرہ منٹ کے بعد کوئی نہ کوئی گاڑی آجاتی یا کہیں جانے کیلیے تیار ہوتی۔ آپ وہاں ایک طرف کھڑے ہو کر بے شمار انسانوں کے صوری اور معنوی اختلافات دیکھ کر قدرت کی عجوبہ آفرینی میں کھو جاتے:

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ۝ (الروم ۳۰: ۲۲)۔

ترجمہ: ''اور اُس کی نشانیوں سے ہے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف بے شک اِس میں نشانیاں ہیں جاننے والوں کیلیے۔''

آپ ایک دفعہ لاہور میں ہاکی کے ایک بین الاقوامی میچ کو دیکھنے کیلیے غالباً یونیورسٹی

گراؤنڈ میں گئے۔ مگر آپ میچ کی بجائے تماشائیوں کے بے پناہ ہجوم میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ تخلیق کا نظارہ کرتے رہے۔ آپ سوچتے رہے کہ ایک دنیاوی کھیل پر کس قدر بھیڑ بھاڑ ہے ۔جب اللہ تعالیٰ روزِ قیامت تمام عالمِ انسانیت کو مجتمع کرے گا اس وقت نہ جانے کیا عالم ہوگا۔اس ہجوم کی کیا کیفیت ہوگی۔

۱۹۶۱ء میں جب ماہِ رمضان گرمیوں میں پڑتا تھا آپ بنوں راقم الحروف کے پاس تشریف لائے اور وہاں سے برادرم علی مراد کو ساتھ لے کر کالاباغ تشریف لے گئے۔ کالا باغ میں دریا کے کنارے ایک مسجد میں پورا ماہِ رمضان معتکف رہے۔ کالا باغ میں اگرچہ سخت گرمی پڑتی ہے مگر لبِ دریا ماحول نسبتاً ٹھنڈا رہتا ہے۔ صبح سویرے نماز سے فارغ ہو کر آپؒ دریا کے کنارے بیٹھ جاتے اور کافی دیر تک سورۃ مزمل پڑھتے اور تصور اسم اللہ ذات میں مستغرق رہتے۔ کالا باغ میں ان دنوں آپ کا کوئی شناسا نہیں تھا اور آپ بھی اعتکاف میں خلل کے ڈر سے کسی سے متعارف نہیں ہونا چاہتے تھے۔

رمضان اکثر سون سکیسر کے پہاڑوں پر گزارتے۔ وہاں آہو باہو کی زیارت پر بھی جایا کرتے۔ وہاں کی خاموش اور پر سکون فضا آپ کو بہت پسند تھی۔ وہاں پر کچھ لوگ آپ کے شناسا تھے۔جن کے ہاں آپؒ کا قیام ہوتا۔ ایک دفعہ سون سکیسر سے جب بنوں آئے تو آپؒ نے بتایا تھا کہ وہاں مجھے چاند کے طلوع اور غروب ہونے کے مقامات کے متعلق کچھ نیا تجربہ ہوا ہے۔ آپ وہاں پہاڑیوں کے درمیان ایک خاص مقام پر سوتے تھے جہاں آپؒ نے دیکھا کہ ہر روز چاند کے طلوع اور غروب ہونے کے مقام میں کافی تبدیلی آتی ہے۔ یہ تبدیلی دوسرے علاقوں میں محسوس نہیں کی جاسکتی۔ جہاں ہم روزانہ چاند ایک ہی مقام سے طلوع اور غروب ہوتا دیکھتے ہیں۔ مگر ان پہاڑیوں کے درمیان یہ فرق ان کی چوٹیوں کی نسبت سے نمایاں طور پر معلوم ہو جاتا۔ اسی سال سون سکیسر میں آپ نے تاریخِ فرشتہ کا مطالعہ کیا۔ جس میں مرقوم عجیب وغریب تاریخی حالات بعد میں آپ نے ہمیں سنائے۔ مری اور ایبٹ آباد بھی تشریف لے جاتے رہے۔ ایک آدھ مرتبہ نتھیا گلی بھی تشریف لے گئے۔ ایک دفعہ کوہ شیخ الدین اور متعدد بار وانا بھی گئے۔ پہاڑوں کے لامتناہی سلسلے اور وسعت کے نظارے سے آپ کو خداوندِ قدوس کے عرش کرسی کی وسعت اور عظمت کا خیال آتا۔ آپ

Marfat.com

بے خود سے ہو جاتے اور آپ کی زبان پر بے اختیار وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ○ (البقرۃ ۲: ۲۵۵) جاری ہو جاتا۔ ایک دو دفعہ سندھ کا دورہ بھی کیا۔ اس دورے میں آپؒ لال شہباز قلندرؒ کے مزار پر بھی تشریف لے گئے۔

مریدوں سے محبت

آپ اپنے مریدوں کو اپنی اولاد کی طرح تصور کرتے۔ جو خود کھاتے وہی اُنہیں کھلاتے۔ مریدوں کے ساتھ آپؒ کا تعلق کچھ ایسا مشفقانہ تھا کہ ہر ایک مرید یہی سمجھتا کہ آپ کو مجھ سے زیادہ محبت ہے اور مجھ پر سب سے زیادہ مہربان ہیں۔ محرم کے موقعہ پر دربار حضرت سلطان باہوؒ پر بہت سے عقیدت مند جمع ہو جاتے اور جب کھانے کے دوران برتن کم ہوتے تو آپ اپنی روٹی اپنے زانو پر رکھ کر کھانا شروع کر دیتے۔ اگر کسی مرید کے پاس سالن کم ہوتا تو اپنا سالن والا برتن اس کے آگے رکھ دیتے۔ سب مریدوں کے ساتھ کھانا کھاتے۔ اگر کوئی کہتا کہ آپ پہلے کھالیں تو فرماتے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں کھاؤں اور تم میرا منہ دیکھو۔ اگر کوئی مرید بے وقت آجاتا تو آپ اس کے لیے خود کھانا لے آتے۔ آپ کا زیادہ وقت مریدوں کے درمیان کٹتا۔ صبح گھر سے تشریف لے آتے اور شام تک مریدوں کے ساتھ بیٹھے رہتے۔ کبھی کبھار دوپہر کا کھانا کھانے گھر تشریف لے جاتے وگرنہ اکثر دوپہر کا کھانا بھی وہیں ان کے ساتھ مل کر کھالیتے۔ آپ کے کھانے اور مریدوں کے کھانے میں کوئی فرق نہ ہوتا۔ گھر میں بھی دو قسم کے کھانے نہیں پکتے تھے۔

اگر کوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ادب کے ساتھ دوزانوں بیٹھ جاتا تو آپ اسے فرماتے آرام سے بیٹھو۔ اس طرح بیٹھنے سے تکلیف ہوتی ہے۔ جب وہ اپنا مدعا بیان کرتا تو فرماتے ہم تو فقیر آدمی ہیں دعا کرتے ہیں۔ خداوند کریم تمھاری حاجت پوری کرے۔

آپ اپنے مریدوں پر کسی قسم کا ناجائز بوجھ نہیں ڈالتے تھے۔ اکثر نادار اور غریب مریدوں سے نذرانہ نہ لیتے۔ ایک دفعہ حکیم ضیاء الحق صاحب نے عرفان کی طباعت کے لیے مبلغ پانچ سو روپے پیش کیے تو آپ نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا یہ تمھارے گزارے کی پونجی ہے۔ عرفان کی طباعت کا بندوبست ہو جائے گا۔ محمد دلباز خان نے کئی دفعہ نذرانہ

Marfat.com

پیش کیا مگر آپ نے لینے سے انکار کر دیا۔ غریب مریدوں کی اپنی جیب سے امداد فرماتے۔ البتہ جب آپ سمجھتے کہ نذرانہ دینے والا صاحبِ استطاعت ہے تو کتابوں کی طباعت یا کاغذوں کے لیے اعانت اور نذرانہ قبول کر لیتے۔ بعض لوگوں کا خیال ہو گا کہ آپ کو کتابوں سے بہت آمدنی ہوئی ہو گی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کتابوں پر جس قدر رقم آپ نے خرچ کی اتنی وصول نہیں ہوئی۔ آپ کی کتابیں مختلف مقامات پر لوگوں کے پاس کافی تعداد میں پڑی ہوتی تھیں۔ کبھی کبھی ان میں ایک آدھ فروخت ہو جاتی اور وہ آپ کو اس کی رقم بھیج دیتے۔ بہت سی کتابیں مفت چلی جاتیں۔ کتابیں شائع کرنے سے آپ کا اصلی مقصد اللہ کی رضا تھا اور یہی آپ کی زندگی کا مشن تھا جو پورا ہو کر رہا۔ کتابوں کی آمدن ثانوی حیثیت رکھتی تھی اور اس کی آپ چنداں پرواہ نہیں کرتے تھے۔

شاعری اور نثر نویسی

آپؒ نثر نویسی کے علاوہ بہت رواں اور پختہ شعر بھی کہتے تھے۔ اردو، فارسی اور پشتو تینوں زبانوں میں شعر کہہ لیتے تھے۔ پشتو اشعار جس قدر آپؒ نے کہے اس کا کوئی ریکارڈ نہیں رکھا۔ سوائے ایک پشتو مناجات کے جو آپؒ نے حضرت سلطان العارفینؒ کی شان میں کہی تھی۔ اردو اشعار بھی آپؒ نے جمع نہیں کیے۔ سوائے ان چند اشعار کے جو عرفان میں آ چکے ہیں۔ آپؒ کا فارسی کلام نسبتاً زیادہ پختہ ہے اور اس کو آپؒ نے جمع کیا تھا۔ فارسی میں آپ نے ایک پوری مثنوی حضرت سلطان العارفینؒ کی منقبت اور شان میں کہی تھی۔ مگر بدقسمتی سے وہ گم ہو گئی تھی اور آج تک دستیاب نہیں ہو سکی۔ اس کے کچھ اشعار مخزن الاسرار اور حق نما کے دیباچے میں آ گئے ہیں۔

اُردو نثر آپؒ خوب لکھتے تھے۔ چنانچہ عرفان حصہ اول اور حصہ دوم، مخزن الاسرار، حق نما اور ابیاتِ سلطانی کی شرح آپؒ کی اُردو نثر نویسی کے زندہ شاہکار ہیں اور یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ اردو نثر نویسی میں آپ صاحب طرز انشا پرداز کی حیثیت رکھتے تھے۔ ۱۹۴۱ء میں آپؒ نے کلاچی سے ''نور الاسلام'' کے نام سے ایک ماہوار مجلّہ بھی جاری کیا تھا لیکن نامساعد حالات کی باعث وہ جاری نہ رہ سکا۔ اس کی ادارت آپؒ خود فرماتے تھے۔ اس لحاظ سے آپؒ ایک بلند پایہ صحافی بھی تھے۔ آخری عمر میں فیصل آباد سے ایک ماہوار مذہبی اور روحانی

Marfat.com

رسالہ شائع کرنے کا ارادہ تھا مگر عمر نے وفا نہ کی اور رسالہ شائع نہ ہو سکا۔

سفرِ آخرت

آپؒ نے عمر کے آخری پانچ سال فیصل آباد میں گزارے۔ فیصل آباد میں اگرچہ آپؒ کو کافی آرام میسر تھا لیکن یہاں کی آب و ہوا آپؒ کو راس نہ آئی اور آپ کو مختلف جسمانی عوارض لاحق ہو گئے۔ عمر بھی کافی ہو چکی تھی۔ قویٰ مضمحل ہو گئے تھے اور عناصر میں اعتدال والی بات مفقود تھی۔ چنانچہ جو مرض جان لیوا ثابت ہوا وہ جگر کی رسولیاں، جگر کا ورم اور یرقان تھا۔

وفات سے چند دن پیشتر ایک روز فرمایا: ''مجھے اب زندگی کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے جو کام کرنا تھا وہ میں نے پورا کر دیا۔ میرا مشن میری کتابوں کے ذریعے میرے بعد بھی کامیابی سے چلتا رہے گا۔ تم میرا فکر نہ کرو۔ میں چاہے اب دم چھوڑ دوں یا چند دن بعد وفات پا جاؤں اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ تم سب میرے پیچھے بہت جلد آنے والے ہو۔ موت اٹل اور ضروری ہے۔ اللہ کے ہاں وقت اور فاصلے کی کوئی حقیقت نہیں۔ وہاں کروڑوں سال کا وقفہ بھی ایک پل کے برابر ہے۔ آدم علیہ السلام کی موت کے بعد اس دنیا میں سب سے آخری انسان کی موت کا طویل وقفہ اگرچہ ہماری نگاہوں میں بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے لیکن وہاں یہ وقفہ بھی یوں معلوم ہوگا گویا ایک پل اور ایک لمحہ ہے اور آدم اور آخری مرنے والا انسان گویا بالکل ساتھ ساتھ پیوست ایک دوسرے کے عین پیچھے اور متصل جا رہے ہیں۔ فرمایا ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی حدِ فاصل، کوئی وقفہ اور کوئی بُعد نہیں ہو گا۔ میرے مرنے کے بعد تم لوگوں نے بھی بہت جلد وہاں آنا ہے۔ آپس میں اتفاق سے رہو۔ ایک دوسرے سے حسد مت کرو اور خدا اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن رہو''۔

ایک روز فرمایا جس چیز کو ہم موت کہتے ہیں وہ تو صرف مادی لباس اتار کر روحانی لباس پہننے کا نام ہے۔ انسان جب قیدِ آب و گل سے آزاد ہو جاتا ہے تو اسے زندگی کے تمام مصائب و آلام سے نجات مل جاتی ہے۔ موت کے بعد ہماری روح قفسِ عنصری سے ہی نہیں بلکہ قیدِ زمان و مکان سے بھی نکل جاتی ہے اور پھر مومن کے لیے تو موت عین حیات ہے۔ عین راحت ہے۔ زندگی کے جھگڑوں اور الجھنوں سے چھٹکارا پانے کا واحد ذریعہ

Marfat.com

صرف موت ہی ہے۔ کیونکہ اسی کے ذریعے مادی زنجیریں ٹوٹتی ہیں اور انسان روح کی آنکھوں سے کائنات کا مشاہدہ کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ زندگی غم ہی غم ہے اور انسان کو چاہیے کہ ان غموں کو اپنے قلب کی تطہیر کا ذریعہ بنائے۔ انسان کی محدود عقل آسودگی اور خوشی کے سوا کسی چیز کو ہستی کے لیے موزوں نہیں سمجھتی۔ وہ موت سے خوف کھاتا ہے اور زندگی کے پیچھے دوڑتا ہے اور نہیں سمجھتا کہ انسان کی حقیقی اور ابدی زندگی تو موت کے بعد شروع ہوتی ہے۔ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ○ (العنکبوت ۲۹ : ۶۴) اصل زندگی کا گھر تو دارِ آخرت ہے۔ کاش یہ لوگ جانتے۔

ایک روز فرمایا: ''جو بندے مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا کی منزل طے کر لیتے ہیں ان کے لیے موت کوئی اجنبیت نہیں رکھتی۔ وہ تو اس مادی حیاتِ مستعار پر موت کے بعد کی ابدی روحانی زندگی کو ہزار درجہ ترجیح دیتے ہیں۔ انسانی تخلیق کی غایت کے سوا اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ اپنے خالق، مالک اور پروردگار کی معرفت حاصل کر کے حقِ عبودیت ادا کرے۔ یہی اصلِ اسلام اور جانِ ایمان ہے۔ تمام عبادات کا ماحصل یہی کچھ ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھے میری زندگی کا نصب العین حاصل ہو چکا ہے۔ میری زندگی کا مقصد پورا ہو چکا ہے۔ اب میرے دل میں کوئی حسرت باقی نہیں۔ میں نے جو کام کرنا تھا پورا کر دیا۔ میرے تمام ارمان پورے ہو چکے ہیں۔ میرے لیے اس قدر عمر کافی تھی۔ میں نے زندگی کا ہر رخ اور زمانے کے تمام نشیب و فراز دیکھ لیے ہیں۔ زندگی کی کامیابی اور آخرت کی سرخروئی کا دارومدار صرف یادِ الٰہی پر ہے اور بس۔ باقی محض سردردی اور خاکرانی ہے۔ یادِ الٰہی کے بغیر عمرِ خضر بھی بے کار ہے اور خدا کی یاد میں بسر کیا ہوا ایک لمحہ بھی ہزاروں سال کی زندگی سے بہتر ہے۔''

ایک دفعہ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ وہ غفور الرحیم ہے۔ انسان ایک مُشتِ خاک ہے اور اس مُشتِ خاک کو وہ یقیناً بخش دے گا۔ ہمارے اور اللہ کے درمیان صرف یہ مادی حجاب حائل ہے۔ آب و گل کی آلایش ہمیں اپنے خالق سے دور کیے ہوئے ہے۔ موت اس مادی حجاب کو ہٹا دیتی ہے۔ اس آب و گل کی آلایش کو دور کر دیتی ہے اور ہم ابدیت سے ہمکنار ہو جاتے ہیں اور خدائے لم یزل ولم یزال کے جلوؤں میں کھو جاتے ہیں۔ انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ لازوال ہے۔ اس کا کوئی اختتام نہیں۔ اس کا کوئی انجام

Marfat.com

نہیں۔ یہ خاکی و نوری نہاد بندہ ابد تک اللہ تعالیٰ کی طرف رواں دواں رہے گا"۔

ایک بار فرمایا: "میں نے واقعے میں دیکھا میں آسمان کی طرف محوِ پرواز ہوں اور آسمان میں ہر طرف خوشی اور مسرت کے ہمہ گیر شادیانے بج رہے ہیں۔ اجرامِ فلکی میں ایک بہت بڑا ہنگامہ اور عظیم رستخیز برپا ہے۔ لاکھوں کروڑوں سیارے اور ستارے سرعت کے ساتھ ادھر ادھر دوڑ رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی کا استقبال ہو رہا ہے۔ جیسے کسی کی آمد کی خوشی منائی جا رہی ہے۔ میرا وقت قریب آ گیا ہے۔ اب میرا کوئی علاج نہ کرو۔ مجھے کوئی دوا نہ دو۔ اب مجھے میرے حال پر رہنے دو۔ میں اسی طرح ٹھیک ہوں"۔

ایک رات مجھ سے کافی دیر تک گفتگو کے دوران فرمایا:

"عبدالحمید! تمہاری ولادت سے چند یوم پیشتر میں نے روحانی طور پر دیکھا کہ تمہاری والدہ کی گود میں سنہری اور طلائی حروف میں لکھا ہوا قرآن شریف پڑا ہوا ہے اور وہ اسے چوم رہی ہیں۔ تمہاری والدہ نے بھی بالکل یہی خواب دیکھا تھا۔ اس کے بعد جب تمہاری ولادت ہوئی تو میں نے کہا کہ اس خواب کی تعبیر یہی تھی اور یہ بچہ بڑی برکتوں اور سعادتوں والا ہوگا۔

دوسرا واقعہ ذرا توقف کے ساتھ یوں بیان فرمایا:

"ابھی تم چھوٹے ہی تھے۔ میں نے واقعے میں دیکھا کہ میں اپنا سارا نور تمہارے جسم کے اندر پھونک دیتا ہوں اور تم اس نور سے معمور ہو کر سرتاپا منور اور روشن ہو جاتے ہو"۔

تیسرا واقعہ جو خصوصی طور پر روحانی جانشینی سے متعلق ہے بڑے مؤثر انداز میں اس طرح بیان فرمایا:

"میں نے واقعے میں دیکھا کہ میں تمہارا سر تمہارے بدن سے جدا کر کے اس کی جگہ اپنا سر جوڑ دیتا ہوں اور مجھے تمہارے دونوں کندھوں کے درمیان اپنا سر، اپنا چہرہ اور اپنی صورت نظر آ رہی ہے"۔ فرمایا: "دوسرے بزرگ اپنے جانشینوں کے سر پر خلافت اور جانشینی کی پگڑیاں اور دستار رکھا کرتے ہیں۔ مگر میں نے پگڑی کی بجائے اپنا سر، اپنا روحانی شعور اور اپنی روحانی فضیلت اور برکت و فراست رکھی ہے۔ خلافت اور جانشینی کا اس سے زیادہ بلند اور ارفع معیار اور کوئی نہیں ہو سکتا مجھے تم پر پورا پورا اعتماد ہے"۔

۱۶ اکتوبر ۱۹۶۰ء کو جب کمزوری کافی بڑھ گئی تو مجھ سے فرمایا میں وصیت کرنا چاہتا ہوں

Marfat.com

اور تمہیں اپنا روحانی جانشین مقرر کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ عرائض نویس کو بلایا گیا۔ آپؒ نے اپنی وصیت اپنے سامنے لکھوائی، اس پر خود دستخط فرمائے اور گواہوں کے طور پر چودھری نیاز الدین صاحب ایڈمنسٹریٹو آفیسر رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز اور شیخ محمد امین صاحب مینجنگ ڈائریکٹر رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز فیصل آباد سے دستخط کروائے۔ جب وصیت نامہ مکمل ہو گیا تو میرے حوالے کر دیا۔ وصیت نامے کی رو سے راقم الحروف (عبدالحمید) کو اپنا روحانی جانشین اور اپنے سلسلے کا روحانی سربراہ مقرر فرمایا۔ بعد میں ارشاد فرمایا: ''مجھے اب مزید زندہ رہنے کی کوئی خواہش نہیں رہی۔ اب میں بڑی بے صبری کے ساتھ موت کی راہ دیکھ رہا ہوں''۔

پھر یہ شعر پڑھا۔

به مرگ خویش ہماں طور آرزو مندم
چنانکه بود به آبِ حیات اسکندر

۱۶ اکتوبر کے بعد ۱۷ اکتوبر کا دن آیا۔ اس دن بھی مزاج پُرسی کرنے والے ارادت مندوں سے باتیں کرتے رہے اور پند و نصائح فرماتے رہے۔ رات ہوئی کائنات اندھیروں میں ڈوب گئی اور اسی کے ساتھ ہمارے دلوں پر بھی مایوسیوں اور نا امیدی کے گھمبیر اندھیرے چھا گئے۔ امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی تھی اور آپؒ کی زندگی کا کوئی امکان بھی روشن دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ رات ہمارے لیے قیامت کی رات تھی۔ اسی رات وہ آفتابِ علم و عرفان غروب ہونے والا تھا جس کی ضیا پاشیوں نے ہزاروں تاریک دلوں کو منور کر دیا تھا۔ اسی رات وہ چراغِ ہدایت گل ہونے والا تھا جس نے کفر و الحاد اور دہریت کی شب تار میں بھٹکی ہوئی انسانیت کے لیے صراطِ مستقیم کی نشاندہی کی تھی۔ رات کے ایک بجے آپؒ نے جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی اور داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ٥ (البقرۃ ۲: ۱۵۶)

عمر ہا در کعبه و بت خانه می نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

آپؒ کی ولادت بھی منگل کی رات ہوئی تھی اور آپؒ کا وصال بھی منگل کی رات کو ہوا۔ آپ کی تاریخ وصال ۱۸/۱۷ اکتوبر ۱۹۶۰ء مطابق ۲۶/۲۵ ربیع الثانی ۱۳۸۰ ہجری ہے۔

جسدِ مبارک کو کلاچی لایا گیا اور ۱۹ اکتوبر ۱۹۶۰ء کو ایک بہت بڑے سوگوار ہجوم نے آپؒ کو سپردِ خاک کر دیا۔ آپؒ کا مزارِ مبارک اب کلاچی میں مرجعِ خلائق ہے۔ خانقاہ اور مسجد بہت شاندار تعمیر ہوئی ہے۔ ہر سال اکتوبر کی ۱۷ اور ۱۸ تاریخ کو آپؒ کا عرس ہوتا ہے جس میں پاکستان بھر کے لوگوں کے علاوہ بیرونِ ملک سے بھی لوگ شریک ہوتے ہیں۔ حفظِ قرآن کا درس چل رہا ہے اور لنگر کا وسیع اور عام انتظام ہے۔

ازواج و اولاد

آپؒ نے چار شادیاں کیں۔ پہلی شادی ۱۹۰۴ء میں ہوئی۔ اس سے ایک دختر ہوئی جو بعد میں فوت ہو گئی اور بیوی بھی فوت ہو گئی۔ دوسری شادی ۱۹۱۲ء میں ہوئی۔ اس سے ایک دختر اور تین لڑکے ہوئے۔ دختر شادی کے بعد دو لڑکیوں کی ماں بن کر فوت ہو گئی۔ ایک لڑکا بچپن میں فوت ہو گیا۔ راقم الحروف (عبدالحمید) اور غلام سرور طاہر بھی اسی دوسری بیوی سے تھے۔ غلام سرور طاہر ۱۹۸۲ء میں ۶۵ سال کی عمر میں بنوں میں فوت ہو گئے۔ ہماری والدہ کا انتقال ۱۹۲۱ء میں ہوا اور ان کی قبر دربار حضرت سلطان باھوؒ کے عقبی قبرستان میں ہے۔ آپؒ نے تیسری شادی ۱۹۲۴ء میں کی۔ اس سے تین لڑکے ہوئے۔ عبدالمجید، علی مراد اور ظہور محمد جو بچپن میں فوت ہو گئے اور ان کی والدہ کوئٹہ کے زلزلے میں ۱۹۳۵ء کو فوت ہوئی۔ آپؒ نے چوتھی شادی ۱۹۳۶ء میں کی اور اس سے تین لڑکیاں اور چار لڑکے ہوئے۔ لڑکے عبدالرشید، سیف الرحمٰن اور عبدالرؤف ہیں۔ ایک چھوٹا لڑکا بچپن میں فوت ہوا۔

آپؒ کی شادی کالج کے ابتدائی ایام میں ہو چکی تھی اور ابھی کالج ہی میں تھے کہ آپؒ کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی۔ آپؒ کے دربار سلطان باھوؒ جانے کے بعد آپؒ کے والدین آپؒ کی بیوی اور بیٹی کو آپؒ کے پاس دربار شریف چھوڑ آئے۔ لیکن آپؒ نے ان کو چند دنوں کے بعد واپس کلاچی بھیج دیا۔ ابھی آپؒ کی بیٹی کی عمر تقریباً دو سال کی تھی کہ آپؒ کی اہلیہ چند دن بیمار رہنے کے بعد فوت ہو گئیں۔

آپؒ کی والدہ ماجدہ آپ کے لیے بڑی فکر مند رہتیں۔ اگرچہ آپ کے چھوٹے بھائی صالح محمد صاحب والدہ کے ساتھ تھے مگر ان کو آپؒ سے بے انتہا محبت تھی۔ انہیں ہر وقت یہ

Marfat.com

فکر دامن گیر رہتی کہ کسی طرح فقیر صاحبؒ کی حالت سدھر جائے اور وہ صحرانوردیاں اور بادیہ پیمائیاں ترک کر دیں۔ چنانچہ آپؒ کی والدہ کو آپؒ کی دوسری شادی کی تجویز سوجھی کہ شاید اس سے آپؒ کی طبیعت سنبھل جائے اور آپؒ اپنے گھر میں آرام اور اطمینان سے رہیں۔ اوّل تو آپؒ نے اس سے صاف انکار کر دیا۔ مگر جب والدہ صاحبہ نے بہت اصرار کیا تو پھر آپؒ بادلِ ناخواستہ راضی ہوگئے۔ مگر دوسری شادی ہونے پر بھی آپؒ کی صحرانوردی میں سرِمو فرق نہ آیا۔ وہی جذب وشوق، وہی جنونِ یادِ الٰہی، وہی عشقِ رسول اور وہی روحانی دیوانہ پن بدستور رہا۔ آپؒ گھر میں نہ ٹکتے۔ پھر آپؒ نے اپنے والدِ ماجد کے انتہائی اصرار پر چند ماہ کے لیے گورنمنٹ ہائی سکول کلاچی میں بطور ٹیچر نوکری کر لی۔ مگر بہت جلد اسے خیر باد کہہ دیا کیوں کہ آپؒ انگریزوں کی نوکری نہیں کرنا چاہتے تھے۔ آپ پھر مع اہل وعیال دربار شریف آ گئے۔ وہاں کوئی ذریعۂ معاش نہیں تھا۔ کلاچی سے اراضی کی آمدن کا کچھ حصہ پہنچ جاتا۔ بس اسی پر گذر اوقات ہوتی۔ یہ زمانہ راقم الحروف کی والدہ محترمہ کی رفاقت کا تھا۔ کبھی کبھی جب گھر میں کھانے پکانے کو کچھ نہ ہوتا اور ہماری والدہ اس کے متعلق کہتیں تو فرماتے ''صبر کی ہانڈی چڑھاؤ اور اس میں شکر کا چمچہ پھیرو۔'' اس پر والدہ مرحومہ صبر کر کے بیٹھ رہتیں اور وہ دن فاقے سے کٹتا۔ ذکر اور عبادتِ الٰہی آپؒ کا دن رات کا شغل تھا۔

بغداد شریف روانگی سے قبل آپ نے اپنی دختر اور راقم الحروف کی والدہ صاحبہ کو دربار سلطان باہوؒ پر اللہ کے آسرے پر چھوڑ دیا۔ بغداد شریف سے واپس آئے تو دربار سلطان باہوؒ پر راقم الحروف کی بڑی ہمشیرہ آمنہ بی بی پیدا ہوئیں۔ یہ پرانے دربار کا واقعہ ہے۔

آپؒ راقم الحروف کی والدہ محترمہ کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ اس نیک بخت خاتون نے میری بڑی خدمت کی ہے۔ انتہائی تنگی وعسرت کے دنوں میں بڑے صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا۔ آپؒ نے بتایا کہ پرانے دربار شریف پر قیام کے دوران ایک دفعہ رات کو آپؒ راقم الحروف کی والدہ صاحبہ کے ہمراہ دریا پر پانی لینے گئے۔ ان دنوں دریا دربار کے بالکل قریب بہتا تھا۔ والدہ صاحبہ گھڑا پانی سے بھر کر آپ کے ساتھ واپس لوٹ رہی تھیں کہ راستے میں ٹھوکر لگنے سے گھڑا دھڑام سے زمین پر جا پڑا لیکن پانی سے لبالب بھرا

Marfat.com

گھڑا نہ ٹوٹا اور نہ ہی اس سے پانی کی کوئی بوند نکلی۔ اس پر والدہ مرحومہ نے کہا یہ تو حضرت سلطان العارفینؒ کی کرامت ہے۔

پرانے دربار پر راقم الحروف کی پیدائش کے نو دس ماہ بعد ایک رات والدہ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت سلطان العارفینؒ ان سے فرما رہے ہیں کہ ہم تجھے فقیری دیں گے۔ جب یہ واقعہ انھوں نے فقیر صاحبؒ سے بیان کیا تو وہ جان گئے کہ اب ان کا وقت قریب ہے۔ لیکن آپؒ نے ان پر یہ بات ظاہر نہ کی۔ پھر ایک دن والدہ صاحبہؒ نے آپؒ سے ایک اور خواب بیان کیا کہ میں نے اپنے آپؒ کو آسمانوں پر دیکھا ہے۔ وہاں کچھ لوگ جمع ہیں جو مجھ سے مختلف سوالات کرتے ہیں اور میں ان تمام سوالات کا جواب بلا تامل دے دیتی ہوں۔ فقیر صاحبؒ کو یہ خواب سن کر یقین ہو گیا آپ وفات پا جائیں گی۔ آپؒ کے خیال میں سوالات کرنے والے منکر نکیر تھے۔ اور پھر ایسا ہی ہوا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں والدہ صاحبہ بیمار رہنے کے بعد وفات پا گئیں۔ ان کی قبر مبارک حضرت سلطان العارفینؒ کے محل شریف کے عقبی قبرستان میں ہے۔ اس قبر کے ساتھ راقم الحروف کی سب سے بڑی ہمشیرہ اور ایک بھائی کی قبر بھی ہے۔ حال ہی میں ہمارے خلیفۂ مجاز فقیر ملک فیض محمد طاہر سروری قادریؒ اور ان کے ارادتمند وا[illegible] نے پندرہ دن کی قلیل مدت میں ان قبروں کو پختہ کر کے ان پر ایک کمرہ تعمیر کروا دیا ہے۔

عرفان کا انگریزی ایڈیشن

عرفان کی جلد اوّل کا انگریزی ایڈیشن ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا۔ انگریزی دان طبقے میں اس کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی اور یہ ایڈیشن بہت جلد یورپ، امریکہ اور افریقی ممالک میں پہنچ گیا اور وہاں کے لوگوں نے اسے بہت پسند کیا۔ کاراکاس (وینزویلا) میں نورا ابراہیم مصطفےٰ پی ایچ ڈی نے اسے پڑھا تو وہ بہت متاثر ہوئی۔ پہلے وہ خط و کتابت کے ذریعے سلسلۂ سروری قادری سے منسلک ہوئی اور پھر ۱۹۷۷ء میں پاکستان آئی اور تقریباً بیس دن کلاچی میں قیام کیا اور پھر واپس چلی گئی۔ جوہانزبرگ (جنوبی افریقہ) میں سعید علی احمد چوپ دت، اسماعیل کسوجی اور مسٹر محمد نے اسے پڑھا تو وہ پہلے خط و کتابت کے ذریعے سروری قادری سلسلے میں داخل ہوئے اور پھر ۱۹۸۲ء میں سعید علی اور اس کی بیوی اور محمد اور

Marfat.com

قبر مبارک
زوجہ محترمہ حضرت فقیر نور محمد صاحب
سروری قادری کلاچوی
تاریخ وصال
ربیع الاول ١٣٤٢ھ
مطابق ١٩٢٣ء
الله

Marfat.com

اس کی بیوی پاکستان آئے۔ کلاچی میں ایک ہفتہ قیام کیا۔ باقاعدہ بیعت کی اور واپس افریقہ چلے گئے۔ اب جوہانزبرگ میں ارادت مندوں کا ایک اچھا خاصا حلقہ بن گیا ہے۔ یہ سب لوگ عرفان کا انگریزی ایڈیشن پڑھ کر متاثر ہوئے اور سلسلے سے منسلک ہوئے۔

حلیہ مبارک

سرخ و سفید چہرہ، عقابی ناک اور سنہری رنگت والی خوبصورت اور پرکشش آنکھیں۔ میانہ راست قد و قامت۔ ریش مبارک پر مہندی لگاتے تھے۔ چہرہ اس قدر گلابی اور سرخ رنگ کا تھا کہ نئی نئی مہندی لگاتے تو چہرہ مہندی کے رنگ سے بھی زیادہ سرخ دکھائی دیتا تھا۔ آواز بھاری اور رعب دار تھی۔ شلوار قمیض پہنتے تھے اور سر پر پگڑی باندھتے تھے۔ واسکٹ استعمال کرتے تھے۔ رفتار کافی تیز تھی۔ بدن چھریرا نہ، زیادہ پتلے نہ زیادہ موٹے تھے۔

..................OOOOOOO..................

Marfat.com

ارشاداتِ عالیہ

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ زندگی بھر اپنے ارادتمندوں کی محفلوں میں اپنے بلند پایہ روحانی افکار ونظریات اور ارفع مذہبی خیالات کا انتہائی موثر اور دلنواز انداز میں اظہار فرماتے رہے۔ ذیل میں آپؒ کے کچھ ارشاداتِ گرامی اور افکارِ عالیہ کا اجمالی خلاصہ اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے تا کہ آپؒ کے پرستار اور عقیدت منداس سے استفادہ کر سکیں۔

مجنوں کی اونٹنی

فرمایا: مجنوں اونٹنی پر سوار ہو کر رات کے وقت لیلیٰ کی طرف روانہ ہوا۔ اونٹنی کا چھوٹا بچہ پیچھے گھر پر رہ گیا تھا جو اونٹنی کو محبوب اور مرغوب تھا اور اس کا دل ادھر کھینچتا تھا۔ مجنوں لیلیٰ کے خیال میں مست تھا۔ اونٹنی نے اسے پتہ بھی نہ لگنے دیا اور مڑ کر مجنوں میاں کو گھر واپس لے آئی۔ مجنوں نے پھر اونٹنی کو لیلیٰ کے گھر کی طرف ہانکا اور لیلیٰ کے خیال میں مست ہوا۔ اونٹنی پھر اسے گھر لے آئی۔ یوں صبح ہوگئی اور منزل وہیں رہی۔ ایک قدم بھی طے نہیں ہوا تھا۔ مجنوں کو احساس ہوا اور اس پر یہ راز کھلا کہ اونٹنی کا دل اپنی مرغوب اور محبوب شے میں یہاں ہی پھنسا ہوا ہے۔ کیوں نہ اسے چھوڑ کر خود اپنے محبوب کی طرف روانہ ہو جاؤں۔ اسی طرح کام بنے گا اور منزل طے ہوگی۔ چنانچہ جب اس نے اونٹنی کو چھوڑ دیا تو منزلِ مقصود تک پہنچ گیا۔

فرمایا: نفس روح کی سواری ہے مگر نفس اپنے مرغوباتِ دنیا اور پسندیدہ اشیائے دنیا کی طرف جاتا ہے یا تو اس کی سواری کو چھوڑ دیا جائے یا پھر اسے پوری طرح قابو میں رکھ کر منزلِ مقصود کی طرف چلنے پر مجبور کر دیا جائے تب کامیابی ہوتی ہے۔

فرمایا: کسی بزرگ سے پوچھا گیا کیف طریق الی الوصال ۔ یعنی اللہ تعالیٰ محبوبِ حقیقی کے وصال اور قرب کے حصول کا کیا طریقہ ہے۔ جواب ملا کہ اللہ فرماتا ہے دَعۡ نَفۡسَکَ وَ تَعَالٰی یعنی اپنے نفس کو چھوڑ دے اور چلا آ۔

رابعہ بصریؒ کے دو درہم

فرمایا: رابعہ بصریؒ کو ایک دفعہ دو درہم ملے۔ دونوں کو الگ الگ ہاتھوں میں پکڑے

Marfat.com

رکھا۔ یہاں تک کہ دونوں خیرات کر دیئے۔ ان سے پوچھا گیا کہ ایسا کیوں کیا اور دونوں درہم ایک ہی ہاتھ میں کیوں نہ پکڑے۔ رابعہؒ نے کہا کہ اگر میں ایک ہاتھ میں دونوں درہم اکٹھے پکڑ لیتی تو مجھے ڈر تھا کہ کہیں میں مال جمع کرنے والوں میں شمار نہ ہو جاؤں۔ اسی لیے ایک جگہ جمع ہونے سے قبل ہی میں نے خیرات کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے مال جمع کرنے سے منع فرمایا ہے اور مال جمع کرنے والوں کی سخت مذمت اور برائی کی ہے۔

اَلَّذِیْ جَمَعَ مَالاً وَّ عَدَّدَهٗ o یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ o كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ o (الھمزة ۱۰۴ : ۲ ۔ ۴) (تباہی ہے اس پر جس نے مال و دولت کو جمع کیا اور پھر اسے گن گن کر رکھا۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا۔ ہرگز نہیں وہ شخص تو چکنا چور کر دینے والی جہنم میں پھینک دیا جائے گا)۔

فرمایا: درویش اور فقراء رسول اللہ ﷺ کی صحیح پیروی کرتے ہیں اور مال جمع نہیں کرتے۔ حضور ﷺ کے پاس دن کو جو کچھ بھی آتا شام تک غربا میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ درویشوں کا بھی یہی حال ہوتا ہے اور یہی اللہ کا فرمان اور ہدایت ہے۔

وَالَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ o (توبہ ۹ : ۳۴) (جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خبر دے دو)۔

یوسف قلندرؒ کا حسین چہرہ

فرمایا: یوسف قلندرؒ بہت ہی حسین و جمیل تھے۔ شہر کی ایک امیر عورت ان پر عاشق ہو گئی اور اپنی لونڈی کے ذریعے اپنی بیماری کا بہانہ اور ذکر کر کے ان کو دم اور دعا کے لیے بلایا۔ جب وہ آئے تو ان کو مکان کے اندر بلا لیا اور دروازے بند کر کے اپنی نفسانی خواہش کا اظہار کیا اور ساتھ ہی یہ دھمکی دی کہ اگر انکار کرو گے تو شور مچا کر گرفتار کروا دوں گی اور مروا دوں گی اور یہ کہوں گی کہ مجھ سے دست درازی کرنے آیا تھا۔ یوسف قلندرؒ بڑی مشکل میں پڑ گئے اور بہت پریشان ہوئے اور کوئی چارہ کار نہ دیکھ کر پیشاب کی حاجت کا کہا۔ حویلی بڑی تھی۔ دوسری طرف گئے چولہے میں آگ جلتی دیکھ کر اس سے مدد لی اور اپنا چہرہ شعلوں پر رکھ دیا۔ جس سے داڑھی اور سر کے بال جل کر غائب ہو گئے اور چہرہ جھلس کر بدنما ہو گیا۔

Marfat.com

دل میں کہا اس حسین چہرے نے فتنے میں ڈالا۔ چہرہ جھلسا کر اور بال جلا کر اس عورت کے پاس آئے۔ اس عورت نے ان کا بگڑا ہوا اور جھلسا ہوا چہرہ اور جلے ہوئے بال دیکھے تو اسے غش آ گیا۔ پاؤں پڑی، معافی مانگی۔ نفسانی اور شہوانی جذبہ ختم اور سرد ہو گیا۔ اس طرح آپؒ نے گناہ سے خلاصی پائی۔

فرمایا: یوسف قلندرؒ کی نیت تو صرف گناہ سے بچنے کی تھی اور اسی نیک نیت نے اس کام کو آپؒ کے لیے بڑی قربانی اور بڑے ثواب کا ذریعہ بنایا۔ مگر آج کل کے قلندری طریقے والے دوسرے مقاصد کے لیے آپؒ کے نقال بنتے ہیں اور آپؒ کے مقصد کے بالکل برعکس جوان اور خوبصورت بننے کے لیے داڑھی وغیرہ صاف کرا دیتے ہیں۔ برے اور غلط کام میں غلطی کو تسلیم کرنے کی بجائے اس کے جواز کے حیلے گھڑنا بہت بڑا گناہ ہے۔ ان کے سامنے وہ مقصد نہیں جو یوسف قلندرؒ کے پیش نظر تھا۔ اس لیے داڑھی منڈوانا غلط اور گناہ ہے۔ یوسف قلندرؒ کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام جیسا واقعہ پیش آیا تھا اور حسن اتفاق دیکھیے دونوں نام سے یوسف تھے۔

شیخ شبلیؒ اور ایک یہودی

فرمایا: حضرت شیخ شبلیؒ نے ایک یہودی کو دیکھا کہ بارش کے بعد خشک مقامات پر پرندوں کے لیے دانے ڈالتا پھرتا تھا تو کہنے لگے کہ اس کافر کو اس سے کیا فائدہ پہنچے گا۔ پھر شیخ شبلیؒ نے اسی شخص کو غلافِ کعبہ تھامے ہوئے ایسی حالت میں دیکھا کہ نور کے شعلے اس پر وارد ہو رہے تھے۔ اس سے احوال پوچھا۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی ہے کہ خرمن قبول نہ فرمائے اور خلوصِ دل سے دی ہوئی ایک مٹھی قبول کرلے۔

فرمایا: جانداروں پر رحم کرنا اور ان کی بھلائی اور آرام و راحت کے لیے کوشش کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف نزدیک ترین راستہ ہے۔ پیسہ خرچ کرنے یا جانداروں اور انسانوں کو عملی فائدہ اور آرام پہنچانے کے سلسلے میں اہلِ قیل و قال مولویوں کو سوائے زبانی جمع خرچ کے اور کچھ نہیں آتا۔ عمل نہ ہو اور مخلوقِ خدا سے عملی ہمدردی اور دل میں رحم نہ ہو بلکہ مخلوقِ خدا کو تنگ اور پریشان کرنے کا عمل ہو تو سجدے اور درود محض فریب بن جاتے ہیں۔ حضورؒ نے یہ شعر پڑھا۔

Marfat.com

زنہار ازاں قوم نہ باشی کہ فریبند
حق را بسجودے و نبی ﷺ را بہ درودے

شیطان اور چور

فرمایا: ایک چور ایک مکان میں رات کی تاریکی میں گھسا۔ مالک نے کھٹکا سنا تو اٹھا اور چقماق سے آگ جلا کر روشنی کرنے لگا۔ چور اندھیرے میں پاس ہی بیٹھ گیا۔ چقماق سے جو چنگاری جھڑتی تھی اسے بجھا دیتا تھا تا کہ روشنی نہ ہو اور پکڑا نہ جائے۔ فرمایا اسی طرح نفس اور شیطان ذکر اور کوئی نیک کام کرتے وقت طرح طرح کے وسوسے دل میں ڈالتے ہیں اور ساتھ ہی اس شخص کی اپنی غلط عقلی تاویلات کے اندھیرے میں چھپے رہنے کی بھی کوشش کرتے ہیں اور ایمان کی چنگاری کو بجھاتے ہیں تا کہ اس کی روشنی میں ان کی پہچان اور گرفت نہ ہو۔ شیطان چور کی مانند ہے جو چوری بھی کرتا ہے اور چھپنے کی بھی کوشش کرتا ہے۔

جبریلؑ کو سجدے کا مشورہ

فرمایا: جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کو بتایا کہ جب فرشتوں کو آدم علیہ السلام کے سجدے کے لیے کہا گیا تو فرشتوں کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ خاکی پتلے کو سجدہ کیسے کریں۔ اس وقت حضرت علیؓ کی روح نے مجھے فوری طور پر سجدے کا مشورہ دیا اور میں (جبریل) نے سب سے پہلے آدم کو سجدہ کر کے قربِ مزید حاصل کر لیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جبریلؑ اسی لیے حضرت علیؓ کا بہت احترام کرتے ہیں۔ جبریلؑ اکثر اوقات حضور نبی کریم ﷺ کی معرفت حضرت علیؓ پر سلام کہا کرتے تھے اور یہ مقام کسی اور صحابی کو حاصل نہیں اور قرابت کا جو رشتہ حضرت علیؓ کو حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا وہ بھی کسی اور کو حاصل نہ تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا علیؓ کا خون میرا خون اور علیؓ کا گوشت میرا گوشت ہے۔ میں اور علیؓ ایک نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں۔

فرمایا: علم، سخاوت اور بہادری تین صفات شاذونادر ہی کسی میں اکٹھی ہوتی ہیں اور حضرت علیؓ میں یہ تینوں وصف جمع تھے۔ ان کی شان بہت بلند ہے اور وہ ہمارے سلسلے کے سربراہ ہیں۔ انہیں بارہا باطن میں دیکھا ہے اور بہت بلند مقامات پر دیکھا ہے۔

فرمایا: جنگِ صفین میں حضرت علیؓ نے معاویہؓ کو پکارا، آؤ ہم دونوں لڑ کر فیصلہ کر لیں

Marfat.com

تاکہ مسلمانوں کا قیمتی خون ضائع نہ ہو۔ معاویہؓ پریشان ہوئے اور ابوالعاصؓ کو بتایا۔ ابوالعاصؓ نے کہا کہ بات تو بہت معقول اور ٹھیک کہی ہے۔ معاویہؓ نے کہا تو میرا دشمن ہے کیا کبھی کوئی علیؓ سے بچ کر گیا ہے۔ تو مجھے مروانا چاہتا ہے۔

بہلولؒ اور مٹی کے گھروندے

فرمایا: بہلولؒ گلی میں بیٹھا مٹی کے گھروندے بنا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ کوئی جنت میں گھر خریدنا چاہتا ہے تو خرید لے۔ محمود غزنوی اور اس کا ایک وزیر وہاں سے گزر رہے تھے۔ وزیر نے معمولی اور برائے نام سی قیمت پر ایک گھروندا بہلول دانا سے خرید لیا مگر سلطان محمود نے اس کا مذاق اڑایا۔ رات کو سلطان محمود نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں ایک عالی شان محل ہے اور اس کا وہی وزیر اس میں بیٹھا ہے۔ سلطان نے اندر جانا چاہا مگر اسے اندر جانے کی اجازت نہ دی گئی۔ صبح ہوئی تو سلطان بھاگا اور وہاں پہنچا جہاں بہلولؒ گھروندے بنا رہا تھا۔ سلطان نے کہا ایک گھروندا خریدنا چاہتا ہوں۔ مجھے بھی ایک گھروندا قیمتاً دے دو۔ بہلولؒ نے انکار کر دیا اور کہا اب دیکھ کر اور مشاہدہ کر کے خریدنے آئے ہو۔ اب نہیں ملے گا۔ وزیر نے بغیر دیکھے ایمان لا کر خریدا تھا۔ وہ دوسری بات تھی۔ فرمایا اللہ ایمان والوں کے ساتھ ان کے نفسوں (جانوں) اور مال کے بدلے جنت کا سودا کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ط (التوبہ ۹ : ۱۱۱) (بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جان اور ان کے مال جنت کے عوض خرید لیے ہیں۔

فرمایا: یہ ایک طرح کا سودا ہے اور بیع ہے۔ جو لوگ جنت کے بدلے اپنی جان اور مال کا سودا کرتے ہیں انہیں یقیناً جنت ملتی ہے۔ مگر یہ سودا اس طرح نہ ہو کہ عذابِ قبر دیکھ کر یا جنت کا مشاہدہ کر کے کیا جائے۔ بلکہ یہ سودا ایمان بالغیب کے طور پر ہو اور مشاہدہ کیے بغیر ہو۔ اس بڑے معاوضے اور سودے سے محروم رکھنے کے لیے شیطان بڑے بڑے حربے استعمال کرتا ہے۔ شیطان نے ایک گروہ کو یہ یقین دلایا ہے کہ خدا ہے ہی نہیں۔ کوئی اُس کے داؤ سے بچ گیا تو اس کا ماننا زبانی جمع خرچ تک محدود کر دیا۔ ایسے لوگ عمل سے محروم رہے اور انہیں خدا کی طرف چلنے نہ دیا۔ پھر کسی نے خشک سی ظاہری نماز شروع کی تو اسے انبیا

Marfat.com

اور اولیا کی شان ماننے سے روکے رکھا تا کہ فیض یاب نہ ہو اور اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ط (صٓ ۳۸: ۷۶) کے شیطانی چکر سے نہ نکلے۔

فرمایا: اللہ کی نماز اور لوگوں کو مال بصورتِ زکوٰۃ و خیرات دینے کا ذکر قرآن میں ساتھ ساتھ ایک جیسی اہمیت سے آیا ہے۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (البقرۃ ۲: ۴۳) مگر مال دینے کے معاملے میں مسلمان پیچھے رہ گئے۔ یہی فقر کی بنیاد ہے۔ اسے چھوڑ کر مسلمان قیصریت کو اپنانے لگ گئے۔ بڑے بڑے مولوی قسم کے لوگ نماز، روزہ وغیرہ پر زور دیتے ہیں مگر مال خیرات کرنے کے معاملے میں بالکل کورے ہوتے ہیں اور مولوی تو کروڑ پتی بھی ہو جائے مال خیرات نہیں کرتا۔

فرمایا: شیطان ایک بازو دبائے رکھتا ہے تا کہ دونوں پروں یعنی نماز و خیرات سے اڑ کر بہشتِ قرب و وصال میں نہ پہنچ سکے۔

فرمایا: انسان کی اوسط عمر ساٹھ ستر سال ہے۔ اس میں بہت تھوڑا حصہ عبادات پر صرف ہوتا ہے اور اس کے بدلے میں ہمیشہ کے لیے جنت مل جاتی ہے۔ گناہ بھی مختصر وقت کے لیے کیا اور ابدی جہنم خرید لی۔ یہاں صرف نمونہ دیکھنا تھا۔ قیامت تک بھی کوئی زندہ رہتا تو دوزخی نے وہی گناہ کے ہی کام کرنے تھے۔ پس نمونہ کا کام دیکھ لیا اور جو جگہ کسی نے اپنے لیے چن لی اسے دے دی جائے گی۔ مختصر نیکی کا اتنا بڑا انعام اس لیے کہ اس نے اَن دیکھے مال کا سودا کیا۔ غیب پر ایمان ہے۔ جان و مال بیچ کر اَن دیکھے مال پر یقین کر لینا کوئی چھوٹی بات نہیں۔

اللہ کی لغت

فرمایا: یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے سجدے کا جو ذکر قرآن میں آیا ہے یا آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے سجدے کا جو تذکرہ ہے وہ سجدہ ہی تھا۔ تعبیرات اور تاویلات سے اس کے مفہوم اور معانی کو بدلنا غلط ہے۔ اگر سجدہ اتنا ناجائز تھا تو کیا اللہ تعالیٰ کی لغت میں اس کے اظہار کے لیے کوئی اور لفظ نہیں تھا۔ کیا تاویلات اور تعبیرات کے ماہر اللہ سے زیادہ الفاظ جانتے ہیں۔

فرمایا: انسان کامل کو سجدہ جو اللہ کی صفات کا حامل ہو اُس ذات کو سجدہ کرنے کے

مترادف ہے۔ انسانِ کامل بندۂ مولیٰ صفات ہوتا ہے۔ عام ممانعت اس لیے ہے کہ اس سے غیر مستحق، جھوٹے اور غلط لوگوں کو سجدہ کرنے کا موقع اور جواز پیدا ہوگا۔ انہی کے لیے منع ہے۔ آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے حامل تھے۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (البقرۃ ۲ : ۳۱) کا یہی مفہوم ہے۔ شیطان یہی سجدہ نہ کرنے سے مارا گیا اور مردود ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانِ کامل یعنی آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا فرشتوں کو واضح حکم دیا۔ یہ کام اتنا ناروا اور ناواجب ہوتا تو اللہ تعالیٰ ایسے ناواجب کام پر زور کیوں دیتے اور اس کی خلاف ورزی پر اتنی کڑی گرفت کیوں کرتے۔

فرمایا: معراج شریف کے بعد عوام نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ اللہ کو کیسے دیکھا تو فرمایا لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ''(الشوریٰ ۴۲ : ۱۱) (کوئی شے اس کے مثل نہیں) اور جب خواص نے پوچھا تو فرمایا مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَ الْحَقَّ (جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا)۔

چھلکے اور گٹھلیاں

فرمایا: جس کے دل کا مقصد الی اللہ ہے وہی شخص موحد ہے اور جب نماز اور سجدے کے دوران مقاصد اور ہیں اور دھیان ماسویٰ اللہ کی طرف ہے تو یہ شرک ہے۔ ظاہر دیکھنے والے خواہ دھوکہ کھائیں مگر فیصلہ اسی حقیقت پر ہوگا اور جس کا باطن درست نہیں وہ ظاہر شریعت پر خواہ کتنا عمل کرے اس کے پاس کچھ نہیں۔ اسے عاقبت میں معلوم ہوگا کہ اس نے محض چھلکے کو حرزِ جاں بنایا اور محض گٹھلیاں اس کے متاع میں نکلیں۔

فرمایا: سلطان محمود جیسے بڑے بت شکن ہوئے مگر نفس جیسے سخت بت کو توڑنے کی اہمیت کو کچھ فقراء ہی جانتے ہیں۔

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ (الجاثیۃ ۴۵ : ۲۳)۔ ''کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود علم کے اللہ نے اسے گمراہ کیا ہوا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے ہوائے نفس کو بت قرار دیا ہے۔ اکثر لوگ اس کی پرستش کے سبب مشرک بنے اور اسی کو توڑنے اور مارنے میں خدا ملتا ہے۔ نماز، روزہ کو رسمی طور پر ادا کرنے والوں کا نفس بعض دفعہ اور موٹا ہو جاتا ہے۔ آیت کے آخری حصے میں ان

علما کی طرف اشارہ ہے جو ریا اور دکھاوے کے طور پر نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے میں فتویٰ فروخت کرتے ہیں۔ غلط تاویل اور غلط تعبیر کرتے اور حکام کے آستانوں کا طواف کرتے ہیں۔ دل عین عبادت کے دوران بھی اللہ تعالیٰ کے خیال کی بجائے ماسویٰ کے خیالات میں گم رہتا ہے۔ اسی کے تدارک کے لیے فرمایا کہ ''جسے اپنے رب سے ملنے کی توقع ہو تو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔''

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا ۝ (الکھف ۱۸ : ۱۱۰) اور عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے رب کی عبادت میں کسی ایک کو بھی شریک نہ کرے یعنی عبادت کے وقت اوروں کے خیالات کو اللہ کے خیال میں نہ ملائے اور ہم تو اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کا خیال آنے ہی نہیں دیتے۔ غیروں کی یاد اور خیال میں گم رہتے ہیں۔ یہی شرک ہے اور یہی ہوائے نفسانی کو الٰہ بنانا ہے۔

فرمایا: بعض مدعیانِ توحید اس اکڑفوں میں رہتے ہیں کہ وہ تو مٹی اور پتھر کے بتوں کو نہیں پوجتے اور بس وہ پاک ہیں۔ شیطان اس پہلو کی طرف ان کا دھیان جانے نہیں دیتا کہ وہ نفس کے کتنے خطرناک بت کو اپنا اِلٰہ بنائے بیٹھے ہیں اور عین عبادت کے وقت وہ کس طرح شرک کرتے ہیں۔ بت پرستوں کی وہ بت پرستی عملی طور پر اتنی مضر نہ تھی جتنی اس معاملہ میں بے پرواہی ہماری عبادت کو بے معنی بنائے ہوئے ہے۔

اللہ کی طرف دوڑ

فرمایا: اللہ کا فرمان ہے فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؕ (الذّٰریٰت ۵۱ : ۵۰) اللہ کی طرف دوڑو اور جب آدمی دوڑتا ہے تو تن کے کپڑے بھی بھاری ہو جاتے ہیں۔ چہ جائیکہ دوڑنے والے نے مال و اسباب بھی اٹھا رکھا ہو۔ اس طرح مال و اسباب کے ساتھ بھاگنا اور دوڑنا تو درکنار چلنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ اس دوڑ میں ترکِ دنیا کرنے والے ہی کامیاب رہتے ہیں۔ دنیا کو دل میں جگہ دینے اور دل پر بار کرنے والوں کا یہ کام نہیں۔

فرمایا: سیارہ بنانے والے سائنس دان اسی فکر میں رہے کہ ان کا سیارہ کسی طرح زمین کی کشش سے نکل جائے تو پھر اسے اوپر آسمانی کشش لاحق ہو گی اور وہ مطلوبہ مقام تک پہنچ

سکے گا۔ اسی طرح یہاں نفس کا چھٹکارا ماسویٰ سے کروانا ہے جن میں یہ پھنسا ہوا ہے اور جن کی کشش اس کو لاحق ہے۔ ان کی کشش سے نکل جائے تو پھر یہ خود بخود روح اور عالمِ بالا کی طرف اڑ سکے گا۔

فرمایا: امام غزالیؒ جب تک شاہی ٹھاٹھ باٹھ میں رہے ان کے پاس روحانی متاع میں سے کچھ بھی نہ تھا اور پھر جب اسے ترک کر دیا۔ درویشی اختیار کر کے بارہ سال جنگلوں میں گزارے اور شاہی درباروں کی حاضری اپنے اوپر حرام کر لی تو روحانی دولت اور باطنی شہنشاہیت عطا ہوئی اور احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت جیسی عظیم کتابیں اسی زمانے میں لکھیں اور ان کتابوں میں ایسا تأثر بھر دیا کہ ایک نومسلم جرمن سائنس دان نے اپنے مسلمان ہونے کی وجہ یہ بتائی کہ امام غزالی جیسا عظیم مفکر اور مدبر جس مذہب کو سچا سمجھتا اور تسلیم کرتا ہے وہ مذہب ضرور سچا ہوگا۔ میں یہ سوچ کر مسلمان ہو گیا۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

انبیا کا مذہب

فرمایا: سورج اس وقت نکلا ہوا ہے۔ اس کی دھوپ ہر چیز کو روشن کیے ہوئے ہے۔ اس کی روشنی اور حرارت اشیا کے ذرے ذرے میں سمائی ہوئی ہے۔ بعض شفاف چیزوں میں سورج جھلک بھی رہا ہے مگر ہم ان چیزوں کو سورج نہیں کہہ سکتے۔ سورج اپنی جگہ بلا کسی نقص اور بغیر کسی کمی بیشی کے موجود اور قائم ہے اور اپنی نوری شعاعوں سے ہر شے کو روشن کیے ہوئے ہے۔ لہٰذا ہر وہ شے جو اس کے فیض سے روشن اور گرم ہے سورج نہیں بن گئی۔ یہ ہمہ ازوست اور وحدت الشہود کی مثال ہے۔ یہی ہمارا مذہب ہے اور یہ انبیا کا مذہب ہے جنہیں نورِ وحدت کے آفتاب کی روشنی میں کثرت کے ستارے بھی نظر آتے ہیں۔ مگر جن کی وسعتِ نظر کم اور بصارت محدود ہے انہیں نجومِ کثرت نظر نہیں آتے اور یہی ہمہ اوست اور وحدت الوجود ہے۔ یہ اپنے اپنے ظرف اور وسعتِ نظر کی بات ہے۔ فرمایا جس مقام پر بایزید بسطامیؒ نے سبحانی ما اعظم شانی (میں پاک ہوں اور میری شان بلند ہے) اور لوائی فوق لوائے محمد ﷺ (میرا جھنڈا محمد ﷺ کے جھنڈے سے اونچا ہے) کہا اس

Marfat.com

سے بھی اونچے اور بلند مقام پر پیغمبر اعظم ﷺ نے فرمایا ماعرفناک حق معرفتک (اے اللہ! ہم نے تجھے اس طرح نہیں پہچانا جس طرح معرفت کا حق تھا)۔ حضور ﷺ کے ظرف کی یہ وسعت اور بایزیدؒ کے ظرف کی یہ تنگی کہ نورِ حق سمایا تو آپے میں نہ رہے اور وہ کچھ کہہ بیٹھے جو دوسروں کے لیے قابلِ اعتراض اور قابلِ گرفت تھا اور ان کا وہ خواہ وقتی حال ہی تھا۔

فرمایا: مٹی اور گرد ہوا کی وساطت سے اڑ کر ہوا سے اوپر بھی چلے جائیں اور یہ سمجھے کہ وہ ہوا سے بھی بلند ہے تو حال کے لحاظ سے گو یہ وقتی طور پر ٹھیک ہے مگر آخر وہ زمین پر ہی آ رہے گی اور اپنے اصل کی طرف جائے گی اور یہی اس کی اصلیت ہے اور وہ ایک خاص وقتی حال تھا جو صرف نورِ الٰہی کے جلوے سے وارد اور منکشف ہوا۔

نامِ مُحمَّد ﷺ

فرمایا: ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سرکارِ دو عالم ﷺ کے ایک امتی سے ملاقات کی خواہش فرمائی۔ چنانچہ روحانی دنیا میں ان کی ملاقات حضرت امام غزالیؒ سے ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نام پوچھا تو امام غزالیؒ نے محمد بن محمد بن محمد کہہ کر شجرہ کے مطابق آخر تک نام گن دیئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا! میں نے آپ کا نام پوچھا تھا۔ اتنے نام گننے کی کیا ضرورت تھی۔ امام صاحب نے فرمایا اللہ میاں نے آپ سے جب یہ پوچھا تھا کہ آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے: ''وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی ٥ (طٰہٰ ۲۰: ۱۷)'' تو اس کے جواب میں آپ نے اسی قدر کہنے پر اکتفا کیوں نہ کیا کہ یہ میری لاٹھی ہے (ھِیَ عَصَایَ) بلکہ کہا کہ یہ میرا عصا ہے، یہ لکڑی سے بنا ہے، اس سے میں بکریوں کو ہانکتا ہوں، بیری کے پتے جھاڑتا ہوں، اس سے ضرب لگاتا ہوں، اس سے ٹیک لگاتا ہوں وغیرہ سب کچھ کہہ دیا۔ وہ کس لیے تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواباً فرمایا وہ اللہ میاں سے مکالمہ لمبا کرنے اور مزید لطفِ گفتگو کے لیے تھا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا میں نے بھی اپنے آقا محمد عربی ﷺ کا نام بار بار لینے کی خاطر اپنا پورا شجرہ سنا دیا۔ کیونکہ اس میں میرے آقا کا نام ہی بار بار آتا ہے۔

خیمۂ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

Marfat.com

بے نیام روحیں

فرمایا: روح پر مادی جسم اور حواسِ خمسہ کا دُہرا غلاف چڑھا ہوا ہے۔ مگر اس کے باوجود غم و آلام کی تکالیف اور اذیت کو روح محسوس کرتی ہے اور ان سے دکھ پاتی ہے۔ چاہے یہ غم و آلام کسی بھی نوعیت کے ہوں۔ اس وقت زندگی میں تو اِن موٹے اور دبیز غلافوں میں سے بھی غم و آلام کے یہ سانپ بچھو جب ڈنگ مارتے ہیں تو روح تڑپ اٹھتی ہے مگر جب روح یہ غلاف اتار پھینکے گی اور ننگی ہو جائے گی تو ان ڈنگوں کی تکلیف اور اذیت بے حد وحساب ہو گی۔ یہاں تو خواہشات کی تسکین کے سامان بھی ساتھ ساتھ ہیں۔ ایک طرف کی تسکین دوسری طرف کے غم غلط کر دیتی ہے مگر وہاں جب روح خواہشات کی عدم تکمیل کا غم اور حسرت بھی ساتھ لیے ہوئے ہو گی تو اس کے بے نیام اور عریاں جسم پہ یہ ڈنگ جو اثر کریں گے اس کا اندازہ یہاں لگانا مشکل ہے۔ وہ آلام جو یہاں روح کو اتنا بے قرار کر سکتے ہیں۔ جبکہ یہاں تسکینِ خواہشات کے اور کئی سامان ہیں تو اس قیدِ تنہائی میں جس کی کوئی انتہا نظر نہیں آئے گی یہ مایوسیاں اور یادیں کتنی تلخ اور اذیت ناک ثابت ہوں گی۔ اس کا اندازہ یہاں مشکل ہے۔ ہر تکلیف کا احساس تو روح ہی کو ہوتا ہے۔ خواہ وہ تکلیف جسمانی ہی کیوں نہ ہو مگر ننگی روحوں کو ہر قسم کی تکلیف کا احساس گونا گوں اور چند در چند ہو گا اور اس سے بڑا دوزخ اور کیا ہو گا۔

تصور، تفکر، تصرف

فرمایا: تصور کے ساتھ تفکر سے مراد عقبیٰ، قبر، حشر نشر، دوزخ اور مولا کے متعلق سوچنا اور فکر کرنا ہے۔ تفکرات کا سلسلہ تو کسی حالت میں بھی بند اور منقطع نہیں ہوتا۔ عبادت کے وقت بھی دنیاوی کاروبار کے متعلق سوچیں آتی رہتی ہیں اور نفس اور دل مختلف قسم کے دنیاوی نظاروں کے افکار میں گم رہتے ہیں اور یہ تفکرات بلا ارادہ اور بے اختیار طور پر آتے ہی رہتے ہیں۔ اسی تفکر کو اس عالمِ عقبیٰ اور مولا کی طرف منتقل کرنا چاہیے اور اسم کے تصور کے ساتھ تفکر سے صحیح کام لینا چاہیے اور اسے بھٹکنے نہیں دینا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم تصور میں مصروف ہوں اور تفکر ادھر ادھر دنیاوی نظاروں میں الجھا ہوا ہو۔ بلکہ چاہیے کہ توجہ اور تفکر بھی اسی طرف ہو اور تصرف کا مطلب یہ ہے کہ اپنے تفکر کو قابو میں رکھا جائے۔ اسے تصرف قابو

میں رکھنے اور کنٹرول کرنے کو کہتے ہیں۔ اسی دوران اپنے اوپر مکمل محویت کا عالم طاری کیا جائے اور انا (Ego) کو بھی بھلا دیا جائے۔ ایسی حالت میں استغراق کی کیفیت طاری ہوتی ہے اور پھر مراقبہ کھل جاتا ہے اور تجلیات کا ورود اور نزول ہوتا ہے اور اسم اللہ کے تصور کے وقت تفکر صحیح سمت میں ہو۔ اس پر تصرف اور قابو ہو، مکمل محویت ہو، استغراق ہو۔ مراقبہ کھل جائے تو اس وقت جو تجلیات ہوتی ہیں وہ برحق ہوتی ہیں۔ ان میں شیطان کو قطعاً کوئی دخل نہیں ہوتا۔

اللہ کا دروازہ

فرمایا: کسی سے ملنے اس کے گھر جائیں تو پہلے دروازہ ہی نظر آتا ہے۔ اسم اللہ دروازہ ہے اللہ کے مکانِ غیب کا، مالک حقیقی کے گھر کا۔ ساری توجہ اور زاری اسی کے سامنے کرنی پڑتی ہے اور کرنی چاہیے۔ اسی کے پیچھے سب کچھ ہے۔ نظر کے سامنے اور نظر آنے والا تو صرف یہی باب الاسم ہے۔ اسی کے سامنے ہو کر اسی کو دیکھ کر یوں سمجھو جیسے اللہ کے حضور میں کھڑے ہو۔ اللہ کا نام سامنے ہو تو اسے تصور سمجھو اور اسی کے ساتھ جو تفکر ہو وہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور صفات ہی کا ہو گا اور ہونا چاہیے۔ وہ تو تصور میں نہیں آ سکتا کیونکہ اس کی کوئی مثال ہمارے سامنے نہیں۔ نہ ہی اسے تصور میں لانے کی کوشش جائز اور بامعنی ہے۔ اسم ہی اس کا دروازہ اور روزن ہے اور اس تک پہنچنے کا آسان اور نزدیک ترین راستہ ہے۔ دروازے پر جو سائل سچے دل، ذوق وشوق اور پختہ یقین اور کامل امید کے ساتھ حاضر ہو اللہ تعالیٰ اس پر مہربان ہو کر اسے عالم غیب کی طرف راہ دیتے ہیں۔ باقی تفکر کو مذکورہ طریقے سے تصرف میں لا کر اللہ کی طرف مصروف اور مبذول کرنا ہے ورنہ وہ اور چیزوں میں الجھا رہے گا اور ایسی حالت میں صحیح توجہ قائم نہ ہو گی۔

فرمایا: جس کی تلاش ہو پہلے اس کا نام پوچھتے ہیں تو پھر مسمّٰی سے ملنے کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ اسم اور مسمّٰی کا مسئلہ بہت نازک اور عجیب ہے۔ نام ہی میں سب کچھ ہے۔ اسم کی اہمیت کے متعلق اپنا ذاتی تجربہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ایک دفعہ ہم اونٹ سے گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو جس طرح یکے بعد دیگرے ایک ایک چیز دماغ میں آئی ان میں سب سے پہلی چیز تھی کہ میں کون ہوں۔ پھر اپنے متعلق دیگر معلومات مثلاً ماں، باپ

Marfat.com

بھائی بہن گھر اور جگہ اور یہ کہ میں کہاں پڑا ہوں وغیرہ سامنے آئیں۔ گویا نام کا رشتہ قریب ترین ہے۔ بے ہوش ہونے سے یوں ہوا جیسے بھرے ہوئے ٹوکرے میں سے اشیا نکل کر گر پڑیں۔ پھر پہلی چیز جو Recalled ہوئی یعنی یاد آئی وہ اسم تھا۔ اسم میں توجہ اور تفکر سے گم ہونا، استغراقِ تام حاصل کرنے کی کوشش کرنا اصل کار ہے۔ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ (الکھف ۱۸: ۲۴)۔ ''اپنے رب کو اس طرح یاد کر کہ اپنے آپ کو بھول جائے۔'' وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَ تَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا ٥ (المزمل ۷۳: ۸) ''اور اپنے رب کا ذکر اس طرح (محویت) سے کرو کہ سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہو۔''

بہت بڑا المیہ

فرمایا: حق اور سچ کی معرفت اور پہچان بہت مشکل ہے اور حیرت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حق اور سچ کو اتنا پوشیدہ اور مخفی کیوں رکھا۔ اس پر سوچا جاتا ہے تو آخر امتحان اور امتحانی پرچوں والی بات سمجھ میں آتی ہے۔ ممتحن ہر ممکن طریقے سے جوابات مخفی اور پوشیدہ رکھتا ہے۔ خواہ کتنے لوگ فیل ہو جائیں اس کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ اتنے بڑے ممتحن، اتنے بڑے امتحان، اتنی بڑی سند اور اتنی بڑی کامیابی کا معاملہ یوں سمجھ میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حقیقی ممتحن ہے۔ اسے بھی یہ فکر نہیں ہے کہ بہت لوگ فیل ہو جائیں گے، کامیابی کے لیے محنت اور جدوجہد کرنا انسان کی اپنی ذمہ داری ہے۔ اللہ نے جگہ جگہ صاف صاف فرما دیا ہے کہ فیل ہوتے ہیں تو ہوں۔ پہلے سمجھا دینا حق ہے۔ پھر ہر شخص کی اپنی مرضی ہے۔ فرمایا: لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط (الملک ۶۷: ۲) ''تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کس کس کا عمل اچھا ہے۔'' ہاں استاد اور معلم کو فکر ہوتی ہے کہ اس کے شاگرد فیل نہ ہوں۔ حضور نبی کریم ﷺ کو حد سے زیادہ فکر رہا کیونکہ وہ معلمِ انسانیت ہیں۔ حضور ﷺ کو اتنا غم اور فکر رہا کہ اللہ تعالیٰ کو حضور ﷺ سے کہنا پڑا کہ ''اے محمد ﷺ! شاید آپ ان کے پیچھے اپنی جان پر کھیل جائیں گے اگر یہ اس تعلیم پر ایمان نہ لائے۔''

فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا ٥ (الکھف ۱۸: ۶) اور فرمایا کہ محمد ﷺ کو اے لوگو! تمہارا (اخروی) نقصان میں پڑنا بہت گراں اور شاق ہے اور تمہاری کامیابی کے وہ حریص اور دل سے خواہاں ہیں۔ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ

مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ" (التوبہ ۹ : ۱۲۸)۔اس معلمِ انسانیت کو ہماری اتنی فکر ہے اب اگر ہم آپ ﷺ کی ہدایات پر عمل نہ کریں تو اس عظیم امتحان میں ہماری ناکامی ہمارا مقدر ہے اور یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے۔

فرمایا کسی کے اپنی جگہ اپنے عقائد اور اعمال پر خوش اور مگن ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ضرور اس کی نجات بھی ہو۔ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ o (المؤمنون ۲۳ : ۵۳)" ہر گروہ اور فرقے کے پاس جو کچھ عمل اور عقیدہ ہے وہ اسی میں مگن اور خوش ہے۔'' غلط راستے پر چلنے والا آدمی بزعم خویش خوش ہوتا ہے کہ وہ ٹھیک راستے پر جارہا ہے۔ وہ سفر بھی کرتا ہے، محنت بھی کرتا ہے، پسینہ بھی بہاتا ہے لیکن آخر جا کر معلوم ہوتا ہے کہ سب محنت اکارت اور ضائع ہوگئی۔اس امتحان کے سارے راز انسان نہیں سمجھ سکتا۔ ممتحن سوالات مشکل دیتا ہے تاکہ خوب جانچ ہو۔امتحان کا مطلب ہی کچھ ایسا ہے۔

اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا o (الکھف ۱۸ : ۱۰۴)۔ (لوگ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری کوشش اور سعی رائیگاں گئی اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک ہی کر رہے ہیں)۔ جو لوگ اتفاق سے ان لوگوں کے گھر پیدا ہو گئے جن کو مسلمان کہا جاتا ہے اور ایسی زندگی گزاری جو اسلام کے نام پر ایک بدنما دھبہ ہے۔ ہوسِ دنیا میں گرفتار رہے اور خدا اور رسول ﷺ کو رسماً برائے نام مانتے رہے۔ان کے اس سرسری ماننے کو ماننا کیسے کہا جائے۔ حکم تو یہ ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ (النسآء ۴ : ۱۳۶)۔

(اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر پورا پورا ایمان لاؤ)۔ یہاں ایمان والوں کو بھی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کو کہا گیا ہے۔

جنتی کون اور دوزخی کون؟

فرمایا: علم دو قسم کا ہے۔ایک علم کسبی، کتابی یا قلمی ہے۔اس کو قرآن نے عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o (العلق ۹۶ : ۴) کہا۔ یہ تدریسی اور اکتسابی علم ہے اور یہ عام ہے اور اسے ہر شخص حاصل کر سکتا ہے اور حاصل کر لیتا ہے اور یہ مسلم اور غیر مسلم پر موقوف نہیں۔

Marfat.com

دوسرا وہبی اور لدنی علم ہے جو خاص خاص انسانوں کو عطا ہوتا ہے۔ اس کے متعلق قرآن کے الفاظ یہ ہیں: عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ۝ (العلق ۹۶: ۵) یعنی انسان کو وہ علم دیا جس سے وہ واقف نہ تھا۔ یہاں انسان سے خاص انسان انبیا اور اولیا مراد ہیں۔ مولویوں کے پاس صرف کسبی، قلمی یا کتابی اور درسی علم ہوتا ہے اور یہ علم ہر شخص کا فرو مسلم حاصل کر سکتا ہے۔ پیغمبروں اور اولیا کے پاس وہبی اور لدنی علم ہوتا ہے جو ملاؤں اور ہر شخص کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ نماز، روزہ، تلاوت اور نوافل وغیرہ سب کسب ہیں۔ کسبی علم صرف کتابوں سے حاصل ہوتا ہے مگر وہبی اور لدنی علم کتابوں سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ علم اللہ تعالیٰ خود عطا کرتا ہے یا انبیا اور اولیا سے سینہ بہ سینہ حاصل ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی کہانی میں اللہ تعالیٰ نے یہی سبق اور نکتہ پیش کیا ہے اور مرشد اور رہبرِ کامل کے سامنے چوں چرا کو ایک طرف رکھ کر خلوصِ نیت سے آ ؤ۔ موسیٰ علیہ السلام کو یہی جتلانا مقصود تھا کہ جو حکم احکام کا ظاہری علم آپ کو دیا ہے اس کے علاوہ بھی ایک علم ہے جسے قرآن میں وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ (الکہف ۱۸: ۶۵) ”اور اسے اپنی طرف سے ایک خاص علم عطا کیا تھا“ کے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے۔

فرمایا: اللہ والے دیکھ لیتے ہیں اور انہیں یہاں تک معلوم ہو جاتا ہے کہ دوزخی کون ہے اور جنتی کون۔ کسی کے گرد دوزخ یا جنت کے آثار صاف نظر آ جاتے ہیں۔ حقائق ملاؤں کے دین سے بہت مختلف ہیں۔ دنیائے فقر عجیب و غریب ہے۔ بعض کے متعلق دعائے بخشش کریں تو منع کر دیا جاتا ہے کیونکہ اس کا دوزخی ہونا معلوم اور مقدر ہے۔ فقیر کی زبان پر مہر ہے۔ حقیقت آشکارا کر دی جائے تو فتوے لگیں ورنہ بہت کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔

شیطان کے بیوی بچے

فرمایا: دنیا کو بالکل چھوڑ دینا، بیوی کو طلاق دے دینا وغیرہ دینداری اور بزرگی نہیں۔ فقر اور روحانیت کا راستہ دل کے قدموں سے طے ہوتا ہے۔ ہمارے اور اللہ کے درمیان صرف غفلت کے پردے ہیں۔ ویسے کوئی فاصلہ اور بُعد نہیں ہے۔ شیطان بغیر زن و فرزند کے تھا۔ وہ تو ملعون ہوا اور آدم علیہ السلام زن و فرزند والے تھے مگر اس کے باوجود مقبول ہوئے۔ خدا سے غافل ہونا ہی دنیا اور دنیا داری ہے۔ فرزند و زن اور مال نہیں۔

Marfat.com

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ (المنفقون ۶۳: ۹)۔
"تمہارے مال اور تمہاری اولاد اور کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے۔"

مال اور اولاد اللہ کے ذکر سے غافل کر دے تب برائی ہے اور غافل نہ کرے تو کوئی ہرج نہیں۔ ماسوئی، نفس، اس کے متعلقات، خواہشات اور غیر اللہ کی نفی کرنی ہے کیونکہ یہ فنا ہونے والی چیزیں ہیں اور اس باقی اور غیر فانی اللہ سے ملنا نصب العین ہونا چاہیے۔ جب سالک لَا تَخَفْ (العنکبوت ۲۹: ۳۳) اور لَا تَحْزَنْ (العنکبوت ۲۹: ۳۳) کے مقام پر پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کے گمراہ ہونے کا کوئی خدشہ نہیں رہتا۔

فرمایا: سرکارِ دو عالم ﷺ پر ازواجِ مطہرات کا اتنا بوجھ اور پھر عدل و مساوات اور عبادات کی انتہا تک کو جانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ بیوی بچوں کے بکھیڑوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مکمل رابطہ اور تعلق پورے آداب کے ساتھ قائم رکھنا بہت بڑی بات ہے۔ ایسے حالات میں ترک و توکل کے تمام نشے ہرن ہو جاتے ہیں۔

اپنے ایک شناسا سندھی فقیر کا قصہ سنایا۔ فرمایا: ترک و توکل کے دنوں میں ہمارے ساتھ ایک عرصہ تک رہا۔ پھر کہیں چلا گیا۔ بارہ سال بعد اس کے شہر جانے کا اتفاق ہوا اور اسے ملنے کو جی چاہا۔ اسے تلاش کیا ملے تو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ایک بہت ہی خستہ حال آدمی اس طرح ملا کہ ایک بچہ کندھے پر بٹھا رکھا تھا، ایک انگلی پکڑے ساتھ تھا اور دو منہ بسورے ہوئے ساتھ آ رہے تھے۔ اس کا رنگ اس قدر سیاہ پڑ چکا تھا کہ پہچانا نہیں جاتا تھا۔ پوچھا یہ کیا حال ہے۔ کہنے لگا مکوڑوں کے بل پر پیشاب کر بیٹھا یہ مخلوق نکل آئی۔ اب یہ جان نہیں چھوڑتی۔ نماز پڑھے ہوئے چھ سال بیت گئے ہیں۔ نفس پر بس نہیں رہا اور فقیری پتہ نہیں کہاں گئی۔

دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا میں اس طرح دل نہ لگے کہ اللہ کی یاد اور ذکر بھول جائے اور زن و فرزند ہوتے ہوئے بھی ان کے حقوق بھی ادا کرے اور اللہ کے ذکر میں بھی فرق نہ آنے پائے تو یہ بہت بڑا کمال ہے اور اس کا بہت بڑا درجہ ہے اور یہی ہمارا مسلک اور شیوہ ہے۔

Marfat.com

رب کے پاس رات

فرمایا: آدمی کو آدمی سے محبت ہوتی ہے، مینڈک سے نہیں ہوتی۔ سرکارِ دو عالم ﷺ اللہ کی صفات کا آئینہ اتم تھے۔ آئینے میں کوئی پیکرِ حسن اور مجسمۂ جمال اپنے عکسِ جمیل کو دیکھ کر جیسے خوش ہوتا ہے اسے کچھ ایسی ہی بات سمجھ لیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ محض مٹی پر تو عاشق نہیں ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے حضور ﷺ کی مماثلت صفاتی ہے۔ اللہ نے اپنے ہی ازلی حسن اور جمالِ الست کو حضور ﷺ کے آئینے اور سراپا میں دیکھا۔ خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ سے یہی مراد ہے۔ حضور ﷺ اس بے صورت کی مکمل اور بہترین صورت ہیں۔ اپنی محبت کے تقاضے کے طور پر اللہ نے حضور ﷺ کی زندگی کی قسم لَعَمْرُكَ (الحجر ۱۵ : ۷۲) کے لفظ سے کھائی۔ لَوْلَاكَ لِمَاخَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ فرمایا اور اسی ضمن میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا ہے وہ مجھے پلاتا ہے:

اَبِيْتُ عِنْدَ رَبِّيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِيْ

چھپکلیاں اور پروانے

فرمایا: نااہل اور غلط کار پیر الٹا اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ بڑی بڑی گدیوں پر اللہ کے نام پر آئی ہوئی دولت اور جاگیروں کی آمدن کا غلط استعمال ہوتا ہے۔ ان رقوم سے یہ گدی نشین گناہ آلود زندگیاں بسر کرتے ہیں۔ اندر سے دیکھیں تو یہ لوگ داڑھی منڈے گناہ گاروں سے بہت زیادہ خطرناک گناہوں اور سیاہ کاریوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی:

اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ (التوبۃ ۹ : ۳۴)

(اکثر علما اور درویشوں کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کا مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ سے روکتے ہیں)۔

فرمایا: اللہ والوں کے مقابر بلب یا چراغ کی طرح روشن ہیں۔ ان پر ارادت مند پروانوں کی طرح آتے ہیں اور مجاور اور گدی نشین چھپکلیوں اور کوڑھ کرلیوں کی طرح موقعہ پا کر اور گھات لگا کر انہیں دبوچنا اور ہڑپ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

Marfat.com

جعلی پیروں کے پاس روحانی متاع نہیں ہوتی تو وہ شعبدہ بازیوں کا سہارا لے کر نادان عوام کو فریب دیتے اور پھنساتے ہیں۔ایک ایسا ہی پیر فاسفورس کے ٹکڑے منہ میں رکھ کر رات کی تاریکی میں کمبل پر اگلتا اور ان کی روشنی کے متعلق بتاتا کہ یہ نورِ الٰہی ہے۔ایک سندھی پیر جیب میں بلب رکھ کر بیٹری سے روشن کرتا، چادر اوڑھ لیتا اور اس روشنی کو دل کی روشنی بتا کر لوگوں کو بے وقوف بناتا پھرتا تھا۔ایسے غلط کار پیروں نے ہی وہابیت کو جنم دیا ہے اور یہی پیر ہی اس کے ذمہ دار ہیں۔وہابی اس معاملے میں تو سچے ہیں۔ایسے لوگوں سے عوام کو بچانا اور ان کا پردہ چاک کرنا چاہیے۔ایسے برے لوگوں کے صحیح واقعات کا ذکر کر کے لوگوں کو ہوشیار کرنا کارِثواب ہے۔وہابیت اس حد تک تو اچھی ہے کہ ایسے چوروں کے ہتھے چڑھنے سے بچاتی ہے۔ایسے ہی فریب کاروں نے بعض لوگوں کو وہابی بنا دیا ہے۔

بزرگوں کے مقابر اور مزارات پر جو بدعات ہوتی ہیں وہ بھی قابلِ مذمت ہیں۔ان کے مجاور غلط روایات اور بناوٹی قصے کہانیاں سنا سنا کر مبالغے کی انتہا کر دیتے ہیں۔انہیں سن کر عقل ماتم کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

فرمایا:ایک بناوٹی بغدادی پیر سے عوام کی غلط عقیدت دیکھی تو اس پر کچھ صحیح تبصرہ کیا اور عوام کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کی۔ان کے ارادت مندوں نے برا منایا۔پھر وہ پیر حج سے واپس آیا، ایک چوبارے سے گر پڑا اور جاں بحق ہو گیا۔امانت کر کے دفن کر دیا گیا۔سال بعد لوگ لاش لینے آئے۔ہڈیاں گل گئی تھیں۔مگر اڑانے والے مبالغہ بازوں اور مفاد پرستوں نے یہاں تک بات اڑا دی کہ قبر کھودی گئی تو داڑھی سے ابھی تک وضو کا پانی ٹپک رہا تھا۔یہ غُلو کی انتہا تھی۔حالانکہ حکم ہے کہ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ (النسآء ۴: ۱۷۱)۔

سادہ لوگوں نے خوب دھوکے کھائے ہیں اور چالاک دھوکہ باز خوب دھوکے دیتے ہیں۔گمراہ کن روایات میں سے ایک لغو روایت کا ذکر کرتے ہوئے بھنگ پینے والے ایک ملنگ کی بکواس سنائی کہ شب معراج حضور علیہ السلام کی دستار میں بھنگ چھانی گئی جس سے پگڑی کا رنگ سبز ہو گیا اور اسی وجہ سے سبز رنگ کو تقدس حاصل ہوا۔

فرمایا:ایک لنگوٹیے ملنگ کی کسی دربار پر ایک شخص خدمت کرتا تھا۔ملنگ مر گیا تو بعد میں اس

Marfat.com

خادم سے پوچھا گیا کہ اس ملنگ کے پاس کیا تھا تو اس نے بتایا کہ سات لنگوٹیوں کا فیض تھا۔

کلاچی کے حضرت مدح خانؒ کی خانقاہ کے ایک مجاور کا ذکر فرمایا کہ وہ بہت بڑے اور غلط دعوے کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ دنیا میں چار میم ہیں: ایک میم محمد ﷺ کا، دوسرا میم حضرت محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا تیسرا میم مدح خانؒ کا اور اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہتا کہ چوتھا میم اس ملنگ کا۔ پھر اس نے یہ بھی دعویٰ کر دیا کہ وہ بادشاہ بنے گا۔ دنیا بھر میں اس کی حکومت ہوگی اور یہ کہ وہ امام مہدی ہے۔ اس طرح ایک خوبصورت لڑکی پھانس لی اور اس سے شادی کر لی۔ پھر بیمار ہوا اور ذلیل ہو کر مر گیا۔ اس نے دوبارہ زندہ ہونے کی گپ بھی ہانک رکھی تھی۔ مریدوں نے انتظار میں جنازہ رکھ چھوڑا کہ شاید زندہ ہو جائے اور دفن نہ کرنا پڑے۔ آخر لاش میں سڑاند پیدا ہوگئی تو پھر مریدوں نے پریشان ہو کر اسے دفن کر دیا۔ چھ ماہ تک وہاں سے بدبو نہ گئی۔ اس کی بیوی کے دماغ میں بھی یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ وہ دوبارہ زندہ ہوگا اور ضرور بادشاہ بنے گا۔ وہاں بیٹھی رہی اور دوسرے ملنگ اس سے مستفید ہوتے رہے۔

فرمایا: جھوٹے پیروں نے بڑی چالیں بنا رکھی ہیں۔ لوگوں کی نظروں میں بڑا اور خدا رسیدہ بننے کے لیے طرح طرح کے خفیہ ذرائع استعمال کرتے ہیں۔ ہر مجذوب اور ہر پاگل کو ولی سمجھنے والے بھی خام اعتقاد رکھتے ہیں۔ بات صرف اس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی عقل سلب کر لی ہے تو ان کمزور اعتقاد والوں کو ان کی خدمت کا ایک ذریعہ بنا دیا ہے کیونکہ وہ اس کی مخلوق ہیں اور ان کی حفاظت اور پرورش بھی مطلوب ہے۔ ورنہ ولایت اتنی سستی نہیں، نہ ہر پاگل ولی ہے۔

فرمایا: جب پہلے پہل یہ راستہ اختیار کیا تو ہر مست اور پاگل کو ولی سمجھتے اور ہر قبر میں ولی اور روحانی دفن سمجھا۔ مگر جب دیکھ لیا تو معلوم ہوا کہ اصلی فقیر عنقا کی طرح کہیں ہو تو ہو ورنہ بڑے بڑے پیر دیکھے بڑی بڑی مشہور قبروں میں اہل قبور کو دیکھا۔ انہیں اس فقر کی ہوا بھی نہیں لگی۔ کہیں اسمائی صفاتی عکوس تھوڑے بہت ہیں تو انہیں سب کچھ سمجھ لیا ہے۔ بہت نازک معاملہ ہے کوئی اِس کی حد کیا جانے۔ بریلویوں کے کور چشم علما بھی محض مدعی ہیں۔ سوائے ان اللہ والوں کے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے شوق سے حصہ لیا اور منزل کو دیکھا۔ باقی

Marfat.com

محض دعویٰ ہے۔ حقیقت کچھ بھی نہیں۔

فرمایا: مجذوب سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا خصوصاً روحانی فائدہ۔ رند بھی بہت دیکھے، اچھے اچھے احوال والے بھی مگر شریعت کے رنگ والے سالکوں کا کیا کہنا اور شریعت والے بزرگ بہت ٹھیک رستے والے ہیں اور ملاؤں کے پاس تو محض چھلکا ہے ان کے پاس مغز ہے ہی نہیں۔

مرزا قادیانی کے جنازے پر پتھراؤ

فرمایا: ان دنوں ہم کالج میں پڑھتے تھے نزدیک ہی مرزا قادیانی رہائش پذیر تھا۔ ایک دو دفعہ مرزا کو دیکھنے کا خیال آیا مگر موقع نہ ملا۔ پھر ایک دن اچانک جب ہم عربی کے پروفیسر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے چٹھی رسان آیا اور اس نے بتایا کہ مرزا قادیانی فوت ہو گیا ہے۔ ڈاکیے نے بتایا کہ وہ منی آرڈر دینے گیا تھا۔ وہاں مرزائی قادیانی لوگ بیٹھے رو رہے تھے۔ اس نے کہا وہ وہیں سے آ رہا ہے۔ اسی دن مرزا کی لاش اسٹیشن کی طرف لے جائی جا رہی تھی تو اسلام کے جذبے سے سرشار لاہور کے سرفروش مسلمانوں نے جگہ جگہ جنازے پر پتھراؤ بھی کیا۔ جلدی میں اسٹیشن پر صرف مال گاڑی ملی۔ اسی سے احتیاطاً نکال کر قادیان لے گئے۔ اسلامیہ کالج سے بہت سے طلبہ تماشہ دیکھنے گئے تھے۔ اگلے دن ٹاؤن ہال میں مسلمانوں کا ایک بہت بڑا جلسہ ہوا، ہم بھی گئے تھے۔ جس ڈاکٹر نے مرزا کے علاج میں حصہ لیا اس کی تقریر تھی جو خود سنی۔ اس نے بیان کیا کہ بہت برے حال میں مرا۔ مرزا کے منہ کے راستے پاخانہ بھی آیا تھا۔

فرمایا: میں نے اس کی عاقبت کی حالت بھی دیکھی ہے۔ میں نے دیکھا کہ عامتہ المسلمین کا ایک بہت بڑا ہجوم ہے جو مغرب کی طرف جا رہا ہے مگر مرزا کو دیکھا کہ وہ مسلمانوں کے سوادِ اعظم کے برعکس مشرق کی طرف رخ کیے ہوئے ہے اور اسی سمت جا رہا ہے۔ اس کا رنگ بالکل سیاہ اور مسخ ہو چکا تھا اور اس کا بہت برا اور خستہ و خراب حال تھا۔ اس کا مشرق کی طرف رخ اس کے غلط مسلک کی علامت تھی۔ وہ سیدھے راستے سے بھٹک کر غلط راستے پر چل پڑا تھا جو اسلام کا راستہ نہیں۔

Marfat.com

عمل ڈھوڈر[1] کھا گئے

کلاچی کے حضرت مدح خانؒ کا ذکر بڑی محبت سے فرمایا۔ وہ ان پڑھ تھے مگر بہت اچھے بزرگ تھے۔ ان کی بعض باتیں بڑی پیاری اور پسندیدہ ہیں۔ فرمایا کرتے تھے جس عمل کا بدلہ یا جواب اسی وقت بصورتِ مشاہدہ، خواب، سرور اور ثقل معلوم اور محسوس نہ ہو اور نظر نہ آئے تو سمجھو اسے ڈھوڈر کھا گئے۔ اللہ تعالیٰ کوئی جامد بت تو نہیں، وہ تو حیّ و قیّوم ذات ہے اور وہ ضرور جواب دیتے ہیں۔ انسان کے اندر روحانی شعور اور احساس ہونا چاہیے۔

کسی نے مدح خان صاحبؒ کو مشورہ دیا کہ لنگر جاری کریں، بہت لوگ آئیں گے اور بڑی رونق ہو گی۔ فرمایا میں کوئی ماچھی ہوں کہ اپنا ذکر فکر چھوڑ کر روٹیاں پکانے میں لگا رہوں۔ رونق اللہ کے ذکر اور نام کی ہے۔ پھر کسی نے کہا کہ فقیروں اور درویشوں جیسا ڈھسا[2] پہنیں۔ فرمایا ریاکاری کا ڈھسا پہن کر میں دیوث بننا نہیں چاہتا۔

فرمایا: ہندوؤں والی گدڑی اور جنجو لے لو اور صدقِ دل سے اللہ اللہ کرو جو اصل کار ہے تو اللہ کو پا لو گے۔ ریاکاری اور دکھاوے کی عبادت سے بچو اس سے کچھ نہیں ملتا۔

فرمایا: فوج میں جمعدار تھے۔ علاقہ رام پور وطن تھا۔ ادھر سرحدی سپاہیوں میں بھرتی ہوئے۔ گشت پر ایک مسجد کے پاس سے گزرے۔ مولوی صاحب وعظ کر رہے تھے۔ ان کا کوئی لفظ کام کر گیا جیسے اندر والے بارود میں چنگاری پڑ گئی ہو۔ ملازمت چھوڑ کر وہیں رہ پڑے۔ مولوی صاحب سے قرآن مجید پڑھنے لگے۔ مولوی صاحب نے ان کا شوق اور ان کی عمر دیکھ کر کہا اب بڑھاپے میں طالب بن کر تمہارا شوق پورا نہ ہوگا۔ پھر مرشدِ کامل کی تلاش میں نکلے اور کلاچی آ کر کھلے آسمان تلے ایک ٹیلے پر بیٹھ گئے۔ گرمی، سردی، بارش، آندھی وغیرہ میں کوئی پرواہ نہیں کی۔ اسی ایک جگہ بیٹھ کر کئی سال ذکرِ الٰہی میں گزار دیئے۔ کلاچی کے ایک مولوی محمد عظیم وہاں سے گزرتے تو بلند آواز سے نصیحتاً کہتے او فقیرا! اپنے جسم پر ظلم نہ کر، کہیں سائے تلے بیٹھ جا۔ جواباً فرماتے اللہ دیکھتا ہے ہم تو بیٹھ گئے ہیں۔ دیکھیں ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔ اسی دوران ایک رات

---

[1] کلاچی کی زبان میں ڈھوڈر پہاڑی کوے کو کہتے ہیں

[2] ڈھسا کھردرے کمبل کو کہا جاتا ہے

Marfat.com

سردیوں میں سردار نورنگ خان کے ڈیرے میں صحبت[1] یعنی دعوت تھی۔ بہت سے لوگ جمع تھے، سخت سردی تھی، بارش ہو رہی تھی اور سخت طوفانی جھکڑ چل رہے تھے۔ درمیان میں الاؤ روشن تھا مگر اس کے باوجود لوگ لحافوں میں بیٹھے ہوئے کانپ رہے تھے۔ سردار نے کہا کوئی اس سردی میں باہر گزارہ کرلے گا؟ ایک شخص نے کہا ہاں! ایک فقیر اب بھی کھڑا نفل پڑھ رہا ہوگا۔ پوچھا کون ہے۔ جواب ملا مدح خانؒ۔ سردار نے کہا میں نہیں مانتا۔ کہنے والے نے کہا خود جا کر دیکھ آؤ۔ سردار نے تصدیق کے لیے لالٹین اور چھتریاں دے کر دو آدمی بھیجے۔ وہ جا کر دیکھ آئے اور واپس آ کر اس بات کی گواہی دی کہ واقعی فقیر کھڑا نفل پڑھ رہا ہے اور وہ سردی اور بارش سے بے نیاز ہے۔ سردار کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگا ہم کتنے غافل اور ظالم ہیں۔ ہمارے شہر میں اللہ کا ایک بندہ اتنی مصیبت اٹھا رہا ہے اور ہم اس کی کوئی خدمت نہیں کر پائے۔ قیامت کے دن ہم اس کا کیا جواب دیں گے۔ سردار نے فوری طور پر اپنا ذاتی قیمتی ریشمی شامیانہ، پلنگ، بستر اور دوسرا ضروری سامان اپنے ملازموں کے ہاتھ بھیجا اور تاکید کی کہ شامیانہ فوراً فقیر پر نصب کر کے آؤ۔ ملازم گئے شامیانہ نصب کیا، پلنگ بستر اور دوسرا سامان رکھا۔ مدح خانؒ نے سلام پھیر کر پوچھا یہ کیا ہے۔ کہنے لگے یہ سب کچھ آپ کا ہے اور آپ کے لیے نورنگ خان نے بھیجا ہے۔ اگلی صبح مولوی عظیم پھر وہاں سے گزرے تو مدح خانؒ نے اسے بلا کر کہا دیکھو ہمارے اللہ نے عین بارش اور جھکڑ میں ہمارے لیے کیسا انتظام کر دیا ہے۔

فرمایا: صدق اور توکل کی دولت مدح خانؒ کے کام آئی۔ جناب غوث پاکؒ نے روحانی طور پر ان کی رہنمائی فرمائی اور انہیں بتایا کہ پریشان نہ پھرو ہم تمہاری مدد اور رہنمائی کریں گے۔ پھر سرکارِ دو عالم ﷺ کا ایک فرمان سنایا کہ ہمارا امتی پہاڑ کی چوٹی پر بھی بیٹھ جائے تو بھی اسے رہنما مل جائے گا۔

فرمایا: مخلص اور قابل طالبوں کو کامل پیر اس طرح تلاش کرتے پھرتے ہیں جیسے حلال پرندوں کو شکاری اور حرام پرندے مفت تنگ کرتے پھرتے ہیں۔ انہیں کوئی پوچھتا نہیں۔

---

[1] صحبت کلاچی والے ایسی دعوتِ طعام کو کہتے ہیں جسے مل بیٹھ کر کھایا جاتا ہے

Marfat.com

ھنومان کا بہروپ

فرمایا: خدا کی مہربانی سمجھو کہ پاکستان بن گیا ورنہ مسلمانوں کا کوئی حال نہ تھا۔ وہ انگریزوں اور ہندوؤں کی دوہری غلامی میں جکڑے ہوئے تھے۔ ہندوؤں کو کاروبار اور تجارت میں بالادستی حاصل تھی۔ تعلیم کی وجہ سے اچھی ملازمتوں پر بھی ان کی اجارہ داری تھی۔ مسلمان ان کے مقروض اور دست نگر تھے اور زندگی بھر ان کے سودی شکنجوں سے نہیں نکل سکتے تھے۔ کھلیانوں اور کھیتوں میں ہندو تیار خرواراور ڈھیریاں اٹھوا لے جاتے تھے۔ مسلمانوں کی اکثر اراضی اور مکانات ان کے ہاں گروی ہوتے تھے اور وہ فروخت کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے اور بعض مقامات پر عورتوں کو گروی رکھنے کے واقعات بھی سننے میں آئے تھے۔

فرمایا: ایک باریش بزرگ صورت مسلمان کو ایک سرکاری درباری ہندو کے بوٹ اپنی پگڑی سے صاف کرتے خود دیکھا۔ وہ جب جھک جھک کر ہندو کے بوٹ صاف کر رہا تھا تو اس کی لمبی داڑھی بوٹوں کو چھو رہی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا داڑھی سے صاف کر رہا ہے۔ ایسے واقعات دیکھ کر بہت صدمہ ہوتا تھا۔ فرمایا: ہندوؤں کا دسہرے کا تہوار تھا۔ ایک غریب مسلمان نے گرم پوستین پہن رکھی تھی اور اس نے ہنومان بندر کا بہروپ بھرا ہوا تھا۔ چہرہ چھپا ہوا تھا، گرمی تھی۔ جب گرمی زیادہ لگتی تو آنکھ بچا کر سر اور چہرہ پوستین اور کھال سے نکال کر دم لیتا کیونکہ گرمی سے جان پر بنی ہوئی تھی اور ہندوؤں سے بھی ڈرتا تھا کہ وہ یہ نہ کہیں سوانگ خراب کر رہا ہے۔ یہ کام وہ مسلمان صرف کرائے اور معاوضے پر کر رہا تھا یا شاید قرض میں کچھ رعایت کی مجبوری تھی۔ یہ دیکھ کر دل ڈوب گیا اور کہا خدایا! اس قوم کی ذلت یہاں تک پہنچ گئی۔ پاکستان بنا تو اس لیے بھی خوشی ہوئی کہ ہندو بنیے چلے گئے۔ ان کی غلامی کی ذلت سے مسلمانوں کو نجات ملی اور آمدن کے ذرائع اور وسائل مسلمانوں کے ہاتھ آ گئے۔

فرمایا: تحریکِ پاکستان کے دنوں میں بڑی پریشانی تھی کہ اگر تحریک ناکام ہو گئی تو مسلمانوں کا کیا بنے گا۔ کیونکہ اس دوران مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ہندوؤں کی ہم نوا تھی اور ان میں بہت سے علما بھی شامل تھے۔ نظریۂ پاکستان کو دیوانے کے خواب اور مجذوب کی بڑ سے تعبیر کیا جا رہا تھا۔ ہندو روپیہ پانی کی طرح بہا رہے تھے اور تحریکِ پاکستان کو ناکام بنانے پر تلے ہوئے تھے۔ برلا، ٹاٹا اور ڈلمیا نے اس مقصد کے لیے کانگرسی زعما کو کورے

Marfat.com

پہاڑ پر رکھے تھے۔

فرمایا: جوش میں آ کر حضور نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کا نقشہ پاک ریت پر بنایا اور پھر سلطان العارفینؒ کے تحریر کردہ طریقے کے مطابق وہ عظیم دعوت پڑھی جو ایسے مواقع پر پڑھی جاتی ہے۔ حضور ﷺ سے رابطہ قائم ہوا، زیارت ہوئی، حضور ﷺ کا پرانا روضہ مبارک نظر آیا۔ اس سے حضور ﷺ برآمد ہوئے۔ پرانا عربی لباس زیبِ تن تھا، رخِ انوار پر برقعہ اور نقاب تھا۔ چاروں طرف صحابہ کرامؓ اور مجاہدینِ اسلام کا جمِ غفیر تھا۔ حضور ﷺ نے دعا فرمائی۔ اس سے بڑا اطمینان ہوا کہ تحریکِ پاکستان کامیاب ہوگی اور پاکستان ضرور بنے گا کیونکہ حضور ﷺ کی دعا اور تائید ایزدی شامل حال ہوگئی تھی۔

تجارت کا مسلمہ عالمی فلسفہ

سود کے متعلق فرمایا: تبادلۂ اجناس واشیا کا کام بہت مشکل تھا۔ غلہ دینے والے کو بیل درکار تھا اور جس کے پاس بیل تھا اسے غلے کی نہیں کپڑے کی ضرورت تھی۔ اس مشکل کے حل کے لیے انسان نے سکہ ایجاد کیا اور وہ بھی ایسی دھات کا جو زنگ آلود اور خراب نہ ہو اور اس کی قیمت ایک رہے اور اگر کرنسی اور سکہ کاغذ کا ہو تو حکومت سونے چاندی میں اس کی ادائیگی کی ذمہ دار ہو۔ یہ سکہ اشیا اور اجناس کے مبادلے کا ذریعہ ہوا اور خود اجناس اور اشیا کے طور پر اس کا استعمال نہ ہو۔ اگر لوگوں نے اسی چیز کو تجارتی جنس بنالیا تو پھر ایک شے کے جائز مصرف کی بجائے اسے دوسرے کام میں لگانے کے اعتبار سے بھی سود حرام ہے۔ یعنی روپے پیسے سے اجناس اور ضروریات کی تجارت کرنے کی بجائے روپے پیسے اور سکوں کو ہی جنس بنا کر اسی سے روپیہ کمانا شروع کر دیا اور اصل تجارتِ اجناس جو دنیا کے لیے مفید تھی سرمایہ کاروں کی توجہ کا مرکز نہ رہی۔ اس سے تجارت کا مسلمہ عالمی فلسفہ ہی بدل گیا اور مسخ ہو کر رہ گیا۔ سکے اور روپے پیسے کو جنسِ تجارت بنالینے اور منافع پر چڑھا دینے کا کام شروع کر دیا جائے تو اصل کاروبار پر بہت برا اور مہلک اثر پڑتا ہے اور ضروری تجارتی لین دین میں رکاوٹ پڑتی ہے اور ایک چیز کا غلط استعمال ہوتا ہے جو ظلم ہے۔

آج جدید دور میں اس سودی کاروبار سے بڑی سرمایہ دار اقوام اور ممالک چھوٹی اور غریب اقوام کو اپنا غلام بنائے ہوئے ہیں اور اسی کے ذریعے ناجائز کڑی سیاسی شرائط

Marfat.com

منوانے پر انہیں مجبور کیا جاتا ہے۔ اور اسی وجہ سے کوئی چھوٹا ملک اپنی آزاد خارجہ پالیسی وضع نہیں کر سکتا۔ استعمار پرستوں کی دنیا بھر میں اجارہ داری قائم ہے۔ اس کی اساس اور بنیاد سود ہی ہے اور یہ عالمگیر لعنت بن گئی ہے۔ اجناس کی قیمتوں میں کمی وبیشی سے دنیا میں اتنا کہرام برپا نہیں ہوتا جتنا ڈالر اور سٹرلنگ کے شرح مبادلہ میں کمی بیشی سے برپا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی قیمت میں کمی بیشی سے سودی رقوم میں اربوں روپے کی کمی کا سنگین مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے اور یہ غریب قوموں کی موت وحیات کا مسئلہ بن جاتا ہے۔ سود کو سیاسی حربے کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے اور اب افراد کی بجائے اقوام اور ممالک کے ضمیر اور غیرت گروی ہو جاتی ہے۔

کراماً کاتبین کی زبان

فرمایا: قبروں میں روحانی اسی شکل میں دیکھے جو شکل ان کی زندگی میں تھی۔ حضرت سلطان العارفینؒ کو حنائی داڑھی اور جاٹوں والی سیدھی سادی پگڑی کے ساتھ بارہا دیکھا۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو متعدد بار دیکھا۔ جناب غوث پاکؒ کو بہت دفعہ دیکھا۔ حضور نبی کریم ﷺ کو زندگی بھر دیکھا گیا۔ ملائکہ کراماً کاتبین کو سوال کرتے ہوئے اور جواب دینے والوں کو جواب دیتے ہوئے سنا۔ وہ اور ہی زبان ہے۔ یہ عربی زبان نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک الگ زبان ہے۔ وہ روح کی زبان ہے اور اسے روحانی ہی سمجھتے ہیں۔ کافر، منافق اور مردہ دل نہیں سمجھ سکتے۔

فرمایا: کوئی وقت تھا جب قرآن خوانی میں وہ خاص لطف نہیں آتا تھا جس کی تمنا تھی۔ پھر سرکارِ دوعالم ﷺ کو بچپن کے عالم میں دیکھا۔ عرض کیا حضور ﷺ کے لب ولہجہ میں قرآن مجید سننے کو جی چاہتا ہے۔ حضور ﷺ نے تلاوت فرمائی وہ لطف آیا کہ بیان میں نہیں آسکتا۔ تب سے قرآن مجید کی تلاوت میں بے انتہا لذت آنے لگی اور اس کے معانی کی گہری سمجھ اور وسیع شعور پیدا ہو گیا۔ نماز میں اسم اللہ کو سجدے کے مقام پر سورج کی طرح چمکتے ہوئے دیکھا تو نماز میں ایسا سرور اور لطف پیدا ہوا جس کا بیان ممکن نہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ سے وہ روحانی تعلیم حاصل ہوئی جو الفاظ اور حروف کی قید سے بالکل آزاد ہے اور اس کی کیفیت احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتی۔ ایک ایک حرف میں ایک جہانِ معنی پنہاں تھا۔

Marfat.com

فرمایا: سلطان العارفینؒ نے فرشتوں سے دم ملانے خصوصاً جبریل علیہ السلام سے دم ملا کر قرآن مجید کی اصلی شانِ نزول دیکھنے، عزرائیل سے دم ملا کر کسی کو ہلاک کرنے، اسرافیل سے دم ملا کر ملکوں اور علاقوں کو بنجر اور تباہ کرنے کا جو ذکر فرمایا ہے وہ بالکل برحق ہے اور ہمارا ذاتی تجربہ بھی ہے اور ہم نے ان چیزوں کو بارہا دیکھا اور آزمایا ہے۔

حضور ﷺ کو صحابہ کرامؓ کے ساتھ غزوات پر جاتے ہوئے دیکھا۔ ان کی آپس کی گفتگو سنی۔

فرمایا: اللہ کے افعال کو ابدیت حاصل ہے اور وہ ہر وقت اور ہر زمانے میں اہلِ بصیرت کو نظر آتے ہیں۔ نزولِ قرآن اب بھی ان منزلوں میں اسی طرح اس ماحول میں اور انہی حالات و کیفیات میں نظر آتا ہے۔ گزرے ہوئے زمانے کے پردے کتاب کے اوراق کی طرح الٹ کر پیچھے جاتے ہیں اور جس موقعہ کا حال دیکھنا ہو وہ اسی طرح منقوش ہے اور اپنی جگہ نظر آتا ہے۔ آگے کا دیکھنا ہو تو اسی طرح ورق الٹ کر آگے دیکھ سکتے ہیں۔ وہاں مکان و زمان کا سوال ہی نہیں رہتا یا جس طرح فلم تیار کرلیں تو متعلقہ واقعات جب چاہیں دیکھ سکتے ہیں۔ کائنات کا ہر واقعہ اور ہر منظر ایک روحانی فلم میں محفوظ ہے جسے اہل اللہ ہر وقت دیکھ سکتے ہیں اور یہ ظاہری فلم اسکے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ اہل اللہ کو گویا ایسی کتاب عطا ہوتی ہے کہ ورق الٹ کر چاہے ماضی دیکھنا چاہیں یا مستقبل با آسانی دیکھ سکتے ہیں۔

راجپالوں کو ختم کرنے والے

فرمایا: حجاج بن یوسف بڑا ظالم تھا۔ پچھلی امتوں کے بہت ظالموں کے ظلم ایک طرف رکھیں اور دوسری طرف اس ایک ظالم کے مظالم رکھیں تو بھی اس کے مظالم کا پلڑا بھاری رہے گا۔ کتنے ہی علمائے حق اور بزرگوں کو قتل کر ڈالا۔ تاریخ میں اس کا احوال پڑھ کر طبیعت بہت خراب ہو جاتی ہے اور حیرت ہوتی ہے کہ اُس وقت کے لوگوں نے ظاہری یا باطنی طریقے سے اسے کچھ نہ کہا۔ حالانکہ اس گئے گزرے زمانے میں بھی راجپالوں کو ختم کرنے والے نکل آئے۔ یہ کہہ کر حضور کی طبیعت اور ہی خراب ہوگئی۔ قسمیں کھا کر فرمایا۔ اگرچہ میں کسی بات کا مدعی نہیں مگر غصے اور دل کی ناراضگی سے کسی ایسے ظالم کی طرف دیکھوں تو وہیں ختم ہو جائے۔ پتہ نہیں اس وقت کے لوگوں نے کیوں اس کے اتنے ظلم سہے اور اسے ظلم

Marfat.com

کرنے دیئے۔ گزشتہ زمانے میں شخصی حکومتوں کو بے پناہ اختیار حاصل ہوتے تھے اور وہ ہر طرح کا ظلم روا رکھنے میں آزاد ہوتے تھے۔ شخصی حکومت بدترین حکومت ہوتی ہے۔ خوشامدی درباریوں اور مفاد پرست علما کی بھی ان کو حمایت حاصل ہوتی تھی۔

فرمایا: یقین کریں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں، اسے مبالغہ نہ سمجھیں، ایک دفعہ نہیں کئی بار آزمایا ہے کسی کو غصے اور قہر کی نظر سے دیکھا تو بچ نہ سکا اور نہ بچ سکتا ہے۔ یہ بالکل سچ ہے۔ اس قدر صریح ظلم کو روکنا اہلِ فقر کے لیے معمولی بات ہے۔ حضور نے جس انداز سے یہ بات کہی اس سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو یہ طاقت عنایت فرمائی تھی۔

ٹیڑھے راستے

فرمایا! عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں حدِ اعتدال سے تجاوز کر کے افراط میں پڑ کر اور مبالغہ آرائی کے مرتکب ہو کر عیسائی کافر ہو گئے۔ مسلمان وہی حرکت کریں تو مسلمانی اور اسلام کیسا۔ پیغمبر پیغمبر ہیں، خدا نہیں۔ انہیں خدا بنانا اور نبی علیہ السلام کو اللہ سے بڑھانا مسلمانی نہیں۔ اپنی طرف سے عقائد وضع کرنے کی اجازت نہیں اور جو لوگ اس کے برعکس تفریط کا شکار ہیں، انبیا اور خصوصاً نبی کریم ﷺ کا درجہ گھٹاتے ہیں، ان کے اختیار اور اولیائے کرام کے تصرف کا انکار کرتے ہیں وہ بھی راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ صحیح اور سیدھا راستہ درمیان کا ہے اور درمیان کا راستہ یہ ہے کہ افراط اور تفریط سے بچے۔ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ" (النحل ١٦ : ٩) "اور اللہ ہی کے ذمے ہے سیدھا راستہ بتانا جب کہ راستے ٹیڑھے موجود ہیں۔" پھر آپؒ نے جھک کر زمین پر لکیریں کھینچ کر اس طرح سمجھایا:

منزل:

کہ دیکھو درمیان کا راستہ سیدھا ہے اور اس میں سے ادھر ادھر نکلنے والے تمام راستے ٹیڑھے ہیں اور کہیں اور چلے جاتے ہیں۔ منزلِ مقصود تک نہیں پہنچتے۔

Marfat.com

ٹھنڈے دوزخ

فرمایا: دنیا کے لیے اس قدر بھاگ دوڑ ہے تو پھر توکل کا دعویٰ کیسا۔ متوکلین کو اللہ تعالیٰ اتنی بے فکری سے رزق پہنچاتا ہے جیسے ماں بچے کو دودھ پلاتی ہے۔ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ط (الزمر ۳۹: ۳۶) (کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں) انہی لوگوں کے لیے آیا ہے نہ کہ عابدینِ شیطان کے لیے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو سمجھانے کے لیے فرمایا تھا کہ چڑیوں اور پرندوں نے کچھ جمع نہیں کیا مگر انہیں ہر روز تازہ رزق ملتا ہے۔ شاہ بلوط کے درخت کاتا نہیں ہوتا مگر اسے کتنا عمدہ لباس عطا ہوا ہے۔ ترک قرب وحضور کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ دنیادار خواہ نیک ہو اس کی رفتار اور تارک کی رفتار میں جس نے سب کچھ اتار پھینکا ہو اتنا فرق ہے جتنا اونٹ اور ہوائی جہاز کی رفتار میں ہے۔ عملی طور پر ساری عمر یہی آزمایا ہے۔ عشق میں کوئی غم اور تکلیف محسوس ہی نہیں ہوتی۔ عشق آکاس بیل کی طرح بند بند کو جکڑ لیتا ہے۔ اللہ کی بخشش کا ذکر چلا تو فرمایا: اس کی رحمت اس کے غضب پر سبقت لے جائے گی اور اس کی بخشش بھی اس قدر زیادہ ہوگی کہ دوزخ ٹھنڈے پڑ جائیں گے۔ عام لوگوں کی حالت ان کی موت کے بعد اچھی دیکھ کر اس کی رحمت اور بخشش کا بہت یقین ہوا۔ شریعت میں بڑی وسعت ہے۔ حکم اور چیز ہے اور تقویٰ بالکل الگ چیز ہے۔ شریعت میں جو کچھ جائز ہے طریقت میں اس سے کچھ نہیں ملتا۔

بے نور قبریں

فرمایا: دہریت اور الحاد والے لوگوں نے اپنی تعلیمات اور نظریات کو بہت بنا سنوار کر پیش کیا ہے اور قرآن کے تاثیری پہلو سے انکار کرنے والوں نے اپنے عقائد کی تائید میں دفتر کے دفتر سیاہ کر دیئے مگر جو صاحبِ نظر لوگ ان کی قبروں تک میں اور ان کی مسجدوں اور محفلوں تک میں نور یا رحمت دیکھ سکتے ہیں اور نہیں پاتے وہ کیسے ان کو اللہ سے بہت قریب مان لیں اور کیونکر ان کے مغالطے میں آجائیں۔ افسوس ہے یہ لوگ قرآن کے تاثیری پہلو کے قائل نہیں اور یہ ان کی بہت بڑی بھول ہے۔ وہ تفسیر اور ظاہری مطالب کا تعاقب کرتے ہیں اور صرف اسی کے قائل ہیں۔

فرمایا: اس میں اپنی خیال آرائی شامل ہو کر غلطی پر لے جاتی ہے اور یَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا ط

Marfat.com

وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الۡفٰسِقِيۡنَ ... وَمَا يُضِلُّ بِهٖ كَثِيۡرًا ؕ (البقرۃ ۲: ۲۶) والا معاملہ بن جاتا ہے۔ مگر تاثیری پہلو میں ایسا کوئی خدشہ نہیں۔ جب خود قرآن مجید پڑھتے ہوئے فرشتوں اور ارواح کا نزول بار بار دیکھیں تو پھر کس طرح اس پہلو کی اہمیت کو تسلیم نہ کریں۔

فرمایا: بے عمل ظاہری علم والوں کا علم ہی ان کے لیے حجاب بن جاتا ہے کیونکہ وہ اس ظاہری علم کے غرور میں مبتلا ہو کر باطنی علم کے فضائل پر ایمان ہی نہیں رکھتے۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کتابیں ان پر صرف لاد دی گئی ہوں اور ان کے مندرجات پر ان کا عمل بالکل نہ ہو جیسے یہود کے علما کے بارے میں آیا ہے:

مَثَلُ الَّذِيۡنَ حُمِّلُوا التَّوۡرٰىةَ ثُمَّ لَمۡ يَحۡمِلُوۡهَا كَمَثَلِ الۡحِمَارِ يَحۡمِلُ اَسۡفَارًا ؕ (الجمعۃ ۶۲: ۵) (جن لوگوں کو تورات کا حامل بنایا گیا تھا مگر انہوں نے اس کا بھار نہ اٹھایا۔ ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں)۔

ریاضت کا بوجھ

سورۂ الم نشرح تلاوت کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے کہا کہ:

”اے محمد! کیا ہم نے آپ کا سینہ آپ کے لیے کھول نہیں دیا اور آپ سے وہ بھاری بوجھ ہلکا نہیں کر دیا جو آپ کی کمر توڑ رہا تھا۔“

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ ۙ وَوَضَعۡنَا عَنۡكَ وِزۡرَكَ ۙ الَّذِىۡۤ اَنۡقَضَ ظَهۡرَكَ ۙ (الانشراح ۹۴: ۱-۳)

فرمایا: یہاں اس بوجھ سے مراد ریاضت کا بوجھ تھا۔ ابتدا میں حضور ﷺ بہت زیادہ ریاضت اور عبادت کرتے تھے اور ساری ساری رات کھڑے رہتے تھے۔ جس کی وجہ سے حضور ﷺ کے پیروں پر ورم آ جاتا تھا اور زیادہ ریاضت ہی سے کمر ٹوٹتی ہے یا کمر توڑ تکلیف ہوتی ہے۔ جب سینہ اسم اللہ ذات کے نور سے کھل جاتا ہے تو پھر ریاضت کا دور ختم ہو جاتا ہے۔ سورۂ مزمل میں بھی اس کی تائید اور تاکید ہے۔ قُمِ الَّيۡلَ اِلَّا قَلِيۡلًا ۙ (المزمل ۷۳: ۲) (رات کو نماز میں کھڑے رہا کرو مگر تھوڑا)

اس کی تفسیر میں اکثر مفسرین بھٹک گئے ہیں۔ بعض نے اس بوجھ سے مراد وہ غم لیا ہے جو کفار کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپ کو رہتا تھا یا امت کے گناہوں کے غم کا بوجھ۔ مگر یہ

Marfat.com

سورہ مکی ہے۔اس وقت قریش سب کے سب مشرک تھے اور آپ کے غم کا یہ بوجھ اس وقت تک ہلکا نہیں ہوا تھا۔گنتی کے لوگ ایمان لائے تھے۔لہٰذا امت کے گناہوں کے غم کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا تھا۔امت تو ابھی گناہ کر رہی ہے پھر یہ بوجھ ختم یا ہلکا کیسے ہو گیا۔بعض نے اس دور کی جاہلیت کے غم کا بوجھ لکھا ہے مگر یہ درست نہیں کیونکہ اس سورہ کے نزول کے وقت یہ بوجھ ہلکا نہیں ہوا تھا بلکہ جاہلیت اور کفر کا زور تھا۔بعض بدعقیدہ مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ نبوت سے پہلے نعوذ باللہ ایام جاہلیت میں حضور ﷺ سے کچھ ایسے قصور سرزد ہو گئے تھے جن کی فکر حضور ﷺ کو سخت گراں گزرتی تھی اور یہ سورہ نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مطمئن کر دیا کہ آپ کے وہ قصور ہم نے معاف کر دیئے ہیں۔مگر یہ غلط ہے اور یہ ایک گمراہ کن تاویل اور تعبیر ہے اور جہالت کا ثبوت ہے۔ایسے بدعقیدہ مفسرین کی تفسیریں قطعاً نہیں پڑھنی چاہئیں کیونکہ ان سے عقائد خراب ہوتے ہیں۔ایمان میں خلل واقع ہوتا ہے اور بہت سے لوگ ایسے غلط معانی اور تفاسیر پڑھ کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔

محبت کی کٹھن راہ

فرمایا: فجر کا وقت بہت مبارک وقت ہے۔یہ اللہ والوں کی محافل اور ملاقات کا وقت ہے۔رات کے پہلے اور ابتدائی حصے میں شیطان اور اس کے جنود کی شرارتوں کے لیے کھلی چھٹی ہوتی ہے۔مگر پچھلے اور آخر پہر تمام شیطانی محافل بند ہو جاتی ہیں اور وہ سب سو جاتے ہیں۔اس وقت اللہ والے جاگتے ہیں۔اس وقت ایک معمولی پردہ حائل ہوتا ہے۔اس دوران اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں۔اس بندے نے مجھے نہیں دیکھا،میری جنت اور دوزخ کو نہیں دیکھا،صرف میرے نبی کی باتوں پر ایمان لا کر مصروفِ عمل ہے اور محبت کی کٹھن راہ اختیار کر چکا ہے میں اس کے صلے میں اسے جنت دوں گا۔

وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا٥ (بنی اسرآئیل ۱۷:۷۸)۔

''اور صبح کے وقت قرآن پڑھو بے شک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں''۔اس وقت اللہ تعالیٰ بہت قریب آ جاتے ہیں،بصارت نہایت تیز ہو جاتی ہے،دل کی آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں۔کچھ مقامات اور کچھ اوقات مبارک ہوتے ہیں۔ان مبارک اوقات سے

Marfat.com

فائدہ اٹھانا چاہیے۔ خزانہ سامنے ہو اور فائدہ نہ اٹھایا جائے تو یہ انتہائی بدقسمتی ہے۔ فجر کا وقت بہت مبارک ہے اور اس سے اہل اللہ بہت فائدہ اٹھاتے ہیں۔

شیخ کی محبت میں سب کی محبت

فرمایا: بعض لوگ تذبذب میں ہوتے ہیں کہ محبت کس سے کریں۔ اللہ تعالیٰ سے، حضور ﷺ سے، حضور غوث پاکؓ سے یا حضرت سلطان العارفینؒ سے۔ دراصل اپنے شیخ کی محبت میں سب کی محبت آجاتی ہے۔

چوں نگاہِ شیخ را کردی قبول
کردہ حُبِ خدا حُبِ رسول

کیونکہ حقیقتاً شیخ ہی سامنے ہے، عملی محبت کا ثبوت اسی سے دینا ہے۔ ویسے زبانی محبت کا دعویٰ بہت آسان ہے۔ حضور ﷺ کی محبت کا زبانی دعویٰ بہت لوگ کرتے ہیں۔ سامنے عملی طور پر اسے نبھانا ہوتا تو پتہ چلتا کہ دعویٰ میں کس قدر سچائی ہے۔ شیخ حضور علیہ السلام کا نائب اور قائم مقام ہوتا ہے اور شیخ سے عملی محبت حضور ﷺ کے لیے ہی ہے۔

کشف کا بکھیڑا

فرمایا: بعض لوگوں کو بہت کشف ہوتا ہے۔ مگر جو لوگ ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ اور مصروف ہوتے ہیں وہ اس قسم کے بکھیڑوں سے بچتے ہیں۔ تعلق باللہ بہت نازک معاملہ ہے۔ قدم قدم پر لغزش کا خطرہ ہے۔ شہرت اور ریا میں پھنس جانا بہت ممکن ہے۔ دنیا میں گو اس طرح بہت شہرت ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ سے دوری کا باعث بن جاتی ہے۔

روحانی توانائی

فرمایا تین چیزوں سے نفسانی خواہشات کا خاتمہ ہوتا ہے:

خنجرِ خاموشی و شمشیرِ جوع
نیزۂ تنہائی و ترکِ جموع

عجز والے، تعظیم والے اور خواص لوگ ہی اللہ تعالیٰ کے فضل کا موقع پاتے ہیں۔ متکبر، حاسد اور حریص لوگوں کو اس کی ہوا بھی نہیں لگتی۔ مٹی سے پھول اگتے ہیں پتھر سے نہیں اگتے۔

ع خاک شو خاک تا کہ گل روید

Marfat.com

خاموشی کا مطلب یہ ہے کہ ریا کاری اور دکھاوے سے اجتناب کرے۔ اپنی تعریف نہ کرے اور اپنے باطنی حالات کا ڈھنڈورہ نہ پیٹے۔

فرمایا: جوع (بھوک) اور فاقہ کا بہت فائدہ ہے اس سے نفس کی سرکشی ختم ہوتی ہے۔ مادی خوراک اور توانائی سے جسم میں جگہ خالی ہو تو روحانی توانائی کے لیے جگہ بنتی ہے اور تنہائی میں ماسویٰ سے تعلق منقطع ہوتا ہے تو روحانی دنیا سے رابطہ قائم ہوتا ہے۔ خلوت میں جو بات بنتی ہے وہ جلوت اور اجتماعات میں نہیں ہوتی۔

اللہ کی اطاعت کا انعام

فرمایا: دولتانے اور ٹوانے انگریز کی خدمت اور وفاداری کی وجہ سے اس قدر انعام و اکرام پائیں کہ پشتوں تک عیش و آرام کی زندگی بسر کریں اور مادی اور دنیاوی طور پر لایحتاج بن جائیں اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زندگی وقف کر دی اور اس کی فرمانبرداری کا حق ادا کر دیا ان کے نام لیوا بھی عزت پائیں تو کون سی تعجب کی بات ہے۔ اولیائے کرام کی اولاد کی عزت افزائی اور قدر اسی لیے ہوتی ہے۔ ان بزرگوں نے اطاعت کے روز رکھے اور ان کی اولاد عیدیں مناتی ہے اور یہ عزت دینے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔

روزِ اوّل باخدا

فرمایا: جس طرح آم کا پودا لگا دینے والا کہہ سکتا ہے کہ اس نے آم پیدا کر دیا یا نطفہ ڈال دینے والا کہہ سکتا ہے کہ اس نے بچہ دے دیا۔ گو آم تیار ہونے اور بچہ پیدا ہونے کے لیے حسب قاعدہ وقت لگتا ہے۔ اسی طرح ولیٔ کامل جب پہلی نظر میں پہنچا دینے اور روزِ اول باخدا کر دینے کی جو بات کرتے ہیں اس کی بھی یہی نوعیت ہوتی ہے۔ وہ پہلی نظر میں کشتِ قلب کے اندر اسم اللہ ذات کا تخم اس انداز سے بو دیتے ہیں کہ اس سے یقینی اور لازمی طور پر وصلِ الٰہی اور دیدارِ حق کا پودا لگتا ہے اور بطنِ باطن میں نورِ الٰہی کا نطفہ ایسے ڈھب سے ڈالتے ہیں کہ اس سے ضرور ایک نوری وجود کا ظہور ہوتا ہے جو ہر دم حضورِ حق میں حاضر اور واصل باللہ ہوتا ہے۔ ان کی یہ بات بالکل برحق ہوتی ہے۔

مجمع کی دعا

فرمایا: زیادہ مجمع میں دعا بہت مقبول ہونے کا مطلب اگر کچھ ہے تو یہی ہو سکتا ہے کہ

اللہ کا کوئی مقبول بندہ اس مجمع میں ہو ورنہ تماش بین غافلین کی بھیڑ میں کوئی خاص برکت نہیں ہوتی۔ انبیائے کرام اور اولیائے کرام نے تنہا جو دعائیں مانگی ہیں وہ ضرور قبول ہوئی ہیں۔ انہوں نے اپنی دعاؤں کے لیے مجمع کا اہتمام نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے اکیلے ہی اقوام اور مجمع کے لیے دعائیں مانگیں اور اللہ نے ان کی انفرادی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا۔ دعا کی قبولیت کی شرط مقبول بندے کا وجود ہے۔ اس کے لیے مجمع کی کوئی قید اور شرط نہیں۔

نفس کی غذا

سلطان العارفینؒ کے قول کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ نفس کے گلے میں ستر ہزار زنار، بغض کے، اتنے حسد کے، اتنے کبر کے اور اتنے ہی حُبّ جاہ کے پڑے ہوئے ہیں اور نماز، روزہ، حج اور دیگر ظاہری عبادات سے ان زناروں میں سے ایک بھی نہیں ٹوٹتا بلکہ ظاہری رسمی اور دکھاوے کی عبادات سے وہ مزید مستحکم ہو جاتے ہیں۔

فرمایا: بظاہر یہ مبالغہ معلوم ہوتا ہے لیکن ہم نے آزمایا تو اسے حرف بحرف درست پایا۔ بعض دفعہ حُبّ جاہ اور عزت وشہرت کی چاہت نفس کی خوراک بن جاتی ہے اور اس کی وجہ سے نفس طرح طرح کی سختیاں بھی جھیل لیتا ہے۔ یہ ایک روحانی مرض اور باطنی عارضہ ہے۔

فرمایا: ایک درویش صرف ایک صراحی پانی اور ایک سیر جَو لے کر ایک گنبد میں اپنے آپ کو بند کر لیتا تھا اور صرف اسی پر گزارہ کر کے سال کے بعد عید کے روز نہایت نقاہت اور ضعف کی حالت میں باہر نکلتا۔ خلقت اسے دیکھنے کے لیے ٹوٹ پڑتی۔ یہی خواہشِ شہرت اور ریا اس کے نفس کی غذا بن گئی جو اس سے سال بھر کی اس قدر سختی اور تکلیف برداشت کرواتی۔

یہ عجب بات دیکھ کر بادشاہِ وقت نے اپنے دانائے راز مرشد سے اس کی وجہ دریافت کی تو مرشد نے کہا کہ اس سال مقررہ تاریخ پر کسی کو وہاں جانے نہ دیا جائے۔ لوگوں کو حکماً رکوا دیں، پھر میں اس کی وجہ بتا دوں گا۔ چنانچہ بادشاہ نے حکم دے دیا کہ اس سال عید کے روز جب وہ درویش باہر نکلے تو اسے دیکھنے کے لیے کوئی شخص وہاں موجود نہیں ہونا چاہیے۔ جب سال کے بعد عید کا دن آیا اور درویش کو نکالا گیا تو وہ حسب سابق ضعف کے باعث نڈھال تھا۔ اس نے اپنے زائرین کے ہجوم کو دیکھنا چاہا مگر وہاں کوئی زائر موجود نہیں تھا۔ میدان خالی دیکھ کر اس نے پوچھا کہ اسے غلط تاریخ اور غلط دن تو باہر نہیں نکالا گیا۔ میدان خالی کیوں

Marfat.com

ہے اور زائرین کیوں موجود نہیں۔ مریدوں نے جواب دیا کہ دن وہی ہے، بالکل صحیح ہے کوئی غلطی اور پس وپیش نہیں ہوئی۔ جب درویش نے دیکھا کہ انہیں دیکھنے اور دادِ تحسین پیش کرنے کو کوئی نہیں آیا تو اسے سخت مایوسی ہوئی اور اس نے فوری طور پر جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی اور دم توڑ دیا کیونکہ وہ اسی کے آسرے اور سہارے زندہ تھا۔

سینے کے قفل

عِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ (الانعام ۶: ۵۹) کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کنجی سے کوئی بند خزانہ یا بند کمرہ کھلتا ہے۔ یہ غیب کا خزانہ یا کمرہ کہیں باہر نہیں ہے۔ اسی سینے کے کمرے میں تالے لگے ہوئے ہیں۔ وہ کھلیں تو عالمِ غیب کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ یہ کنجیاں اللہ کے پاس ہیں اور وہی اپنے خاص بندوں کو عطا کرتا ہے۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (البقرة ۲: ۷) سے یہی مراد ہے۔ مہر بھی قفل کو مزید مستحکم کرنے کے لیے لگائی جاتی ہے۔ یہ قفل سوائے اسم اللہ ذات کی ضرب کے قطعاً نہیں کھلتے۔ اسم اللہ میں حواسِ ظاہری سے منقطع ہو کر گم ہو جائیں تو روحانی دنیا کا راستہ کھلتا ہے اور عالمِ غیب کے روحانی لوگ صاف نظر آتے ہیں۔ یہ کلید اور کنجیاں اولیائے کرام کو اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے یہ سب کنجیاں جناب غوث پاکؒ کو عطا ہوئی ہیں وہی ان کے امین ہیں اور وہ آگے اپنے نائبین کو عطا کرتے ہیں اور ان کے عطا کا انحصار محض عنایت پر ہی ہوتا ہے۔ صرف ریاضت سے کام نہیں بنتا۔ عنایت کے بغیر قرآن مجید سارے کا سارا پڑھ جاؤ زبان گھس جائے مگر عملاً کچھ اثر نہ ہوگا اور جب تک یہ چیزیں دیکھ نہ لی جائیں ایمان پختہ نہیں ہوتا۔

غضب کے خریدار

فرمایا: ہم نماز کا حق ادا نہیں کرتے۔ ہمارے دل میں دنیا سمائی ہوتی ہے اور زبان پر اللہ کا نام اور دعا اور اسی لیے نہ نماز ہی قبول ہوتی ہے اور نہ ہی دعا۔ ایک حدیثِ پاک کا مضمون بیان کرتے ہوئے فرمایا: بندہ جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو فرشتوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ پردے اٹھا دو۔ میرا بندہ کچھ عرض کرنے آیا ہے۔ فرشتے تعمیل کرتے ہیں اور پردے اٹھا دیتے ہیں۔ لیکن جب بندہ دنیاوی خیالات میں محو ہو جاتا ہے اور اس کا نفس اللہ کی طرف پیٹھ کر کے غیر اللہ کی طرف رخ کر لیتا ہے تو حکم ہوتا ہے کہ پردے ڈال دو۔ یہ عرض

Marfat.com

کرنے نہیں بلکہ تمسخر اور مذاق کرنے آیا ہے۔ اس وقت فرشتے افسوس کے ساتھ کہتے ہیں کہ اگر یہ انسان اتنا سوچ لیتا کہ وہ کتنی بڑی ہستی کے سامنے کھڑا ہے تو کبھی اپنے قیمتی لمحات کو اس بے پرواہی کے ساتھ ضائع نہ کرتا اور رحمت کی بجائے زحمت نہ خریدتا۔

فرمایا: تکبیرِ تحریمہ جو اللہ تعالیٰ کے خیال کے سوا باقی سب خیالات کو حرام کرنے والی ہے اس کو سب سے بڑا کہا اور بڑے کا مطلب یہ ہے کہ باقی سب چیزوں کے خیال کو چھوڑ کر دل اسی کے خیال میں غرق ہو۔ اگر آدمی اور خیالات کو اہمیت دیتا ہے تو اس کا اللہ اکبر کہنا جھوٹ ہوا۔ وہ بہت ہی معزز ہستی ہے۔ اس کی آمد پر گھر کو صاف ستھرا کرنا کیا ضروری نہیں۔ اس کا نام اور اسم دل میں آیا تو گویا مسٹے اور اللہ خود دل میں آیا۔ غیر خیالات کے خس وخاشاک دل کے گھر سے صاف کر دینے چاہئیں۔ اگر آپ صفائی نہیں کرتے تو وہ ایسے گندے گھر میں کیوں آئیں۔

فرمایا: نماز معراج ہے۔ اللہ میاں کی حضوری میں بلندیوں پر جانا ہوتا ہے۔ اسی لیے واپسی پر السلام علیکم کہا جاتا ہے۔ اللہ دور نہیں بہت قریب ہے۔ آنکھوں کے ساتھ چیز لگائیں تو اس لیے نظر نہیں آتی کہ قرب کی زیادتی ہوتی ہے۔ اس کے لیے آئینہ چاہیے۔ آدمی جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو فرشتے لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر دوسری قسم کے فرشتوں کی آمد ہوتی ہے۔ ان کی نظر خصوصیت کے ساتھ دل پر ہوتی ہے اور وہ جب دیکھتے ہیں کہ دل اللہ کی بجائے کسی اور کے خیال میں غرق ہے تو وہ کہتے ہیں کہ تو نے جب اللہ اکبر کہا تو جھوٹ کہا۔ تیرے دل میں تو کچھ اور ہے۔ نماز ان ہی کی قبول ہوتی ہے جو لغو خیالات سے اعراض کرتے ہیں اور نماز میں توجہ رکھتے ہیں: وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ (المؤمنون ۲۳: ۳)۔

طفلِ نفس کا ذبیحہ

قربانی سے متعلق قرآن مجید کے ارشادات کا ذکر فرمایا کہ محض بکرا ذبح کر دینے اور گوشت کھا لینے اور کھلا دینے سے بہشت تک اتنی سواریاں نہیں مل جائیں گی کہ وہ ضرورت سے بھی زیادہ ہوں۔ اصل قربانی طفلِ نفس کے ذبیحہ سے ادا ہوتی ہے۔ تب بہشت کی سواری کی امید رکھنی چاہیے۔ طفلِ نفس کے ذبیحہ سے مراد نفس کی نفسانی خواہشات کے گلے

Marfat.com

پر اللہ کے نام کی چھری پھیرنا، نفسانی اور بری خواہشات کی قربانی اور ترک ہے۔ ورنہ اللہ تک نہ تو لوگوں کے جانوروں کی قربانی کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ہی خون بلکہ اس تک تو صرف لوگوں کا تقویٰ اور قربانی کا صادق جذبہ ہی پہنچتا ہے۔

لَنۡ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوۡمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنۡ یَّنَالُهُ التَّقۡوٰى مِنۡكُمۡ ؕ (الحج ۲۲: ۳۷)

قرآن کے سکھ ناشر

قرآن مجید کی اصل نوری تحریر کا ذکر فرمایا اور یہ آیت تلاوت کی: اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ كَرِيۡمٌ ۙ فِىۡ كِتٰبٍ مَّكۡنُوۡنٍ ۙ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ ؕ (الواقعہ ۵۶: ۷۷۔۷۹)۔ ''یہ ایک بلند پایہ قرآن ہے جو ایک محفوظ (مکنون) کتاب میں ثبت ہے۔ اسے مطہرین (پاک لوگوں) کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا''۔ یعنی اس تک صرف مطہرین اور پاک لوگوں ہی کی رسائی ہے۔ پلید اور ناپاک قسم کے لوگوں کی نہیں۔

فرمایا: اس کی تشریح میں اکثر مفسرین نے لغزش کھائی ہے۔ یہ بہت بڑا اشکال اور معمہ ہے۔ بادی النظر میں تو ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ اسے کافر اور مشرک لوگوں تک چھاپتے اور فروخت کرتے رہے۔ متحدہ ہندوستان میں گلاب سنگھ اینڈ سنز والے کافی عرصہ تک اسے چھاپتے رہے۔ اخبارات اور رسائل میں اس کی آیات لکھی جاتی ہیں اور اس کے اوراق کوڑے کے ڈھیروں پر اڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہودی، عیسائی اور ہندو اپنے پاس اور اپنی لائبریریوں میں رکھتے ہیں اور اپنے ذاتی اغراض کے لیے اسے پڑھکر اس کے غلط معانی نکالتے ہیں تو کیا یہ سب کچھ اللہ کے اس فرمان کے خلاف ہو رہا ہے کہ اسے مطہرین کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا اور اس آیت کا یہ بھی مفہوم نہیں کہ مسلمان اسے وضو بغیر ہاتھ نہ لگائیں۔ بلکہ اس کا اصل مفہوم یہ ہے کہ وہ اصل نوری تحریر والا قرآن جو ایک محفوظ کتاب میں ثبت ہے اسے ناپاک لوگ ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ وہاں ان کی رسائی اور پہنچ نہیں۔ مطہرین سے مراد فرشتے، پاک ارواح اور روحانی برگزیدہ لوگ ہیں۔ اسی کے متعلق حسب ذیل آیات میں بھی اشارہ ہے:

فِىۡ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۙ مَّرۡفُوۡعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۙ بِاَيۡدِىۡ سَفَرَةٍ ۙ كِرَامٍۢ بَرَرَةٍ ؕ (عبس ۸۰: ۱۳۔۱۶) (یہ ایسے صحیفوں میں درج ہے جو مکرم ہیں۔ بلند مرتبہ ہیں۔ معزز

Marfat.com

اور نیک کاتبوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں)۔ یہ بھی قرآن کی تعریف ہے۔ اسی نوری تحریر والے قرآن کو ناپاک لوگ نہیں چھو سکتے۔ اس مادی، کاغذی قرآن مجید کو تو ہر کوئی چھو سکتا ہے اور چھوتا ہے۔

آم اور کیکر کا درخت

فرمایا: رب العالمین کو پہلے سے سب کچھ معلوم ہے کہ کون آخرت پر ایمان لاتا ہے اور لائے گا اور کون نیک عمل کرتا ہے اور کرے گا اور کون شک کرتا ہے اور شک کرے گا۔ اس کے باوجود اس فرمان کا کیا مطلب ہے:

اِلَّا لِنَعۡلَمَ مَنۡ یُّؤۡمِنُ بِالۡاٰخِرَۃِ مِمَّنۡ ہُوَ مِنۡہَا فِیۡ شَکٍّ ؕ (سبا ۳۴: ۲۱) (اس لیے کہ ہم دیکھیں کہ کون آخرت پر ایمان لاتا ہے اور کون اس سے شک میں ہے)۔

فرمایا: اگر کسی نے دو درخت بوئے ہیں۔ ایک آم کا اور دوسرا کیکر کا اُسے معلوم ہے کہ کونسا درخت کیا پھل دے گا۔ پھر بھی اگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم دیکھیں کہ کون نیک ہے اور کون بد تو یہاں مراد یہ ہے کہ ساری دنیا دیکھ لے کہ لوگ کیا عمل کرتے ہیں، اچھا یا برا۔ اور انہیں کیا سزا یا جزا ملنی چاہیے اچھی یا بری۔

اچھے عمل کے متعلق پوری دنیا پکار اٹھتی ہے کہ یہ اچھا عمل ہے اور برے عمل کے متعلق پوری دنیا کہہ دیتی ہے کہ یہ برا عمل ہے اور پھر دنیا ہی اس کے لیے اچھی یا بری جزا اور سزا تجویز کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس گواہی اور پکار کے مطابق سزا اور جزا دیتا ہے۔

جنت کی نہریں اور قیامت کا جھٹکا

فرمایا: اللہ کا فرمان ہے کہ کھاؤ پیو مگر حد سے تجاوز نہ کرو۔ اسراف نہ کرو۔ فضول خرچ نہ کرو۔ کُلُوۡا وَ اشۡرَبُوۡا وَ لَا تُسۡرِفُوۡا ۚ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ ۝ (الاعراف ۷: ۳۱) اللہ تعالیٰ کا تخاطب پورے عالم اور اقوامِ عالم سے ہے۔ چند آدمیوں یا ایک قوم سے نہیں۔ ان آیات کا تعلق عالمگیر اثرات سے ہے۔ جب پوری دنیا کے اربوں لوگ بے جا صرف اور خرچ کرتے ہیں تو بے انتہا فضول صرفہ اور خرچہ ہوتا ہے اور جب پوری دنیا کے محتاجوں اور غریبوں کے لیے کچھ بچاتے ہیں تو کتنی عظیم بچت ہوتی ہے اور اس سے غریبوں اور محتاجوں کی کس قدر کفالت ہو سکتی ہے۔ ان احکام کی خلاف ورزی بیماریوں کا باعث بھی بنتی

ہے۔دل کی بیماریاں اور خون کے دباؤ کے عوارض عموماً پرخوری اور بسیار خوری سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔لذیذ اور مرغن غذائیں زیادہ مقدار میں استعمال کرنے سے ابتداً اخلاقی انحطاط پیدا ہوتا ہے اور بعد میں غریبوں میں معاشی بدحالی کا عالمی بحران وجود میں آتا ہے جو تباہ کن نتائج کا حامل ہوتا ہے اور ساری دنیا کو پریشان کردیتا ہے۔

فرمایا: رزق یا مرزوق ہے یا مملوک۔مرزوق تو ہر حالت میں ملتا ہے اور مملوک صرف ملکیت میں رہتا ہے اس کی حفاظت کرنے کی ڈیوٹی دینی پڑتی ہے۔اڑاتا اسے بعد میں کوئی اور ہے۔اسی سے مقدمات میں وکلا کی اور بیماریوں میں ڈاکٹروں کی بھاری فیسوں میں چلا جاتا ہے یا پھر چوروں کے ذریعے یہ مال دوسروں تک پہنچ جاتا ہے۔مالک صرف جمع کرنے اور حفاظت کرنے والا رہا۔فائدہ نہ اٹھا سکا۔مگر روزِ جزا حساب کتاب اور جواب دہی اس کے ذمے واجب رہی۔پھر دنیا میں ایسے انقلابات آتے ہیں کہ سب کچھ چھن جاتا ہے۔سب کچھ برابر ہو جاتا ہے۔خزانوں کے مالک اور امیر لوگ بھیک مانگنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔جل تھل ایک ہو جاتے ہیں۔امیر غریب یکساں ہو جاتے ہیں۔ایک مثال بیان فرمائی کہ چار اشخاص نے پرات میں چاول ڈالے۔درمیان میں گڑھا بنایا،اس میں گھی،شہد اور دودھ ڈالا۔کھانے کے لیے بیٹھے تو ایک نے اپنی طرف انگلی سے نہر کی طرح راہ بنائی تاکہ دودھ آجائے اور مثال جنت کی دی کہ وہاں دودھ کی نہریں ہیں۔دوسرا اسی طرح اپنی طرف گھی لے جانے لگا اور کہنے لگا کہ جنت میں گھی کی نہریں بھی ہیں۔تیسرے نے اپنی طرف شہد کی نہر یہ کہہ کر لے جانی چاہی کہ وہاں شہد کی نہریں بھی ہیں۔چوتھا خالی رہ گیا۔اس کے لیے کچھ نہ بچا تو اس نے تھال کو ہلا کر سب کچھ ملا دیا اور کہا کہ جنت کی باتیں کرتے ہو تو اس میں نہریں ضرور ہیں مگر اس سے پہلے قیامت کا جھٹکا اور زلزلہ بھی تو ہوگا۔

ابوبکر غزنوی کا جن

فرمایا: مولانا داؤد غزنوی کا صاحبزادہ جو ایم اے ایل ایل بی ہے میرے پاس فیصل آباد آیا تھا۔اس پر ایک روح (جن) مسلط ہوگئی تھی جس سے اس کی جان پر بنی ہوئی تھی اور وہ سخت عذاب اور شدید تکلیف میں مبتلا تھا اور اسی وجہ سے وہ کہتا تھا کہ ارواح،جنات اور مؤکلات پر ایمان لایا ہوں۔ورنہ پہلے محروم ہی تھا۔اپنے کٹر وہابی خاندان کے خلاف وہ

Marfat.com

جنات اور عالمِ ارواح کا خوب قائل ہو گیا تھا اور کہتا تھا کہ لوگ مجھے بیوقوف اور وہمی سمجھتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ وہ سب احمق ہیں جو اس حقیقت کے منکر ہیں۔

فرمایا: ابوبکر غزنوی منت سماجت کرتا تھا کہ کسی طرح اس کی جان اس عذاب سے چھڑا دیں۔ مگر ہم نے پہلے تو اس سے کہا کہ اپنے خاندان اور سب وہابیوں کے لیے اچھی عبرت اور دلیل ہو۔ پھر ہم نے اسے رسالہ روحی شریف پڑھنے کو بتائی۔ اس نے تھوڑا عرصہ پڑھی اور اسے آسیب سے نجات مل گئی۔

فرمایا: ہر چیز کا عکس اور جوڑا ہے۔ نور کے مقابلے میں نار اور ظلمت، فرشتوں کے مقابلے میں جن اور شیاطین اور ارواح خبیثہ کی شرارتوں اور تسلط کے واقعات مشہور و معروف ہیں۔ کور چشم جاہل نہ مانیں تو کیا فرق پڑتا ہے۔

............0000000............

Marfat.com

مسائلِ تصوف

Marfat.com

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم ٥

اس ذیل میں تصوف کے وہ امور اور مسائل لکھے جاتے ہیں جن کے متعلق آپؒ کے ارادتمندوں نے مختلف اوقات میں آپؒ سے بذریعہ خط و کتابت یا بالمشافہ استفسار کیا اور آپؒ نے ان کو مفصّل اور مدلّل جواب دے کر ان کی تسلی کر دی۔ ان امور اور مسائل کو سوالاً جواباً لکھا جاتا ہے تا کہ ناظرین کو اس کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اس قسم کے سوالات دیگر اصحاب کے دل میں بھی پیدا ہو رہے ہوں۔ ان جوابات کو پڑھ کر ان کی بھی تسلی ہو جائے گی۔

یہ سوالات اور ان کے جوابات اکثر حضرت سلطان العارفینؒ کے خاص فقر سے متعلق ہیں اور ان کے سلسلے کے مخصوص اعمال اور اشغالِ فقر تصور اسم اللہ ذات اور دعوت القبور پر مشتمل ہیں اور ان سے استفادہ بھی صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اس طریقے اور سلسلے سے دلچسپی رکھتے ہیں اور ان اعمال، اشغال اور اصطلاحات کی اہمیت اور وقعت سے واقف ہیں۔ یہ وہ اعمال ہیں جن سے اس خاکی وجود کے اندر نفس، قلب اور روح کے لطائف بیدار اور زندہ ہوتے ہیں اور فقر کے مدارج اور منازل طے ہوتے ہیں۔

دل اگر اس خاک میں زندہ و بیدار ہو
تیری نگہ توڑ دے آئینۂ مہر و ماہ

سوال: آپ نے کتاب عرفان میں تحریر فرمایا کہ کثرتِ وساوس کے وقت مشقِ وجودیہ کرنا چاہیے۔ اس کے متعلق یہ بات وضاحت طلب ہے کہ آدمی جس وقت مشقِ وجودیہ کرے تو صرف ایک ایک بار ناف، کان، آنکھ اور دماغ وغیرہ پر اسم اللہ ذات قائم کر کے دل پر تصور اسم اللہ ذات شروع کرے یا متواتر کئی کئی بار اور کئی کئی دن مشقِ وجودیہ ہی کرے۔

جواب: تصور اسم اللہ ذات ایک مبارک شغل ہے جس طرح جس وقت اور جس مقام پر بن سکے بنانے کی کوشش بار بار کرنی چاہیے۔ خواہ بظاہر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو۔ اس کی مشق کرنی چاہیے۔ اگر نفسانی اور شہوانی خیالات کا غلبہ ہو تو مقامِ ناف پر اسم اللہ ذات مرقوم کرنا چاہیے اور اگر دل میں دنیاوی حرص و آز کے خیالات کا ہجوم

Marfat.com

ہو تو دل پر اسمِ محمد ﷺ اور تمام سینے میں اسم محمد ﷺ کا تصور کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ اور چشمِ بصیرت کھولنے کے لیے اسم اَللّٰہ ماتھے پر مرقوم کیا جائے۔ یہ تین مقام ناف نفس کا، سینہ قلب کا اور ماتھا روح کا مخصوص مقام ہے۔

سوال: مشقِ وجودیہ کرتے وقت جس مقام سے اسم ذات (اَللّٰہ) نکالا جاوے اسی جگہ سے ھو نکالا جاوے یا دل سے نکالا جاوے؟

جواب: مشقِ تصورِ اسم اَللّٰہ ذات کرتے وقت پاس انفاس بھی ساتھ ساتھ کرنا پڑتا ہے یعنی سانس اندر لیتے وقت لفظ اَللّٰہ اور باہر نکالتے وقت لفظ ھو دل سے ادا کیا جائے۔

سوال: قران پاک کی تلاوت کرتے وقت اسم ذات یا اسم محمد ﷺ کا تصور کرنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت سینے میں اسمِ محمد ﷺ رکھے اور اپنے آپ کو ہم جسم اور ہمدم و ہم زبانِ حضرت سرورِ کائنات ﷺ خیال کرے اور سر کے اوپر اسمِ اَللّٰہ ذات کا تصور آفتابی صورت میں خیال کرے اور اس سے قرآن نازل ہوتا ہوا خیال کرے۔

سوال: ذکر پاس انفاس وضو کے بغیر بھی کرنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: ذکر پاس انفاس اور دیگر ہر قسم کے اذکار وضو کے بغیر بھی جائز ہیں۔

سوال: ذکر کرتے وقت ذاکر اپنی آنکھوں کو کھلا رکھے یا بند رکھے؟

جواب: یہ بات ذاکر کی اپنی مرضی اور خواہش پر منحصر ہے۔ اگر ذاکر کو آنکھیں بند کر کے ذکر کرنے میں زیادہ لطف و سرور حاصل ہوتا ہو تو ذکر کرتے وقت آنکھیں بند رکھے اور اگر اس کو کھلی آنکھوں کے ساتھ ذکر میں زیادہ لطف محسوس ہو تو آنکھیں کھلی رکھے۔

سوال: نماز کے وقت اسم اَللّٰہ ذات کس مقام پر لکھا ہوا خیال کیا جائے؟

جواب: نماز میں مقامِ سجدہ پر اسم اَللّٰہ ذات مرقوم تصور کرنا چاہیے اور التحیات کے وقت اسمِ محمد ﷺ سینے پر مرقوم تصور کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ نماز کے معانی کی

Marfat.com

طرف خیال کرے۔

سوال: میں نے اسما کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: اسم بے شک بہترین وسیلہ اور ذریعہ ہے لیکن اصل مقصود تو مسمّٰی ہے۔

سوال: میں جب شروع شروع میں تصور اسم اللہ ذات کرتا تھا تو طبیعت میں بہت جوش آتا تھا۔ اچھے خواب آتے تھے۔ اگر رات بھر جاگتا رہتا تو بھی کوئی بوجھ محسوس نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اب سب کچھ مفقود ہے۔

جواب: کُلُّ جَدِیْد" لَذِیْذ" ہر نئی چیز لذیذ ہوا کرتی ہے۔ اس لیے ہر نئے عمل کے آغاز میں طبیعت جوش مارتی ہے۔ دیگر سلوک میں قبض وبسط اور اتار چڑھاؤ بھی ہوتا ہے۔ جس طرح دن کے بعد رات اور گرمی کے بعد سردی کا موسم آتا ہے۔ اچھے خوابوں اور راستے پر تماشوں اور نظاروں کے طالب منزلِ مقصود سے رہ جاتے ہیں۔ اصل مطلوب اور حقیقی مقصد اور مراد کو مدِّ نظر رکھنا چاہیے۔

سوال: تلاوتِ قرآن مجید کرتے وقت اور نماز میں وساوس بہت آتے ہیں۔ اس کا کیا علاج ہے؟

جواب: چور ایسے مکان میں نقب لگاتے ہیں جہاں دولت ہوا کرتی ہے۔ خالی اور ویران مکان کی طرف کوئی چور رخ نہیں کرتا۔ اس کے لیے اللہ کے نام کے پہرہ دار اور چوکیدار درکار ہیں۔

سوال: فرض نمازوں کی اُن رکعتوں میں جن میں امام صاحب قرأت بلند آواز سے نہیں پڑھتے ذکر پاس انفاس کیا جائے یا نہیں اور ذکر پاس انفاس کا طریقہ بھی تحریر فرمائیں۔

جواب: ذکر پاس نفاس ہر حالت میں جائز اور مستحسن ہے۔ پاس انفاس کے بہت سے طریقے ہیں۔ لیکن ان میں یہ دو طریقے بہتر ہیں: ایک یہ کہ جب سانس اندر جائے تو لفظ اللہ اور باہر آئے تو لفظ ھو نکلے یا اندر نفی لَآ اِلٰہَ اور باہر اثبات اِلَّا اللّٰہُ ادا ہو۔ بہتر یہ ہے کہ پاس انفاس خیال اور دل سے ادا ہو اور زبان ساکت وخاموش رہے اور تصور اسم اللہ ذات بھی ساتھ ساتھ ہوتا رہے۔

Marfat.com

سوال: ذکرنفی اثبات زبان سے کرنا چاہیے یا کہ جس وقت سانس اندر جائے تو لَآ اِلٰـہَ اور باہر آئے تو اِلَّا اللّٰہُ ادا ہو۔

جواب: ذکرنفی اثبات مبتدی کو پہلے زبان سے کرنا چاہیے۔ جب زبان پر اچھی طرح جاری ہو جائے تو پھر دل اور خیال سے پاس انفاس کرنا چاہیے۔

سوال: میں ذکرنفی اثبات کرتے وقت ہر دفعہ انگلی سے دل پر اللہ لکھ لیتا ہوں کیا یہ درست ہے؟

جواب: یہ بہترین طریقہ ہے کہ نفی اثبات ادا کرتے وقت شہادت کی انگلی اسم ذات پر فکر میں پھر جائے اور محمد رسول اللہ ﷺ پڑھتے وقت فکر کی انگلی اسم مـحـمّد ﷺ کو عبور کرے۔

سوال: اسم ذات کا تصور میں نہ آنا ذہن کی کمزوری ہے یا گناہوں کا نتیجہ ہے یا اس کی کچھ معیاد ہے؟

جواب: جس طرح انسان ظاہری مادی غذا حسب طلب واشتہا کھاتا ہے اسی طرح ذکر فکر، تلاوت، تصور اور عبادت وغیرہ روحانی غذا کی بھی ایک خاص حد ہے۔ جب بطنِ باطن میں غذا حد سے بڑھ جاتی ہے تو طبیعت سرد ہو جاتی ہے اور رغبت کم ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں اشتہا اور طلب کا انتظار کرنا چاہیے یا شغل کو تبدیل کر دینا چاہیے۔ جیسے حلوہ کھانے کے بعد نمکین غذا کھائی جاسکتی ہے اور نمکین غذا کے بعد میٹھی چیز مرغوبِ خاطر ہوا کرتی ہے۔ اگر تصور سے طبیعت سیر اور ملول ہو جائے تو ظاہر عبادت کی طرف رجوع کرنے سے طبیعت بحال ہو جاتی ہے۔

سوال: حضرت سلطان العارفینؒ کی کتابوں میں نقش اسم اللہ ذات پر بعض جگہ تصرف، مراقبہ، ترک اور توکل وغیرہ کے الفاظ لکھے ہوئے ملتے ہیں۔ ان کا کیا مطلب ہے؟

جواب: جب طالب تصور اسم اللہ ذات میں کمال کو پہنچتا ہے تو اسم اللہ کے ہر حرف سے الگ الگ مقامات اور منازل طے ہوتی ہیں مثلاً ل سے تصرف کی منزل طے ہوتی ہے، ہ سے مراقبہ اور الف سے ترک اور توکل کی منزل طے ہوتی ہے۔

سوال: طالب کو دورانِ تصور وعبادت خواب میں جو مقامات اور منازل نظر آتے ہیں وہ

حقیقی ہوتے ہیں یا وہم کا نتیجہ ہوتے ہیں؟

جواب: اگر شیخ کامل ہو، اس کی توجہ شاملِ حال ہو اور لطائف بیدار ہوں تو خواب اور مراقبے میں نظر آنے والے تمام مقامات اور مناظر حقیقی ہوتے ہیں اور ان میں وہم و گمان اور خواب و خیال کو دخل نہیں ہوتا۔

سوال: اسم اعظم کون سا ہے۔ کیا آپ کو اس کا علم ہے؟

جواب: اسم اللہ ہی اسم اعظم ہے مجھے ایک دفعہ باطن کے اندر ایک آیت بتائی گی اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا تھا کہ یہ اسم اعظم ہے۔ جب میں نے اس آیت کریمہ پر غور کیا تو اس میں مرکزی چیز اسم اللہ ہی تھا۔ صاحب کمال اور واقفِ اسرار لوگ اسی اسم سے کام لیتے ہیں جو اسم اعظم کے ساتھ مخصوص ہیں۔ مردہ دل لوگ اسمِ اعظم سے بھی کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

سوال: دعوت القبور سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟

جواب: اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ روحانی اہل قبر اپنے دائرہ تصرف اور قوت و دسترس کے مطابق اہلِ دعوت کے لیے کام کرتا ہے اور اس کی دینی و دنیوی مشکلات حل کرتا ہے۔ اگر اہلِ دعوت قوی استعداد ہے تو اہلِ قبر روحانی اسے وہ مقامات اور منازل بھی طے کرا دیتا ہے جو اہلِ قبر روحانی نے زندگی میں طے کی ہوتی ہیں۔ مگر یہ یاد رہے کہ یہ کام ہر نا اہل کا نہیں۔ دعوت ایک انتہائی عمل ہے۔ اس کے لیے ایک خاص اجازت اور مخصوص لوازمات کی ضرورت ہوتی ہے اور اس سلسلے میں سب سے بڑی چیز شیخ کی توجہ اور نظرِ عنایت ہے۔ اگر اہلِ دعوت کامل ہو تو وہ اہلِ قبر روحانی کو بھی بے انتہا روحانی فائدہ پہنچاتا ہے۔ اس سے اہلِ قبر روحانیوں کی وامانده منازل طے ہو جاتی ہیں۔

سوال: اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے سب سے اعلیٰ عمل کونسا ہے اور اس راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے وصال کے لیے سب سے اعلیٰ عمل شیخ کی خوشنودی ہے اور اس راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ شیخ کی ناراضگی ہے۔

Marfat.com

سوال: آپ نے عرفان میں مغربی سپر چولزم کا ذکر کیا ہے۔ اس کی کیا ضرورت تھی؟

جواب: مغرب زدہ اصحاب اور جدید تعلیم یافتہ لوگ یورپ سے بہت متاثر ہیں۔ ان کو اسلامی روحانیت کا یقین دلانے کے لیے اس کا ضمناً ذکر کیا گیا ہے۔ آج کل یورپ میں سپر چولسٹس جو حیرت انگیز کام کر رہے ہیں اس سے پیغمبروں کے معجزات اور اولیائے کرام کی کرامات کی تصدیق ہوتی ہے اور معجزات، کرامات اور خوارق عادات کے امکان کا پتہ چلتا ہے۔ اس سے یہ بھی مراد ہے کہ جب سفلی مخلوق کے ذریعے اس قدر حیرت انگیز کام انجام دیئے جاسکتے ہیں تو روحانی مخلوق کے ذریعے کیا کچھ نہیں کیا جا سکتا اور فرشتوں اور پاک ارواح کے لیے کوئی کام غیر ممکن نہیں۔

سوال: جادوگر، کاہن اور ساحر جو حیرت انگیز کام کرتے ہیں اور خوارق عادات کارنامے انجام دیتے ہیں۔ ان میں اور پیغمبروں اور اولیا کے معجزات اور کرامات میں کیا فرق ہے؟

جواب: جادوگر، کاہن اور ساحر صرف ارواحِ خبیثہ، شیاطین اور سفلی ارواح کے ذریعے کام کرتے ہیں اور ان کا مقصد گمراہی، ظلمت، کفر اور بدی کی ترویج ہوتا ہے۔ اس کے برعکس پیغمبر اور اولیائے کرام مقدس ارواح، ملائکہ اور نوری مؤکلات کے ذریعے کام کرتے ہیں اور ان کا مقصد دنیا میں ہدایت، نیکی اسلام، تقویٰ اور بھلائی کی تبلیغ اور اشاعت ہے۔ اول الذکر طبقہ عالمِ انسانیت کا دشمن اور ننگِ آدمیت ہوتا ہے لیکن موخر الذکر طبقہ محسنِ انسانیت اور فخرِ آدمیت ہوتا ہے۔ اول الذکر لوگوں کا انجام خراب اور موخر الذکر کا انجام بخیر ہوتا ہے۔

سوال: میں تصور اسم اللہ ذات کرتا ہوں لیکن دل پر اثر نہیں ہوتا۔ اس کا کیا علاج ہے؟

جواب: تمہارا دل سخت ہے۔ تصور کرتے وقت اپنے دل کو ایک سیاہ اور سخت پہاڑ کی طرح خیال کرو اور اپنے آپ کو کلیم اللہ تصور کر کے اس دل کے پہاڑ پر اللہ ھو کی ضرب لگاؤ اور یوں خیال کرو کہ اس ضربِ کلیمی سے وہ پہاڑ ریزہ ریزہ اور پاش پاش ہو رہا ہے۔ اس مسلسل مشق سے تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور تصور اسم اللہ

Marfat.com

ذات اس پر اثر کرے گا اور پھر اس کے وہ اثرات پیدا ہوں گے جو اس اسم کے ساتھ مخصوص ہیں۔

سوال: لیٹی ہوئی حالت میں کس طریقے سے تصور کرنا چاہیے اور اسم کو کس طرح رکھنا چاہیے؟

جواب: لیٹی ہوئی حالت میں تصور کرتے وقت اسم ذات کو دائیں طرف جھکا کر رکھنا چاہیے۔

سوال: جس شخص کا عقیدہ درست نہ ہو اس کی عبادت اور اعمال کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: اعتقاد اور عقیدہ ہی وہ اصل بنیاد ہے جس پر تمام مذہبی اعمال اور روحانی احوال کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے اور جس عمارت کی اساس اور بنیاد ہی باطل، فاسد اور کمزور ہو تو بمقتضائے بِنَاءُ الْفَاسِدِ عَلَى الفَاسِدِ وہ عمارت کمزور اور فاسد بن جاتی ہے۔ تمام مذہبی اعمال اور روحانی احوال کے لیے عقیدے کا درست ہونا نہایت ضروری ہے۔ عقیدہ مذہب اور روحانیت کے لیے بمنزلۂ روح اور جان کے ہے اور باقی تمام اعمال اور افعال انسانی جسم اور اعضا کی مانند ہیں۔ عقیدہ جڑ اور تنے کی مانند ہے اور اعمال وغیرہ شاخوں کی مانند ہیں۔ عقیدے کا تعلق انسانی قلب سے ہے اور اعمال و افعال انسانی تن اور جسد سے متعلق ہیں۔ جب دل صحیح اور صالح ہو جاتا ہے تو تن اور جسم اس کی متابعت میں خود بخود صحیح اور درست ہو جاتا ہے۔

حدیث میں آیا ہے: اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً" اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَتِ الْجَسَدُ كُلُّهَا وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَتِ الْجَسَدُ كُلُّهَا اَلا وَهِیَ الْقَلْب ۔یعنی آدمی کے جسم میں گوشت کا لوتھڑا ہے جب وہ درست ہو جاتا ہے تو سارا جسم اصلاح پذیر اور درست ہو جاتا ہے۔ سو سُن رکھو کہ وہ لوتھڑا دل ہے یا یوں سمجھو کہ ان ہر دو میں اسلام اور ایمان کا فرق ہے کیونکہ اسلام تن اور جسم پر عائد ہوتا ہے اور ایمان دل کی صفت ہے۔ انسان کی نجات ایمان سے ہوگی نہ کہ

Marfat.com

خالی اسلام سے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ (الحجرٰت ۴۹ : ۱۴) ۔ ’’اعراب یعنی سادہ بدوؤں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ آپ ﷺ ان سے کہہ دیں کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں۔ ایمان دارتب ہو گے جب ایمان تمہارے دلوں کے اندر داخل ہوگا‘‘ سومعلوم ہوا کہ اسلام اور دین کے معاملے میں انسانی قلب بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی نظر اور نگاہ انسانی دل پر رہتی ہے۔ ظاہری اعمال پرنہیں رہتی۔

اِنَّ اللّٰہَ لَایَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَعْمَالِکُم وَلٰکِنَّ یَنْظُرُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نہ تو تمہاری صورتوں کو اور نہ تمہارے ظاہری اعمال کو دیکھتا ہے بلکہ تمہارے دلوں اور نیت کو دیکھتا ہے۔ انسان کی اخروی نجات صحیح اعتقاد، کامل ایمان، درست نیت اور سلیم قلب پر ہے۔

قولہٗ تعالیٰ: یَوْمَ لَایَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ o اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ o (الشعرآء ۲۶ : ۸۸ : ۸۹)۔ ’’قیامت کے روز نہ تو مال نفع دے گا اور نہ اولاد بلکہ قلبِ سلیم کام دے گا۔ (جونفس، دنیا اور شیطانی بگاڑ اور فساد سے صحیح اور سلامت رہے گا)۔ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی اطاعت سے اطمینان حاصل کرے گا۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ؕ (الرعد ۱۳ : ۲۸) یعنی خبردار! اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے اور نفس اور دل جب مطمئن ہو جاتا ہے تو انسان اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کی صف میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ کی بہشتِ قرب میں داخل ہو جاتا ہے۔

سوال: توجہ کیا چیز ہے؟

جواب: توجہ کی مثال اس تجلی کی ہوتی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باری تعالیٰ سے کوہ طور پر ملی تھی اور جس سے حضرت موسیٰ بے ہوش ہو گئے تھے۔ شیخ کی اصلی تو

Marfat.com

کے وقت مرید پر ذاتی انوار کی تجلی ہوتی ہے کیونکہ شیخ کا دل اور دماغ اسم اللہ ذات میں طے ہوتا ہے۔ اس توجہ کو ہر خاص و عام برداشت نہیں کر سکتا۔ توجہ معمولی چیز نہیں۔ جس وقت قادری فقیر توجہ کرتا ہے تو پہاڑ کانپ جاتے ہیں۔

سوال: کیا طریقت میں ایک دوسرے کو سلب کر لیا کرتے ہیں؟

جواب: مشائخت کے دلدادہ عموماً مبتدی کو سلب کر لیا کرتے ہیں۔ مبتدیوں کو مجذوبوں سے خاص طور پر محتاط رہنا چاہیے کیونکہ یہ لوگ لٹیروں کی طرح ہوتے ہیں اور جاتے جاتے مبتدیوں کی پونجی اڑا لے جاتے ہیں۔ ان سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان مجذوبوں سے میل ملاپ نہ رکھا جائے کیونکہ ان سے میل ملاپ رکھنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص جیب میں روپے بھر کر ڈاکوؤں کے گروہ میں ہتھیار کے بغیر چلنا پھرنا شروع کر دے۔ ایسے شخص کے لٹ جانے کا قوی امکان ہے۔ جب ہتھیار کے متعلق پوچھا گیا کہ اس کا کیا مطلب ہے تو فرمایا کہ شیخ مرید کے حق میں بطور ہتھیار اور محافظ کے ہے۔ جب تک مرید خود کو تہلکے میں نہ ڈالے اس کے سلب ہونے کا امکان کم ہوتا ہے۔ مجذوب اکثر نظریں ملا کر مبتدی کی پونجی اُڑا لے جاتے ہیں اور گاہے مصافحہ کر کے اسے لوٹ لیتے ہیں۔ گاہے مبتدی مجذوب کی مدد کی غرض سے اس کے قریب جاتا ہے اور اپنا سب کچھ لٹا بیٹھتا ہے۔ اکثر مبتدی ہر مجذوب کو غوث یا قطب یا متصرف سمجھ کر حصولِ فیض کی غرض سے ان کے پاس جاتے ہیں اور بجائے فائدے کے الٹا نقصان اٹھاتے ہیں۔

میں جن دنوں کالج سے نیا نیا دربار حضرت سلطان العارفینؒ پر حاضر ہوا تھا ان دنوں میں اس چیز سے پوری طرح واقف نہ تھا اور نہ ہی اس کا کوئی عملی تجربہ تھا۔ ان دنوں جب کبھی میں اپنے مرشد حضرت نور احمد صاحبؒ کی مجلس میں بیٹھتا تو حضرت صاحبؒ اکثر اپنے گھوڑوں کے متعلق بات چیت کرتے رہتے۔ تصوف اور سلوک کا کوئی مسئلہ زیر بحث نہ آتا۔ وہ گھوڑوں کے بہت شوقین تھے اور ان کے اصطبل میں بڑی اچھی نسل اور قسم کے گھوڑے موجود تھے۔ ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت صاحبؒ تو دن بھر گھوڑوں سے متعلق باتیں کرتے رہتے ہیں ان کو روحانیت، سلوک، فقر اور تصوف سے کوئی

Marfat.com

دلچسپی اور لگاؤ نہیں۔ اس کے چند دن بعد حضرت صاحبؒ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور ایک خط لکھنے کو دیا۔ میں زمین پر دو زانو خط لکھنے بیٹھ گیا اور آپ لکھوانے لگے۔ ایک لمحہ بعد میں نے کوئی چیز اپنے سینے سے نکلتی ہوئی محسوس کی جس کے باعث میرے سینے کا بھاری پن اور ثقالت یک دم جاتی رہی۔ میں گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ آپؒ نے مسکرا کر فرمایا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا حضور مجھے کچھ ہو گیا ہے۔ میرا کچھ کھو گیا ہے۔ آپ ہنس پڑے اور فرمایا۔ ''نور محمدؐ! کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے اور اس طرح بھی کیا جاتا ہے۔'' اور پھر مجھے اپنے سینے سے لگا کر اپنا فیض لوٹا دیا۔ جس سے میں نے دوبارہ اپنے سینے میں ثقالت محسوس کی۔ سو اس سے پتا چلا کہ حضرت صاحب صرف گھوڑوں کے شہسوار ہی نہیں بلکہ باطنی دنیا کے شہسوار بھی ہیں۔

سوال: ذکر بالجہر کرنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: ذکر بالجہر قادریوں کے ہاں رائج ہے اور اس سے مبتدیوں کو فائدہ بہت ہوتا ہے لیکن ذکر اس قدر اونچا نہیں ہونا چاہیے جس سے دوسروں کو تکلیف ہو۔

سوال: حبسِ دم کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: حبسِ دم دراصل جوگیوں کی اختراع ہے اور اہلِ یوگا سے نقش بندیوں کے بعض عاملین نے اسے اخذ کیا ہے۔ یہ عاملین متاخرین تھے۔ متقدمین کے ہاں حبسِ دم کا وجود تک نہ تھا۔ متوسطین نے اسے حرارتِ قلب کو تقویت پہنچانے کے لیے استعمال کیا۔ متاخرین نے اسے طریقت کا ایک جزو قرار دے دیا ہے اور اس کے غلط استعمال سے گوناگوں نقصان اٹھا رہے ہیں۔ کوئی تپ دق میں مبتلا ہو جاتا ہے، کسی کا دماغ خراب ہو جاتا ہے، کسی کا مثانہ پھٹ جاتا ہے۔ اس قسم کی رجعتوں کو دیکھتے ہوئے بھی نقشبندی یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ جس چیز کا ضرر اور نقصان اس دنیا میں ظاہر ہو اس سے دوسرے جہان میں کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ خداوند تعالیٰ طریقت کی لازوال رجعتوں سے پناہ میں رکھے۔

سوال: ایمان بالغیب سے کیا مراد ہے؟

جواب: غیب سے مراد عالمِ غیب ہے جس میں ذاتِ باری تعالیٰ، رسول، ملائکہ، جن اور شیاطین شامل ہیں۔ ان سب کی ہستی کا اقرار کرنا شرطِ ایمان ہے۔ لیکن آج کل

Marfat.com

زمانہ روحانیت سے اس قدر دور چلا گیا ہے کہ ان کو شیطان بھی اپنی صورت دکھانے میں عار محسوس کرتا ہے۔ عالمِ غیب کی دیگر مخلوقات کا تو ذکر ہی الگ ہے۔ یُؤمِنُونَ بِالْغَیْبِ میں تمام عالمِ غیب کی طرف اشارہ ہے۔ اس سے بن دیکھے ایمان لانا مراد نہیں۔

سوال: قادری مرید کا اگر پیر فوت ہو جائے تو اسے دوبارہ اسی طریقے یا کسی اور طریقے میں بیعت کر لینی چاہیے یا نہیں؟

جواب: اگر کسی قادری مرید کا پیر فوت ہو جائے اور اس کے کام میں رکاوٹ نہ ہو تو اسے دوبارہ بیعت ہرگز نہیں کرنی چاہیے یا اگر کرے تو اسی خاندان میں تجدید کرے اور کسی طریقے میں بیعت نہ کرے۔

سوال: کوئی سورت پڑھتے وقت اس کے مؤکلات کا نام بھی پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: کوئی سورت پڑھتے وقت اس کے موکلات کا نام پڑھنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ مؤکلات ایسے بھی حاضر ہو جاتے ہیں۔ صرف پڑھنے میں تاثیر ہونی چاہیے۔ کسی کلام کو زیادہ بار پڑھنے کی بجائے اگر صرف چند بار توجہ اور غور سے پڑھا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

سوال: مراقبہ کیسے شروع ہوتا ہے؟

جواب: میرے مراقبے کی ابتدا یوں ہوئی کہ کالج کے زمانے میں جب کبھی میں اپنے نفسِ ناطقہ کی طرف متوجہ ہوتا اور اپنے اندر اپنے آپ کو تلاش کرتا تو اپنی ہستی کے آثار اکثر اپنے ماتھے میں دونوں ابروؤں کے درمیان پاتا اور جب کبھی اس کی طرف متوجہ ہو کر ٹکٹکی باندھتا تو مجھ پر غنودگی طاری ہو جاتی اور میں اپنے آپ میں ڈوب جاتا۔ اس بے خودی اور بے ہوشی کے عالم میں نہایت عمدہ اور طول طویل خواب دیکھتا اور یوں محسوس ہوتا کہ بہت عرصہ تک مناظر دیکھتا رہا ہوں لیکن آنکھ کھلنے پر معلوم کرتا کہ ایک لحہ بھی نہیں گزرا۔ یہ مراقبے کی ابتدا تھی۔ پھر معاملہ اختیاری بن گیا اور جب کبھی لیٹے لیٹے اس طرف تھوڑا سا خیال کرتا تو ایک دم بے خود ہو جاتا اور بہت طویل مناظر دیکھنے کے بعد ہوش میں آتا۔ لحظہ

Marfat.com

بھر میں ہزار ہا تماشے اور نظارے دیکھ لیتا اور سیر وسیاحت کر لیتا۔ اس طرح مراقبے میں آنا جانا اپنے اختیار میں ہو گیا۔

سوال: آپ کو دعوت القبور کی کلید کب اور کیسے حاصل ہوئی؟

جواب: دعوت القبور کی کلید مجھے ابتدائے سلوک ہی میں حاصل ہو گئی تھی۔ جن دنوں میں نے کالج چھوڑ کر فقیری اختیار کر لی اور دربار شریف پر سکونت پذیر ہو گیا۔ میرے والد بزرگوار دیگر ہمراہیوں کے ساتھ حج کے ارادے سے پہلے دربار شریف آئے اور مجھ سے کہا تم بھی ساتھ چلو۔ میں چونکہ حضرت سلطان العارفینؒ کی باطنی زنجیر میں جکڑا ہوا تھا اس لیے معذرت چاہی۔ جاتے وقت والد صاحب نے مجھے ایک معقول رقم دی کیونکہ ان کو میری تہی دستی کا علم تھا۔ میں نے اس میں سے آدھی رقم مزارِ پاک پر رکھ دی، کچھ رقم دکاندار کے قرض میں دے دی اور باقی رقم عظمت نامی ایک فقیر اور غریب درویش کے پلّو کے ساتھ اسے بتائے بغیر باندھ دی جب وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر گہری نیند سو رہا تھا اور باوجود سخت ضرورت اور احتیاج کے ایک پائی بھی اپنے پاس نہ رہنے دی۔ اسی رات مجھے دعوت القبور کی کلید حاصل ہو گئی۔ اس کی تفصیل عرفان میں موجود ہے۔

سوال: فقرا کے خمول اور گمنامی کا کیا انداز ہوتا ہے؟ آپ نے عرفان میں اپنا سب کچھ ظاہر کر دیا ہے اور کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھی۔

جواب: اس کے جواب میں مسکرا کر فرمایا ابھی کہاں، اگر حقیقت ظاہر ہو گئی تو ساری دنیا یہاں آ کر بیٹھ جائے گی۔ دنیا کو میرا مرتبہ میری موت کے بعد معلوم ہو گا۔ میرا اپنا مسلک خمول اور گمنامی ہے۔ فرمایا ایک دفعہ میں رات کے وقت شہر کلاچی میں اپنی مسجد کے اندر بیٹھا ذکر کر رہا تھا۔ اچانک میری پیٹھ سے ایک وجود نکلا اور پشت ہی کی طرف تیر کی سی تیزی سے جانے لگا اور ایک بہت دور دراز جگہ پر تاریکی میں سے گزرا۔ حتیٰ کہ میں ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں میں نے یاجوج ماجوج کے ڈھیر کے ڈھیر لگے ہوئے دیکھے جو ایک دوسرے کے اوپر تلے ہو رہے تھے۔ ان کی شکلیں انسان اور خرگوش کے مابین تھیں۔ جب میں وہاں پہنچا تو مجھ پر روشنی ہوئی

میں نے حضرت سلطان العارفینؒ کی کتابوں میں پڑھا تھا کہ بعض طالبوں کو فرشتے اور موکل چشمۂ آبِ حیات پر لے جاتے ہیں۔ اگر وہاں طالب پر روشنی ہو جائے تو وہ زندگی بھر گمنامی میں رہتا ہے اور اگر تاریکی میں رہے تو شہرت پذیر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ میں نے اس کو اپنے حال کے مطابق پایا۔

سوال: دل کی بینائی سے کیا مراد ہے؟

جواب: دل کا لطیفہ زندہ اور بیدار ہو جاتا ہے تو وہ باطنی اور روحانی دنیا میں طیر سیر اور مشاہدہ کرتا ہے۔ لطیفۂ قلب کی بصیرت اور بینائی سے عارف اور روحانی کامل عالمِ ازل، عالمِ ابد، عالمِ عقبیٰ، عالمِ دنیا، عالمِ برزخ اور عالمِ قدس شہود کا تماشہ کرتا ہے۔ اسی کا نام دل کی بینائی ہے۔

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

سوال: کسی کلام کے عمل میں اجرا کی کیا علامت ہے؟

جواب: جب کسی کلام میں جلالی اثر شروع ہو جاتا ہے تو اپنا شیخ اُسے خواب یا مراقبے میں کوئی ہتھیار مثلاً چاقو، بندوق، چھرا یا کلہاڑی وغیرہ دے دیتا ہے اور جب پڑھنے والے کو اپنے مرشد کی طرف سے آئینہ پھول یا ہار دیا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے کلام میں جمالی اثر شروع ہو گیا ہے۔

سوال: کیا روحانی اہلِ قبور کو دعوت پڑھنے والوں کی ضرورت ہوتی ہے؟

جواب: اہلِ قبر روحانی اس بات کے بڑے مشتاق اور متمنی ہوتے ہیں کہ کوئی عارف کامل فقیر ان کے پاس آ کر تلاوت کلام پاک کرے اور ان کو ثواب بخشے۔ اس کے لیے روحانی اپنی روحانی قوت اور استعداد کے مطابق ہر ممکن کوشش کرتے ہیں اور اہلِ دعوت زندہ کاملین کی خاطر مدارات کرتے ہیں اور ان کو خوش کرتے ہیں۔ ایک دفعہ میں اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ ایک زیارت پر جا رہا تھا۔ میرے ساتھی نے کہا کہ ہم تو اس روحانی اہل قبر کو تب مانیں گے اگر یہ اس وقت ہمارے لیے کوئی عمدہ کھانے کی چیز بھیج دے کیونکہ ہمیں بھوک لگی ہوئی ہے۔ وہ دوپہر کا

Marfat.com

وقت تھا اور گرمیوں کا زمانہ تھا اور ہم ایک ایسے میدان میں جا رہے تھے جہاں دور دور تک کوئی آبادی نہیں تھی اور اس بات کا کوئی امکان نہیں تھا کہ اس غیر آباد علاقے میں کھانے کی کوئی عمدہ چیز مل سکے گی۔ اسی اثنا میں ہم نے دور سے دیکھا کہ ایک آدمی ہمیں پکار رہا ہے اور ہماری طرف دوڑا چلا آ رہا ہے۔ جب وہ قریب پہنچا تو اس نے ہمیں دیکھ کر مایوسی کا اظہار کیا اور کہنے لگا کہ مجھے غلط فہمی ہوئی۔ میں اپنے ایک دوست کے لیے یہ خربوزے لے جا رہا تھا۔ میں نے آپ کو اپنا وہی دوست سمجھ کر آواز دی۔ پھر کہنے لگا خیر وہ نہیں تو نہ سہی اب یہ خربوزے آپ ہی قبول کر لیں کیونکہ اب ان وزنی خربوزوں کو ساتھ اتنی دور واپس نہیں لے جا سکتا۔ چنانچہ وہ خربوزے ہمیں دے کر چلا گیا۔ ہم دونوں نے مل کر خربوزے کھائے۔ بڑے عمدہ اور لذیذ خربوزے تھے۔ اس پر میرا ساتھی اس روحانی کے تصرف کا قائل ہو گیا۔

سوال: کبھی کوئی روحانی اہلِ قبر مخالفت بھی کرتا ہے یا نہیں؟

جواب: گاہے گاہے روحانی اہلِ قبر مخالفت اور مقابلہ بھی کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں اگر اہلِ دعوت خام اور کمزور ہو اور اس کا شیخ کامل نہ ہو تو روحانی اہلِ قبر اس کو سخت نقصان پہنچاتا ہے اور نوبت پاگل پن، لا علاج بیماری اور دنیاوی نا قابلِ تلافی نقصان تک پہنچتی ہے۔ لیکن اگر اہلِ دعوت قوی، پختہ اور طاقت ور ہو اور اس کا شیخ کامل ہو تو پھر روحانی اہلِ قبر مغلوب اور رام ہو کر اطاعت قبول کر لیتا ہے اور اہلِ دعوت کی خاطر مدارات کرتا ہے۔ ایک دفعہ میں نے ایک قبر پر دعوت پڑھی۔ میں نے دیکھا کہ اہلِ قبر ایک روحانی حلقے کے درمیان بیٹھا ہے اور چاروں طرف اس کے مرید اور شاگرد بیٹھے ہیں۔ اور وہ سب کے سب عالم حیرت و استعجاب میں بیٹھے ہیں وہاں اُس صدرِ حلقہ روحانی کے بائیں پہلو میں مجھے ایک سرخ رنگ کی تلوار چمکتی ہوئی دکھائی دی جو گاہے ظاہر ہوتی تھی اور گاہے غائب ہو جاتی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ روحانی اٹھا اور تلوار سنبھال کر مجھ پر حملہ کرنا چاہا۔ مگر میرے قریب پہنچ کر اور مجھے دیکھ کر مجھ سے خود بخود مانوس ہو گیا۔ بعض

Marfat.com

اوقات اس طرح کی باطنی لڑائی ٹھن جاتی ہے اور مقابلہ شروع ہو جاتا ہے اور سلسلۂ طریقت کے تمام روحانی بزرگ اپنے مرید کی امداد کو پہنچ جاتے ہیں۔
آپ نے بیان فرمایا کہ میں نے ایک مرید کو دعوت پڑھنے کی اجازت دی۔ اس نے جب دعوت پڑھی تو باطن میں اہل قبر روحانی تلوار لے کر اس پر حملہ آور ہوا۔ اُس مرید نے بھی تلوار سنبھال لی۔ اس مرید کا بیان ہے کہ عین اسی وقت آپ آئے اور ہم دونوں کی تلواریں پکڑ لیں اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

سوال: اخفائے احوال کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب: اس لیے کہ ایسا نہ کرنے سے قوتِ توفیق زائل ہو جاتی ہے اور پھر طالب حسبِ خواہش عبادت نہیں کر سکتا۔ حتیٰ کہ بعض اوقات نوبت ترکِ فرائض تک جا پہنچتی ہے۔ لہٰذا مبتدی کو چاہیے کہ اپنی ریاضت، عبادت اور مجاہدے اور باطنی احوال کا ذکر عوام کے سامنے نہ کرے۔ البتہ جب کوئی عارف کامل ہو جائے اور ابتدائی منازل کامیابی کے ساتھ طے کرے تو پھر اظہار سے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

روشن ضمیر راچہ غم از اختلاطِ خلق
دریا بہ مشتِ خاک مکدر نمے شود

سوال: مجذوبیت کیا چیز ہوتی ہے؟

جواب: مجذوب وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے شعور کا آئینہ تجلیاتِ الٰہی سے چکنا چور ہو جاتا ہے اور وہ اپنے ہوش وحواس کھو کر عام دیوانوں کی طرح ہو جاتے ہیں۔ دیوانوں کی طرح شرعی حدود اور حکم وتعزیر سے معاف ہو جاتے ہیں۔ مجذوب عموماً عنصری جثوں کے ساتھ روحانی محفلوں میں شامل ہوتے ہیں۔ لیکن تمام دیوانے اور پاگل مجذوب نہیں ہوتے۔ سینکڑوں ہزاروں میں سے کوئی ایک آدھ حقیقی مجذوب ہوتا ہے۔ ورنہ اکثر دیوانے، چرس، بھنگ اور دیگر منشیات سے اس حالت کو پہنچتے ہیں۔ بہت سے دماغی امراض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی حقیقی مجذوبیت وغیرہ نہیں ہوتی۔ اکثر نادان اور جاہل لوگ ان واقعی پاگلوں، دیوانوں اور فاترالعقل لوگوں کو مجذوب سمجھ کر ان کی خدمت کرتے رہتے ہیں اور

Marfat.com

کچھ فائدہ حاصل نہیں کرتے۔

سوال: آپ کو پہلی بار سلطان العارفینؒ کے باطنی دربار میں کس طرح باریابی حاصل ہوئی؟

جواب: جب میں کالج چھوڑ کر دربار شریف پہنچا تو وہاں چند یوم گزارنے کے بعد مجھے باریابی نصیب ہوگئی۔ حضرت سلطان العارفینؒ نے فرمایا: ''نور محمد! اچھا ہوا تم وقت پر پہنچ گئے ورنہ ہم تو اپنی دکان بند کرنے والے تھے اور اپنی باطنی بساط لپیٹنے والے تھے۔''

آپ نے فرمایا کہ جن اولیائے کرام کی روحانی طاقت بہت زیادہ ہوتی ہے وہ روحانی شہنشاہوں اور اعلیٰ حکام کی طرح ہوتے ہیں۔ ان سے باریابی حاصل کرنے میں نسبتاً زیادہ وقت صرف ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ بہت زیادہ مصروف ہوتے ہیں۔ ان کے ملاقاتیوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے ہر ملاقاتی کے لیے ملاقات کا ایک وقت مقرر کر دیا جاتا ہے اور اس خاص وقت ہی میں ملاقات ہوتی ہے۔ جیسے اس ظاہری دنیا میں بڑے بادشاہوں، ملکوں کے سربراہوں اور اعلیٰ حکام سے ملنے کے لیے وقت کا تعین کرنا پڑتا ہے اور وہ ہر وقت ہر کسی سے ملاقات کے لیے وقت نہیں نکال سکتے۔ یہی حال باطنی اور روحانی شہنشاہوں کا بھی ہے جو روحانی کم درجے اور کم مرتبے کے ہوتے ہیں۔ ان سے ملاقات فوراً ہو جاتی ہے۔ ان کی مثال چھوٹے اہلکاروں کی ہوتی ہے۔

سوال: اہلِ قبر روحانیوں انبیا اور اولیا سے استمداد کی شرعی صورت کیا ہے اور غیر اللہ کو نہ پکارنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عرب کے اندر بت پرستی کا بہت زور تھا۔ گھر گھر بت خانہ تھا اور ہر قبیلے کا الگ الگ بت خدا تھا جنہیں وہ لوگ اپنی حاجات کے لیے پکارا کرتے تھے اور ان کو معبود اور الہ تصور کرتے تھے۔ ان کو سجدے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو یکسر بھلا کر اور فراموش کر کے انہی بتوں کو حاجت روا اور قادرِ مطلق خیال کرتے تھے۔ انہی بتوں کو خیر وشر، موت وحیات،

فتح وشکست اور نفع ونقصان کا خالق اور مالک سمجھتے تھے۔قرآن نے انہی لوگوں کو براہِ راست خطاب کر کے ان کو اصنام اور غیر اللہ سے استمداد کرنے سے منع کیا اور اس کو کفر اور شرک قرار دیا۔قرآن میں جہاں جہاں غیر اللہ کا ذکر آیا ہے ان سے یہی بت مراد ہیں اور بتوں کو معبود ماننے والوں سے خطاب کیا گیا ہے۔

اللہ کے راستے میں وسیلہ پکڑنا منع نہیں۔

وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ (المآئدة۵: ۳۵) (اللہ کی راہ میں وسیلہ ڈھونڈو) اور یہ وسائل صرف انبیا، اولیا اور صوفیا ہیں۔ان سے روحانی رہنمائی، ہدایت اور دینی و دنیوی مشکلات میں استمداد کرنا منع نہیں اور یہ غیر اللہ میں ہرگز شمار نہیں ہوتے بلکہ یہ تو حزب اللہ میں شمار ہیں۔

فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ (المآئدة۵: ۵۶)۔ "اور بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے"۔ان کا ہر فعل اللہ کا فعل اور ان کا ہر قول اللہ کا قول ہے۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

یہ جب کنکر پھینکتے ہیں تو اللہ فرماتا ہے کہ یہ کنکر انہوں نے نہیں پھینکے بلکہ اللہ نے پھینکے ہیں: وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ج (الانفال۸: ۱۷)۔یہ مقدس ہستیاں جب کسی کو بیعت کرتی ہیں تو اللہ ان کے ہاتھوں کو اپنا ہاتھ کہہ کر ان کی بیعت کو اپنی بیعت سے تعبیر فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ط یَدُاللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ج (الفتح ۴۸: ۱۰)۔یہ پاک لوگ جو کچھ کہتے ہیں اللہ اس کو اپنی وحی اور اپنی القا قرار دیتا ہے:

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝ (النجم ۵۳: ۳۔۴)۔ یہ خدا کے بندے زائد عبادت اور اطاعت سے اللہ کے اس قدر قریب ہو جاتے ہیں کہ اللہ ان کی آنکھیں (بصارت) بن جاتا ہے۔وہ اللہ کی آنکھوں (بصارت) سے دیکھتے ہیں۔اللہ ان کے کان (سماعت) بن

Marfat.com

جاتا ہے وہ اسی سے سنتے ہیں اور اللہ ان کی زبان بن جاتا ہے وہ اسی سے کلام کرتے ہیں۔

يَتَقَرَّبُ الْعَبْدُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَكُوْنَ عَيْنَيْهِ يَنْظُرُبِی وَ اُذُنَيْهِ يَسْمَعُ بِیْ وَاَيْدِيه الَّذِيْنَ يَبْطِشُ بِیْ وَلِسَانِهٖ الَّذِيْنَ يَنْطِقُ بِیْ۔

یہ اصحاب تو فنا فی اللہ ہوتے ہیں۔ ان پر اللہ کا رنگ غالب ہوتا ہے وہ اللہ کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اور وہ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ز (البقرۃ ۲: ۱۳۸)۔ ''یہ اللہ کا رنگ ہے اور اللہ کے رنگ سے اچھا رنگ اور کس کا ہوگا''۔

اولیاء اللہ و اللہ اولیا
ہیچ فرقے درمیاں نبود روا

ان لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کر کے جان دے دی۔ ان کو مردہ نہ کہو بلکہ یہ زندہ ہیں۔ تمہیں ان کی زندگی کا شعور اور ادراک نہیں۔ وہ زندوں کی طرح کھاتے پیتے اور کام کرتے ہیں۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ٥ (البقرۃ ۲: ۱۵۴)۔ ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم نہیں سمجھتے''۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ٥ (آل عمرٰن ۳: ۱۶۹)۔ ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ نہ سمجھ بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق کھاتے ہیں۔''

لہٰذا ان سے دینی اور دنیوی مشکلات میں استمداد کسی طرح بھی ناجائز اور ناروا نہیں۔

وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ٥ (بنی اسرآئیل ۱۷: ۶)۔ ''اور تم کو اموال اور فرزندوں کی مدد فراہم کی اور تمہارا گروہ

Marfat.com

بڑھا دیا''۔ اموال اور اولاد استمداد کا باعث اور ذریعہ بن سکتے ہیں تو انبیا اور اولیا سے استمداد کے جواز میں کوئی امر مانع نہیں۔ اہلِ حدیث اور وہابیوں نے ان آیات کو جو بتوں کے حق میں نازل ہوئیں تھیں ان کو انبیا اور اولیا پر منطبق کر دیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جو رئیس المفسرین ہیں کہ قربِ قیامت میں اہلِ ہوا ان آیات کو جو کفار اور مشرکین کے بارے میں آئی ہیں مسلمانوں کے حق میں بیان کریں گے۔

سوال: بعض لوگ چاروں سلسلوں میں خلافت کے مدعی ہوتے ہیں اور چاروں سلسلوں میں بیعت کرتے ہیں۔ یہ کیسا ہے؟

جواب: یہ چار کشتیوں میں پیر اڑانے کی کوشش کے مترادف ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ممکن نہیں اور اس کا انجام ہلاکت ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ اس کے چار باپ ہیں یا کوئی خاتون یہ دعویٰ کرے کہ اس کے چار خاوند ہیں یا جیسے کوئی یہ کہتا ہے کہ اس کے چار مذہب ہیں۔ طریقت اور سلوک میں یہ بالکل غلط ہے۔ مذہب ایک ہوتا ہے، باپ ایک ہوتا ہے اور خاوند بھی ایک ہوتا ہے۔ یہ لوگ اپنی پیری کی دکان چمکانے اور عوام کو فریب دینے کی خاطر ایسا کرتے ہیں تا کہ ان کے جال سے کوئی بچ کر نہ جانے پائے۔

یک پدر یک پیر یک شوہر نگر

سوال: عرفان کو آپ نے مضامین کے لحاظ سے کوئی خاص ترتیب نہیں دی۔ کوئی مضمون کہاں ہے اور کوئی کہاں اگر اس کو باقاعدہ ترتیب دیتے تو بہتر ہوتا؟

جواب: عرفان کی یہی بے ترتیبی اور بے ربطی ہی اس کی خوبی اور اثر کا باعث ہے۔ قرآن شریف بھی اسی طرح نازل ہوا ہے۔ ایک مضمون کہیں ہے اور اس کا بقایا حصہ پھر دوسرے مقام پر آیا ہے اور اس کی خوبی اسی میں ہے۔ حضرت سلطان العارفینؒ نے جس قدر کتابیں لکھی ہیں سب کی سب اسی طرح کی ہیں اور یہی ان کی خوبی اور وجہِ امتیاز ہے۔

......oooooooo......

Marfat.com

فقر وتصوف اور روحانیت کے اسرار ورموز کا بیش بہا خزانہ

مکتُوباتِ سروری

حضرت قبلہ فقیر نور محمد صاحب سروری قادری رحمۃ اللہ علیہ کا انیسویں اور بیسویں صدی کے سر برآوردہ بزرگوں اور اولیائے کرام میں شمار ہوتا ہے۔ آپؒ نے زندگی میں اپنے ارادتمندوں کو ہزاروں کی تعداد میں خطوط لکھے۔ جن کی بہت زیادہ وقعت اور اہمیت ہے۔ کیونکہ ان میں بہت سے دینی، روحانی اور شرعی مسائل کا حل موجود ہے۔ ان تمام خطوط کو جمع کرنا تو ممکن نہیں لیکن جو خطوط دستیاب ہو سکے ہیں ان کو اس کتاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔

یہ خطوط سب سے پہلے حکیم محمد رفیق حجازی صاحب ایڈیٹر رہنمائے زندگی ٹوبہ ٹیک سنگھ نے ۱۹۶۴ء میں شائع کیے۔ انہوں نے زیادہ تر وہ خطوط جمع کر کے شائع کیے جو ان کے اپنے نام حضرت قبلہؒ نے تحریر فرمائے تھے۔ دوسرے ارادتمندوں کے بہت تھوڑے خطوط ان کے ہاتھ لگے۔ وہ بھی انہوں نے کتاب میں شامل کر لیے۔

اب میں ان خطوط کو دوبارہ شائع کر رہا ہوں۔ میں نے کچھ نئے اور بہت اہم خطوط بھی ان میں شامل کر لیے ہیں جو مجھے دستیاب ہو سکے ہیں۔ حجازی صاحب کے کچھ خطوط میں نے چھوڑ دیئے ہیں۔ اس لیے کہ وہ محض چند سطور پر مشتمل تھے اور ان میں کوئی خاص قابلِ ذکر بات درج نہیں تھی۔ سوائے اس کے کہ فلاں تاریخ کو میرے پاس پہنچ جاؤ۔ یا فلاں دوائی لے آؤ۔ یا ان میں کتابوں کی طباعت کا مختصر ذکر ہے۔

میں نے صرف ان خطوط کو شاملِ کتاب کیا ہے جن میں کوئی خاص مسئلہ زیرِ بحث آیا ہے یا کوئی خاص نصیحت اور ہدایت آموز بات کہی گئی ہے۔ یا کسی بہت اہم دینی اور روحانی نوعیت کے سوال کا تسلی بخش جواب دیا گیا ہے۔ حضرت قبلہؒ کے یہ مکتوبات ایک نہایت ہی اہم اور قیمتی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان مکتوبات میں تصوف اور سلوک کے انتہائی اہم موضوعات کی وضاحت کی گئی ہے اور بہت سے ضروری مسائل کو قرآن اور سنت کی روشنی

Marfat.com

میں بہت احسن طریقے سے حل کیا گیا ہے جو بے شمار طالبانِ راہ سلوک کو پیش آتے رہتے ہیں۔امید ہے یہ کتاب تصوف اور روحانیت سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی۔

آئندہ اگر کوئی اہم خطوط مل گئے تو ان کو بھی انشاء اللہ اگلی اشاعت میں شامل کر لیا جائے گا۔تمام ارادتمندوں سے گزارش ہے کہ اگر ان کے پاس حضرت قبلہؒ کے کوئی اہم خطوط موجود ہوں تو وہ راقم الحروف کو ان کی فوٹوسٹیٹ کاپیاں بھیج دیں۔تا کہ ان کو شاملِ کتاب کیا جا سکے۔

Marfat.com

مکتوب نمبرا

بنام مولوی محمد شفیع، امام مسجد، چک ۲۹۱ گ ب، ضلع فیصل آباد

مولوی محمد شفیع صاحب دام اکرامکم

السلام علیکم

آپ کا مراسلہ موصول ہو کر کاشفِ حالات ہوا۔ امید ہے آپ ہماری مطبوعہ کتب کی توسیع واشاعت میں کوشش کرتے رہا کریں گے۔ ان کتب میں رشد و ہدایت کا بہت قیمتی مواد موجود ہے۔ محک الفقراء کلاں میں شرحِ نورِ محمد ﷺ و روحِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دراصل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کُنْتُ نَبِیًّا وَّکَانَ اٰلادَمُ بَیْنَا لِمَاءِ وَالطِّین کی شرح ہے۔ یعنی حضور ﷺ کے اُس نورِ ظہور نبوت کا بیان ہے کہ جب آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی میں تھے اور حضور ﷺ اُس وقت بھی نبی تھے۔ آپ کی استدعا پر وہ فارسی عبارت درج ذیل ہے:

"شرح نورِ محمد ﷺ وشرح روحِ محمد ﷺ وشرح جسدِ محمد ﷺ"

چوں خدائے تعالےٰ خواست کہ خداوندی ءِ، خود را آشکارا کنم۔ نورے از نورِ خود جدا ساخت۔ در آئینۂ محبت، معرفت، جمالیت مشاہدہ نورِ خود را بخود بین شدہ مبتلا و مشتاق گشت۔ ونام آں نورِ خود را خطاب نورِ محمد ﷺ داد نام محمد ﷺ حبیب از آنست حق سبحانہٗ و تعالیٰ بزبانِ قدرت فرمود بہ بحبٔ و بما ہم سخن شوائے نور۔ نورِ محمد ﷺ در جنبش و جوش در آمد وگفت یا اللہ۔ نام اللہ از نورِ محمد ﷺ اظہار شد۔ وده لکھ وہفتاد وسی ہزار سال اللہ تعالےٰ نورِ محمد را بہمہ نظر نگاہ داشت۔ بعد ازاں حق سبحانہٗ وتعالےٰ از روئے کرم ولطف فرمود کہ اے نورِ محمدؐ روحِ محمد ﷺ شو۔ بحکم حق سبحانہٗ وتعالےٰ از نورِ محمد ﷺ روحِ محمد ﷺ پیدا شد۔ حق سبحانہٗ و تعالےٰ بزبانِ قدرت فرمود کہ اے روحِ محمد ﷺ بحبب و بما ہم سخن شو۔ روحِ محمد ﷺ گفت اَشْهَدُاَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْکَ لَهٗ بعد ازاں بزبانِ قدرت اللہ تعالےٰ فرمود اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔ از کلمۂ توحید صورت نورِ فقر، وحدت، معرفت پیدا شد۔ آں صورتِ روحِ محمد ﷺ را گفت السلام علیکم یا روحِ محمد ﷺ۔ روح محمد ﷺ

Marfat.com

برخاست ۔ وصورت نور فقر توحید و معرفت الٰہی در دِل روح محمد سکونت گرفت ۔ وتصدیق دل بوجود محمد ﷺ مبدل یک وجود و یکتا گشت ۔ باز حق سبحانہٗ وتعالیٰ بزبانِ قدرت فرمود کہ اے روحِ محمد ﷺ بجنب و بما ہم سخن شو روحِ محمد ﷺ گفت لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وحق تعالیٰ بزبانِ قدرت فرمود مُـحَـمَّد "رَّسُوْلُ اللّٰہ ۔ از نور کلمہ ِ طیب صورت اسلام ذکر اللہ علم کلام اللہ پیدا شد ۔ صورتِ علم کلام اللہ روحِ محمد ﷺ را گفت السلام علیکم یا روح محمد ﷺ ۔ روح محمد ﷺ گفت وعلیکم السلام یا کلام اللہ ۔ روحِ محمد ﷺ صورتِ علم را تعظیم داد و پیش علم برخاست ۔ وعلم را برلب بوسید و برچشم نہاد ۔ علم قرار و سکونت برزبانِ محمد ﷺ گرفت و مطالعہ بچشم نمود ۔ سہ لکھ وسی ہزار سال خدائے تعالےٰ روح محمد ﷺ را تعلیم علم دور بدور ۔ حافظہ بحافظہ نمود کہ ہنوز وحی پیدا نمود ۔ اَ لْاٰنَ کَمَا کَان ۔ عَلَّـمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ۔ اِذَاتَمَّ الْفَقْرَ فَهُوَ اللّٰه ، (نقل از محک الفقراء کلاں) ۔

(ترجمہ) شرح نورِ محمد ﷺ ، شرح روحِ محمد ﷺ وشرحِ جسدِ محمد ﷺ ۔ جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اپنی خداوندی کو ظاہر کرے تو اپنے نور سے ایک نور کو جدا کیا اور محبت ، معرفت اور جمالیت کے آئینے میں اپنے نور کا مشاہدہ کیا اور اس کا مشتاق اور شیدائی بن گیا ۔ اور اپنے اس نور کو نورِ محمد ﷺ کا نام اور خطاب دیا ۔ اسمِ محمد ﷺ اسی لیے محبوب ہے ۔ پھر حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس نور سے قدرت کی زبان میں فرمایا کہ اے نور جنبش میں آ اور مجھ سے ہم کلام ہو ۔ نورِ محمد ﷺ جنبش اور جوش میں آیا اور کہا کہ یا اللہ ۔ اللہ کا نام نورِ محمد ﷺ سے ظاہر ہوا ۔ اور دس لاکھ تہتر ہزار سال اللہ تعالیٰ نے نورِ محمد ﷺ کو اپنی نگاہ اور نظر میں رکھا ۔ اس کے بعد حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے از روئے کرم ولطف فرمایا کہ اے نورِ محمد ﷺ روحِ محمد ﷺ بن جا ۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے حکم سے نورِ محمد ﷺ سے روحِ محمد ﷺ پیدا ہوئی ۔ پھر حق سبحانہٗ نے زبانِ قدرت سے فرمایا کہ اے روحِ محمد ﷺ جنبش میں آ اور میرے ساتھ ہم کلام ہو ۔ روحِ محمد ﷺ نے کہا اَشْهَدُاَنْ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے زبانِ قدرت سے فرمایا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ ۔ کلمہ ِ توحید سے نورِ فقر ، وحدت اور معرفت کی صورت پیدا ہوئی ۔ اُس صورت نے روحِ محمد ﷺ سے کہا السلام علیکم یا روحِ محمد ﷺ ۔ روحِ محمد ﷺ اٹھی اور صورت نورِ فقر توحید و معرفتِ الٰہی نے روحِ محمد ﷺ کے دل

Marfat.com

میں سکونت اختیار کر لی اور تصدیقِ دل وجودِ محمد ﷺ میں تبدیل ہو کر یکجان و یکتا ہو گئی۔ پھر حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے زبانِ قدرت سے فرمایا کہ اے روحِ محمد ﷺ جنبش میں آ اور میرے ساتھ ہم کلام ہو۔ روحِ محمد ﷺ نے کہا لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه اور حق تعالیٰ نے زبانِ قدرت سے فرمایا مُحَـمَّـد'' رَّسُوْلُ اللّٰه ۔ کلمۂ طیب کے نور سے اسلام، ذکر اللہ اور علمِ کلام اللہ پیدا ہوا۔ کلام اللہ کی صورت نے روحِ محمد ﷺ سے کہا السلام علیکم یا روحِ محمد ﷺ۔ روحِ محمد ﷺ نے کہا وعلیکم السلام یا کلام اللہ۔ روحِ محمد ﷺ نے صورتِ علم کی تعظیم کی اور علم کے سامنے اُٹھ کھڑے ہوئے اور علم کو بوسہ دیا اور اپنی آنکھوں پر رکھا۔ علم نے زبانِ محمد ﷺ پر سکونت اختیار کی اور مطالعہ میں آیا اور تین لاکھ تہتر ہزار سال اللہ تعالیٰ نے روحِ محمد ﷺ کو دور بدور اور حافظہ بحافظہ علم کی تعلیم دی اور پھر وحی پیدا ہوئی اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ۔ اِذَاتَمَّ الْفَقْرَ فَهُوَ اللّٰه ۔ اللہ جیسے تھا ویسے ہے اور اس نے انسان کو وہ علم سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ فقر کی انتہا اللہ کی ذات ہے۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر۲

بنام ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب، ٹوبہ ٹیک سنگھ، ضلع فیصل آباد

عزیزی ڈاکٹر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم

یہ فقیر سخت بیمار ہو گیا ہے۔ معدہ سرد ہو گیا ہے اور جگر میں ورم ہو گیا ہے۔ دو تین روز سے کچھ نہیں کھایا۔ کمزوری بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ بد ہضمی کی سخت شکایت ہے۔ تکلیف بہت زیادہ ہے۔ خدا جانے زندگی باقی ہے یا ختم ہونے والی ہے۔ موت کو ایک بہانہ درکار ہوتا ہے اور وہ بہانہ میرے بڑھاپے اور ورم جگر کی صورت میں فراہم ہو گیا ہے۔ اور موت جب مقدر ہے اور اللہ کی طرف سے ہے تو اللہ والے اس کا خیر مقدم کرتے ہیں اور انہیں اللہ کے پاس جانے میں خوشی ہوتی ہے کیونکہ ان کا اصلی گھر دارِ آخرت ہی ہے۔ پھر بھی بیماری میں علاج سنت ہے اور علاج کرانا ضروری ہے۔ آپ میری بیماری کی ادویات اور طاقت کے انجکشن لے کر جلدی آجائیں تو بہتر ہوگا۔ شاید افاقہ ہو جائے۔ عمر زیادہ ہو گئی ہے اب تو اوور ٹائم پر جی رہے ہیں۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۳

بنام ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب، ٹوبہ ٹیک سنگھ

مخلصم ڈاکٹر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم

آپ کو یہ معلوم کر کے دلی مسرت حاصل ہوگی کہ اس فقیر نے حال ہی میں دونئی اور نہایت شاندار اور پُر اسرار کتابیں مرتب کی ہیں جو عنقریب چھپنے والی ہیں۔ نیز آپ سے یہ بات بھی مخفی نہیں ہے کہ اس فقیر کی سابقہ تصانیف اور تالیفات سے بے شمار بندگانِ خدا کو رُشد و ہدایت نصیب ہوئی ہے۔ اور بہت سے گم گشتگانِ بادیہ ضلالت ان کے مطالعہ سے راہ راست پر آ گئے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا اور کبھی ختم نہ ہوگا۔

ایک روز حضرت سرور کائنات محمد مصطفےٰ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ اے علیؓ اگر تیری کوشش سے ایک شخص بھی ہدایت پر آ جائے تو تیری نجات کے لیے بس یہی ایک عمل ہی کافی ہے۔ اس حدیث سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس فقیر کی یہ علمی اور قلمی خدمت کس قدر خیر و برکت اور ثواب و سعادت کا کام ہے۔ ہماری یہ خواہش ہے کہ ہمارے خاص مخلص احباب بھی اس سعادتِ ابدی میں ہمارے ساتھ شامل رہیں۔

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی
بیاد آر حریفانِ بادہ پیما را

(جب تجھے اپنے محبوب کے ساتھ بیٹھنے اور شرابِ عشق پینے کا موقع ملے تو اپنے اُن دوستوں کو بھی یاد رکھ جو شرابِ عشق کے شیدائی ہیں)۔ چونکہ آپ بھی ہمارے خاص مخلص ارادت مندوں میں سے ہیں لہٰذا آپ کو بھی اس خط کے ذریعے اس کارِ خیر میں شمولیت کی دعوت دی جاتی ہے۔ امید ہے آپ ہماری اس خیراتِ جاوید اور خیرِ مستمرہ میں مالی معاونت کے ذریعے شامل ہو کر ثوابِ ابدی اور سعادتِ سرمدی حاصل کریں گے۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ ہمارا یہ کام نیک ہے اور نیک نیتی پر مبنی ہے اور اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو حسبِ سابق غیب سے اس کی تکمیل کے اسباب بھی مہیا ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے خاص مخیرّ اور نیک

بخت بندوں کو اس کارِ خیر کی خدمت اور تعمیل پر مامور فرما دے گا۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔

بعض لوگ رسمی رواجی اور نمائشی دینی کاموں میں بڑی بھاری رقمیں بے فائدہ خرچ کر ڈالتے ہیں۔ سو جس طرح کسی کی مذہبی ذہنیت، مالی نوعیت اور ازلی قسمت ہوتی ہے ویسے ہی اُن سے مذہبی مصارف ہوا کرتے ہیں۔ سو جن مخیّر اور نیک طبیعت بندوں کی یہ دلی تمنا ہو کہ اُن کا مال کسی بہترین دینی خدمت میں صرف ہو جس سے وہ اللہ تعالےٰ کی عنایت اور رضامندی حاصل کریں تو یہ فقیر بے لوث اور بے طمع اعلان کرتا ہے کہ اُن کے لیے اس سے بہتر اور زرّیں موقع پھر کبھی پیش نہیں آئے گا کہ وہ ہماری کتابوں کی اشاعت میں اس وقت بھی مالی تعاون کریں اور میرے بعد بھی اس مالی خدمت کو جاری رکھیں۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

بہادر کی بہادری میدانِ جنگ میں معلوم ہوتی ہے اور طالبان جن کی اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربانی اور جاں فشانی کسی جانی داد و ستد یا مالی لین دین کے امتحان کے وقت بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ ورنہ ویسے تو ہر شخص گھر بیٹھے بہادری کے دعوے باندھتا اور سخاوت کی لافیں مارتا رہتا ہے۔ بس ہر کام کے لیے اپنا مخصوص موقع اور ہر شے کے لیے مناسب وقت ہوتا ہے۔

وقت پر ایک بوند دُر ہے ابرِ خوش انجام کا
بعدہٗ برسوں اگر برسا تو پھر کس کام کا

امید ہے آپ اِس زرّیں موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیں گے اور اس کارِ خیر کی اہمیت اور سعادتِ دارین کی قدر و قیمت جان کر اسی کے اندازے کے مطابق اس میں شمولیت اختیار کریں گے اور جاں فشانی میں بڑھ چڑھ کر پیش قدمی کریں گے۔

یہ بزمِ مے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اُٹھائے ہاتھ میں مینا اُسی کا ہے

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

۱۰ اپریل ۱۹۵۲ء

Marfat.com

مکتوب نمبر ۴

بنام ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب، ٹوبہ ٹیک سنگھ

عزیزم محمد رفیق حجازی دام اقبالکم

السلام علیکم

آپ کا اخلاص نامہ موصول ہو کر اس فقیر کی حوصلہ افزائی کا موجب ہوا۔ آپ کے بروقت مالی امداد کرنے سے اس فقیر کے دل پر گہرا اثر ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس جاں فشانی اور قربانی کی اول کافی توفیق اور بعدہٗ وافی اجر دنیا و آخرت میں دے گا۔ اللہ کرے کتابوں کی طباعت کا کارِ خیر کا یہ کام باحسن وجوہ سرانجام ہو جائے۔ تا کہ خلقِ خدا اِس سے مستفید ہو سکے اور اِس سے فیض اور ہدایت پائے۔

یہاں بھی گرمی کی سخت شدت ہے اور آج پانچواں روز ہے۔ پہاڑ جیسے طویل اور کٹھن دن ہیں اور ہمارا تن ضعیف اور جان کمزور ہے، عمر آخر ہے۔ اس فقیر نے اپنے حجرے میں ریت بچھا رکھی ہے اور پنکھا لگا رکھا ہے۔ وقت کٹ جاتا ہے، رات کو طبیعت مضمحل رہتی ہے اور دیر سے بحال ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شاملِ حال رہے تو ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔

یاد رکھیں کہ حتی الوسع اللہ اللہ کیے جائیں اور نفس کو حد سے زیادہ تکلیف میں نہ ڈالیں۔ عبادت کا مقصد اللہ کی معرفت ہے، جان مارنا نہیں۔ جس طرح ظاہری مادی غذا کی زیادتی سے ہاضمہ خراب ہو کر طبیعت کی طلب اور اشتہا کم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بطنِ باطن کو بھی حد سے زیادہ ٹھونسنے سے بعدہٗ دل اللہ اللہ کرنے سے ملول اور سیر ہو جاتا ہے اور تھک کر عدم توازن کا شکار ہو جاتا ہے اور دماغ پر بوجھ پڑ جاتا ہے۔ سو ہر کام میں اعتدال اچھی چیز ہے۔ یہ راستہ ریاضت کے قدموں سے نہیں بلکہ عنایت کے قدموں سے طے ہوتا ہے۔ ریاضت اس واسطے کرائی جاتی ہے تا کہ روحانی دولت کی قدر ہو۔ مفت کی دولت کی قدر نہیں ہوا کرتی۔ دراصل معاملہ سب فضل اور عنایت پر موقوف ہے۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۵

بنام ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب، ٹوبہ ٹیک سنگھ

مخلصم ڈاکٹر محمد رفیق حجازی سلمہٗ

السلام علیکم

آپ کا مراسلہ موصول ہو کر کاشفِ حالات ہوا۔ آپ نے عرفان کے نسخوں کی بابت لکھا ہے کہ لاہور کے کتب فروشوں سے بات ہوئی ہے۔ مگر مجھے لاہور کے کتب فروشوں اور تاجروں پر کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ہماری کتابیں اللہ تعالےٰ کے محض فضل و کرم سے اور آپ جیسے مخلصوں کی انفرادی کوششوں سے چلی جائیں گی۔ انشاء اللہ یہی صورت اور رفتار اچھی ہے۔ ہمیں اتنی جلدی کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نقل مکانی کا ارادہ اس فقیر کا پختہ ہے۔ یہاں سے تو میں مدت سے دل برداشتہ ہوں۔ صرف موقع اور محل کی تلاش میں ہوں۔ اگر ایک دفعہ قدم جم گئے تو پھر انشاء اللہ سب کام اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے درست ہو جائیں گے۔ اپنے آبائی وطن سے تو میں مدت سے دل برداشتہ اور تنگ آ گیا ہوں۔

ہر ملک ملکِ ماست کہ مُلکِ خدائے ماست

(ہر وطن اور ہر ملک ہمارا وطن اور ہمارا ملک ہے کیونکہ ہر ملک ہمارے خدا کا ملک ہے)۔ باقی یاروں دوستوں کی ملاقات اور محبت بھی ضروری بات ہے۔ اس دور دراز اور دور افتادہ جگہ تک میرے مخلصوں کی رسائی بڑی مشکل سے ہوا کرتی ہے۔

نشاطِ عمر ملاقات دوستداران است

چہ حظ برد خضر از عمرِ جاوداں تنہا

(زندگی کا لطف دوستوں کی ملاقات اور محبت ہی میں ہے۔ عمرِ جاوداں سے تنہا رہ کر خضرؑ کیا لطف اور سرور حاصل کر سکے گا)۔

آپ سرِدست ٹوبہ ٹیک سنگھ میں کسی کرائے کے مکان کی تلاش کریں۔ کتاب شرح رسالہ روحی اور صلوٰۃ الکبریٰ وغیرہ آدھی لکھی جا چکی ہے۔ باقی اسی ماہ ختم ہو جائے گی۔ یہ کتاب بالکل نئی اور انوکھی ہے اور اس زمانے کے لوگوں کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی۔

دعا گو: فقیر نور محمد سروری قادری، ۳۱ جولائی، ۱۹۵۳ء

Marfat.com

مکتوت نمبر ۶

بنام ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب، ٹوبہ ٹیک سنگھ

مخلصم ڈاکٹر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم

آپ کا خط ملا احوالِ مندرجہ سے آگاہی ہوئی۔ آپ نے اپنی قلبی بے اطمینانی کا شکوہ کیا ہے۔ واقعی اس زمانے میں تخم اسم اللہ ذات کے سرسبز ہونے اور پھلنے پھولنے کے سامان اور ذرائع بہت کم ہو گئے ہیں۔ بلکہ اس کے برخلاف اس کے پژمردہ اور مرجھانے اور خشک ہو جانے کے ذرائع اور اسباب بکثرت ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ ان مختلف اسباب اور جنودِ ابلیس کا پامردی سے آخرم دم تک مقابلہ کرے اور ہمت نہ ہارے۔ شیطان اندر میں بیٹھا انسان کے اور خصوصاً اللہ کے طالب کے خلاف بڑے بڑے زبردست منصوبے سوچتا رہتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اپنے مولیٰ کی طلب سے منہ نہ موڑے اور اس کے ذکر کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھے اور اللہ والوں سے رشتہ نہ توڑے۔ یہی راستے کے اچھے رفیق ہیں۔ شیطان اسی رسی کو توڑنے کے درپے رہتا ہے۔ خربوزے گرمی کے موسم میں ہوا کرتے ہیں۔ خدا کرے کہ دل کی ولایت میں سرد مہری اور سرد موسم نہ آئے۔ دل میں اللہ تعالیٰ کے نام کی گرم بازاری اور گرمی ہو تو اللہ کے نام کے خربوزے خوب پکتے ہیں۔ زیادہ کیا لکھوں۔

عرفان کا دوسرا حصہ لکھ رہا ہوں۔ نیز ایک مخلص نے عرفان کا انگریزی ترجمہ کیا ہے۔ اس کو یہاں ٹائپ کروا رہا ہوں۔ میرے خیال میں کتاب سلطان الاوراد کو پانچ صد کی تعداد میں چھپوایا جائے اور رسالہ روحی اور درود صلوٰۃ الکبریٰ اور قصیدہ غوثیہ وغیرہ کو ایک ہزار کی تعداد میں چھاپ دیا جائے تو بہتر ہوگا۔ لوگ کتابوں کے اتنے خواہاں نہیں ہوتے جس قدر وِرد اوراد کے ہوا کرتے ہیں۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری

۳۱ جولائی، ۱۹۵۳ء

Marfat.com

مکتوب نمبر ۷

بنام مولوی محمد شفیع صاحب، فیصل آباد

مخلصم

مولوی صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم

آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ آپ نے حضرت سلطان العارفینؒ کی کتاب کے ایک مشکل اشکال کا حل طلب کیا ہے کہ مرید اگر ناقص ہے اور بعد میں مرشد اُسے دور پھینک دیتا ہے تو پہلے اُسے قبول کیوں فرماتا ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بہت سے منافق محض دنیوی مفاد اور مالِ غنیمت کے حصول کے لیے اسلام میں داخل ہو گئے تھے اور حضور ﷺ نے ان کو قبول فرمالیا تھا کیونکہ اسلام ہر ظاہری کلمہ پڑھنے والے کو قبول کرتا ہے۔ اسی طرح مرشد کی جب شہرت ہو جاتی ہے اور ہر قسم کے لوگ اس کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوتے ہیں۔ تو بعض لوگ محض اپنے اغراضِ دنیوی کے سبب مرید ہو جاتے ہیں۔ بعض آخرت کے طالب ہوتے ہیں اور کوئی خال خال مولیٰ کا طالب پیدا ہوتا ہے۔ سو مرشدِ کامل ظاہرداری کے سبب سب کو قبول فرماتا ہے اور سب کو اپنی دینی، دنیوی، اُخروی اور مولائی مراد تک پہنچاتا ہے بعض بادشاہ کی رعیت کی طرح عام مریدوں میں داخل ہو جاتے ہیں، بعض سرکاری ملازموں کی طرح خاص مرید ہوتے ہیں اور بعض مولیٰ والوں کو اپنے اہلِ بیت اور شاہی خاندان میں شامل فرماتا ہے۔ دور پھینکنے سے مراد عام مریدوں میں ڈال دینا ہے۔ جیسا کہ زرگر اور سنار خالص سونے سے زیورات بنالیتا ہے اور کھوٹے سونے کو کٹھالیوں میں گلا گلا کر اور ان کا کھوٹ نکال نکال کر بعد میں قبول کرتا ہے۔ لیکن کامل مرشد کا کوئی مرید فیض سے محروم نہیں رہتا۔ ہر شخص اپنے من کی مراد پاتا ہے۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۸

بنام ڈاکٹر رفیق حجازی صاحب، ٹوبہ ٹیک سنگھ

مخلصم ڈاکٹر محمد رفیق دام اقبالکم

السلام علیکم

آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ آپ کی میونسپلٹی کا حال آپ کے خطوط سے اور آپ کے بھانجے حکیم معراج الدین کی زبانی اور اخبارات سے معلوم ہوتا رہا ہے۔ دنیا دار لوگ دنیوی مفاد اور اقتدار کی خاطر جان و مال اور ایمان سے گزر جاتے ہیں اور جس طرح بن پڑے اُلو سیدھا کرتے ہیں۔ اکثر اس معاملے میں ایمان دار اور دین دار آدمی اپنی سادہ لوحی کے سبب اُن پر اعتبار کر کے دھوکہ کھا جاتا ہے۔ آخر وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالےٰ کو منظور ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کا یاور اور مددگار رہے۔ دنیا دار لوگوں کی قسموں اور قرآنوں پر ہرگز اعتبار نہ کریں خواہ وہ تمام تاج کمپنی سر پر اٹھا کر پیش کر دیں۔

وائس پریذیڈنٹ شپ کے الیکشن میں آپ کی ناکامی سے افسوس ہوا۔ اللہ تعالےٰ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت مخفی ہوتی ہے۔ آپ پہلے بھی کافی مشغول اور مصروف آدمی ہیں۔ اگر یہ بلا گلے پڑ جاتی تو خدا جانے آپ کو سر کھجلانے کی بھی فرصت نہ ملتی۔ داناؤں نے سچ کہا ہے۔

کارِ دنیا درازئے دارد

ہرچہ گیرید مختصر گیرید

(دنیا کے کام طوالت رکھتے ہیں۔ لہٰذا جو کرو مختصر کرو)

پہلے آپ کی ممبر شپ لوگوں کو نہیں بھاتی تھی۔ صاحب النعمۃ محسودٌ۔ آپ کی روز بروز کی ترقی پر حاسدوں کی بُری نظریں دونالی بندوق کی طرح لگی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو ان کی بُری نظروں سے محفوظ اور مامون رکھے۔ اس ناکامی سے مایوس اور ملول نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کے عوض آپ کو بڑی کامیابی عطا فرما دے گا۔

Marfat.com

ہاں مشو نومید چوں واقف نہ ز اسرارِ غیب
باشد اندر پردہ بازیہائے پنہاں غم مخور

(ناامید اور مایوس نہ ہو کیونکہ تو غیب کے اسرار و رموز سے واقف نہیں۔ اندرونِ پردہ مخفی کھیل کھیلے جاتے ہیں، غم نہ کر)۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر۹

بنام ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب، ٹوبہ ٹیک سنگھ

مخلصم ڈاکٹر محمد رفیق سلمہٗ

السلام علیکم

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ ایک حاسد اور بدخواہ شخص نے اس فقیر کے خلاف غلط پراپیگنڈا شروع کر رکھا ہے کہ اس فقیر کو دربار شریف کے کسی سجادہ نشین سے بیعت اور خلافت حاصل نہیں ہے۔ لہٰذا اس فقیر کی بیعت ٹھیک اور درست نہیں ہے۔ اس بنا پر وہ میرے مخلصوں کو مجھ سے بدگمان اور بدظن کرتا پھرتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ایک دفعہ اس فقیر نے اپنی بہت سی کتابیں چلانے کے لیے اس کے حوالے کی تھیں۔ چنانچہ وہ تمام کتابوں کی رقم کھا گیا۔ اب کی دفعہ میں نے چونکہ کتابیں اُسے نہیں دی ہیں اس لیے اس دکھ اور درد کی وجہ سے اس نے میرے خلاف یہ جھوٹا پراپیگنڈا شروع کر رکھا ہے۔ چنانچہ سنا ہے کہ آپ بھی کسی قدر اس کے جھوٹے پراپیگنڈا کا شکار ہو گئے ہیں اور چند روز سے کشیدہ نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب مجھے ایسے تنگ مزاج، کم ظرف مرید طالبوں کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ جو کسی اہل غرض کی معمولی بکواس سے سالہا سال کی خدمتوں کو ضائع کر کے مرشد سے بگڑ کر پھر جائیں۔ اور خس وخاشاک کی طرح کسی گوزِخر کے ہوا کے جھونکے سے اڑ کر ادھر سے اُدھر ہو جائیں اور اپنی راہ چھوڑ جائیں۔

اللہ تعالیٰ شاہدِ حال ہے کہ آج طریقہ قادری میں جو باطنی اور روحانی نسبت اس فقیر کو اللہ تعالیٰ، اس کے رسولِ مقبول ﷺ اور اپنے پیر محبوب سبحانی عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور مرشد سلطان العارفینؒ کے ساتھ حاصل ہے آج روئے زمین پر وہ کسی کو حاصل نہیں ہے۔ باقی رہا ظاہری بیعت اور خلافت کا معاملہ سو میں اللہ تعالےٰ کو حاضر ناظر جان کر بالکل سچ کہتا ہوں کہ مجھے پہلے تو بچپن میں اپنے والد صاحبؒ نے حضرت صالح محمد صاحبؒ سے بیعت کرایا تھا۔ مجھے وہ وقت اور زمانہ آج تک یاد ہے۔ بعدہٗ میں نے حضرت نور احمد صاحبؒ سے کلاچی کے ایک موضع لڈی میں بیعت کی۔ بعدہٗ انہوں نے میرے والد صاحب کی موجودگی میں مجھے

Marfat.com

خلافت نامہ بھی لکھ کر دے دیا تھا۔ حالانکہ اُس وقت مجھے لوگوں کو بیعت کرنے اور طالب مرید بنانے کا وہم وگمان نہیں تھا۔ وہ خلافت نامہ کوئٹہ کے زلزلہ میں ضائع ہو گیا تھا۔ بعدہٗ حضرت امیر سلطان صاحبؒ کو جن دنوں یہ فقیر کتاب نور الہدیٰ فارسی مشکوٰۃ شریف ترجمہ اور شرح کے ساتھ سنایا کرتا تھا تو انہوں نے ایک دن فرطِ محبت سے اپنے سر سے اپنی کالی پگڑی اتار کر اس فقیر کے سر سے اپنے دستِ مبارک سے باندھ دی تھی۔ دربار کے اکثر فقراء اور موجودہ صاحب زادگان کو یہ واقعہ یاد ہے۔ موجودہ سجادہ نشین اس فقیر کے شاگرد ہیں۔ ان سے واقعی اس فقیر کو نہ بیعت کی ضرورت ہے اور نہ رسمی خلافت کی حاجت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ صَاحِبُ النِّعْمَۃِ مَحْسُوْد"، جس شخص کو کچھ نعمت حاصل ہو اس پر ساری دنیا حسد کرتی ہے۔ میری موجودہ عزت اور توقیر کسی حاسد بشر کو نہیں بھاتی لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی داد اور عطا ہے اور اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جو اسے مٹانے کی کوشش کریں گے وہ خود مٹ جائیں گے۔

مٹتے ہیں مٹ گئے مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

ہمارا شجرۃ النور اللہ تعالیٰ اور اس کی پاک نوری ہستیوں کے ہاتھوں لگا ہے۔ وہ دن بدن بڑھتا، پھلتا پھولتا اور بار آور ہوتا چلا جائے گا اور حاسد اُسے دیکھ کر جلتے، سڑتے اور مرتے مٹتے چلے جائیں گے۔ ڈاکٹر صاحب! آپ تو سمجھ دار آدمی ہیں۔ مجھے امید نہیں کہ آپ جیسے صاحب استعداد طالب اس بے سروپا پروپیگنڈے سے متاثر ہوں اور سالہا سال کی خدمات کو رائیگاں جانے دیں۔

سنگے بچند سال شود لعل اے حکیم
زنہار تا بیک نفس نشکنی بسنگ

(پتھر سالہا سال بعد لعل کی صورت اختیار کرتا ہے۔ اے دانا! ایسا نہ ہو کہ تو اُسے ایک پتھر مار کر ایک لحمہ میں توڑ ڈالے)۔ اگر مجھے خودستائی اور فریب عمارت کا خوف لاحق نہ ہوتا تو میں ایسی بات لکھ دیتا جسے پڑھ کر آپ حیران اور دنگ رہ جاتے۔ عاقل کے لیے اشارہ ہی کافی ہے۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

مکتوب نمبر ۱۰

بنام حکیم ممتاز علی صاحب، فیصل آباد

(یہ خطوط حضرت قبلہؒ نے حکیم ممتاز علی صاحب قادری بجواڑی حال مقیم منصورہ آباد لائل پور کو تحریر فرمائے تھے۔ حکیم صاحب نے بھی حضرت قبلہؒ کو فقر و روحانیت اور تصوف کے متعلق سوالات تحریر کیے تھے جن کا آپؒ نے جواب تحریر فرمایا تھا۔ حکیم صاحب بجواڑہ ضلع ہوشیار پور کے مشہور و معروف ولی اللہ حضرت خواجہ محمد اعظم صاحب قادری کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں)۔

مخلصم حکیم صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم

آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ آپ کے سوالات کے نمبروار جواب دے رہا ہوں۔

(۱) اگر طالب کے اندر اسم اللہ ذات کا تخم مرشد کی توجہ اور نگاہ سے سرسبز ہو کر کچی اور خام حالت میں ضائع ہو جائے تو اس کی علامت یہ ہے کہ طالب کو دوبارہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور رغبت پیدا نہیں ہوتی اور وہ اس راستے کا منکر اور مخالف ہو جاتا ہے۔ اور اگر طالب کے اندر اللہ تعالیٰ کا شوق اور محبت اور اس راستے کی طلب اور تلاش کا جذبہ بدستور موجزن ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ شجرِ اسم اللہ ذات کی جڑ قائم ہے۔ اُسے صرف پانی ملنا بند ہو گیا ہے۔ ایسی حالت میں اگر کسی دوسرے شیخ کامل کی صحبت اور توجہ حاصل کی جائے تو وہی شجر دوبارہ پھلنے اور پھولنے لگ جاتا ہے۔ اور اگر شیخ چاہے تو سابق شجر کی کٹی شاخ سے اپنا پیوند بھی لگا کر اس کی نشوونما کر سکتا ہے۔

(۲) اگر کسی طالب کا شیخ فوت ہو چکا ہو۔ اگر شیخ پورا کامل ہو تو موت کے بعد بھی اپنی قبر سے طالب کو اس کا فیض بدستور ملتا رہتا ہے۔ اگر فوت ہونے کے بعد اس کا فیضان بند ہو جائے تو طالب کو دوسرا شیخ تلاش کرنا چاہیے۔ امرِ الٰہی شیخ کامل کی توجہ میں شامل رہتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کے رسول ﷺ کی برکات اور فیض شیخ کے وجود کے اندر اس طرح داخل اور شامل ہوتے ہیں جس طرح دودھ میں دہی، مکھن

Marfat.com

اور مخفی بالقوی موجود ہوتا ہے۔

(۳) اِس فقیر نے جو صلوٰۃ الکبریٰ شائع کی ہے وہ بغداد شریف میں حضرت پیر محبوب سبحانیؒ کے خاندانی قلمی نسخے کی نقل ہے اور یہی صحیح ہے۔ پہلی صلوٰۃ الکبریٰ جو اسبوع شریف کی صورت میں سات حصے کر کے چھاپی گئی ہے وہ لاہور میں سید عبدالغفار شاہ صاحب نے خود اپنی طرف سے طالبوں کی آسانی کے واسطے چھپوائی تھی۔ وہ میں نے دیکھی ہے۔ اس میں غلطیاں بہت ہیں۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۱۱

بنام حکیم ممتاز علی صاحب

مخلصم حکیم صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم

یہ فقیر ماہ جمادی الثانی کے پہلے ہفتے دربار سلطان باہوؒ عرس میں شامل ہونے کے لیے گیا ہوا تھا۔ خط کے جواب میں تاخیر اس واسطے واقع ہوئی ہے۔ آپ جس طرح شیخ کا برزخ قائم کرتے ہیں یہ طریقہ صحیح ہے۔ اگر اس میں فائدہ نظر آئے تو اسے جاری رکھیں۔ یہ ضروری نہیں کہ تصور کے وقت شیخ طالب کو حضورِ پُر نور مجلسِ محمدی ﷺ میں حاضر کرے۔

درود شریف جس قدر بھی پڑھا جائے اُس میں پاکی، ادب اور حضورِ قلب ملحوظ رہے اور یہ خیال رہے کہ حضور پر نور ﷺ سامنے رونق افروز ہیں اور میں ان پر درود پڑھ رہا ہوں۔ مقدار کا بہت خیال نہ ہو بلکہ اس کی اخلاص اور صفت کا خیال رکھا جائے۔ تب زیادہ قبولیت حاصل کرتا ہے۔ اور درود کے وقت خوشبو یا بخور بھی بہت مفید ہے اور نافع ثابت ہوتی ہے۔ اسمِ مُحمّد ﷺ سینے پر تصور سے مرقوم کیا جائے اور اسمِ ذات ماتھے پر اور پاس انفاس بھی ساتھ کیا جائے۔

دعاگو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر۱۲

بنام حکیم ممتاز علی صاحب

مخلصم سید ممتاز علی صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم

آپ کا مراسلہ اس فقیر کی عدم موجودگی میں موصول ہوا۔ یہ فقیر باہر گیا ہوا تھا۔ واضح ہو کہ اسم اللہ ذات ہی علم توحید اور اللہ تعالیٰ کے قرب، مشاہدے، وصل، فنا اور بقا کی کلید ہے۔ تصور اسم اللہ ذات جسم کے تمام اعضا پر تصور کے ذریعے نقش کیا جاتا ہے۔ جس سے طالب کے جسم کا وہی لطیفہ منور ہوتا ہے اور اس میں سے اللہ تعالےٰ کے قرب، مشاہدے اور وصل کی طرف روزن کھلتا ہے۔ سو طالب کو چاہیے کہ اسم اللہ ذات کو جسم کے ہر عضو پر جیسا کہ حضرت سلطان العارفینؒ کی کتب میں مرقوم ہے تصور کے ذریعے نقش کرے اور جس مقام پر جلدی اور آسانی سے مرقوم ہو اسی جگہ مشق جاری رکھے۔ کیونکہ طالب کا بعض عضو اسم اللہ ذات کو قبول کرنے کے لیے بہت موزوں اور مستعد ہوتا ہے۔ سو اسم اللہ ذات کے تصور سے طالب علم کثرت کے حجابوں اور ظلمتوں سے نکل کر عالم وحدت کے نوری عالم میں داخل ہو جاتا ہے۔ لیکن اسم اللہ ذات کے تصور کے لیے سب سے زیادہ موزوں مقام انسانوں کا دماغ یعنی پیشانی، دل اور ناف ہوتا ہے۔ دراصل اسم اللہ ذات سے نورِ جلال حاصل ہوتا ہے اور تصور اسم مُحَمَّد ﷺ سے طالب کو علمِ معرفت اور مجلسِ محمدی ﷺ کا حضور اور جملہ انبیا اور اولیا کی بزموں میں حضوری اور ملائکہ وارواح سے ملاقات اور ان سے فیوض حاصل ہوتے ہیں۔ اور تصور اسمِ مُحَمَّد ﷺ کا مقام سینہ اور قلب ہے۔ اس سے نورِ جمال حاصل ہوتا ہے۔ اور علم دعوت کا راستہ بھی اسمِ مُحَمَّد ﷺ کے تصور سے حاصل ہوتا ہے اور یہ سب کچھ مرشدِ کامل کی توجہ اور نگاہ سے جاری ہوتا ہے۔ بعض طالبوں کو ابتدا میں تصور اسم اللہ ذات سے فائدہ ہوتا ہے اور بعض کو اسمِ مُحَمَّد ﷺ سے۔ طالب صادق اپنا راستہ خود معلوم کر لیتا ہے۔

دیگر آپ نے تیسری عالمگیر جنگ میں پاکستان کے انجام اور قسمت کی بابت

Marfat.com

دریافت کیا ہے۔ سو واضح ہو کہ پاکستان جس فریق کے ساتھ شامل ہوگا اور جو حشر اُس فریق کا ہوگا وہی حشر پاکستان کا ہوگا۔ یعنی اگر پاکستان امریکہ اور برطانیہ کی طرف سے جنگ میں شامل ہوا تو جو حشر امریکہ اور برطانیہ کا ہوگا وہی حشر پاکستان کا بھی ہوگا۔ نیز یہ تیسری عالمگیر جنگ دو سابق جنگوں سے زیادہ تباہی آور اور نتیجہ خیز ہوگی۔ اس کے بعد یا تو دنیا میں امریکہ کا طوطی بولے گا یا روس اور اشترا کیت کا بول بالا ہوگا۔ اور اس جنگ کی لپیٹ میں تمام دنیا آئے گی اور دنیا کا چپہ چپہ اس سے متاثر ہوگا۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں تمام کائنات ہے۔ جسے چاہے تباہ کر ڈالے اور جسے چاہے محفوظ رکھے۔

نیز امام صاحب کے ظہور کی نسبت بے شمار پیشین گوئیاں موجود ہیں۔ جن کا کوئی اعتبار نہیں۔ جس کا جی چاہا اپنی طرف سے کچھ شعر جوڑ دیئے۔ اس قسم کے اشعار جوڑنا کوئی مشکل کام نہیں اور ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ آپ اللہ اللہ کریں۔ اگر تمام دنیا میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہو جائے لیکن آپ کے اپنے اندر اسلام اور ایمان کا نور موجود نہ ہو تو آپ کو اس سے کیا فائدہ۔ اور برعکس اس کے اگر تمام پر کافروں کا قبضہ ہو جائے اور آپ کے اندر نورِ ایمان کا روشن چراغ ہو تو تمام دنیا کے کفر کی ظلمت سے آپ کو کیا نقصان ہے۔ اپنے سینے کو نورِ ایمان سے روشن کرنے کی کوشش کریں اور دنیا جس طرف جاتی ہے اسے جانے دیں۔ اپنی فکر اور غم کریں۔ بعدہٗ اوروں کا فکر فائدہ دے گا۔ والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۱۳

بنام حکیم ممتاز علی صاحب

مخلصم حکیم صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم

بہت روز کے بعد آپ کے خط کا جواب لکھ رہا ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ میں آج کل بہت مصروف ہوں۔ آپ کو سیاسی معاملات سے بھی دلچسپی ہے۔ آج کل ہندوستان اور پاکستان کی فضا مکدر ہے۔ ہندو لوگ اقتصادی بدحالی سے تنگ آئے ہوئے ہیں۔ تنگ آمد بجنگ آمد والی بات ہے۔ وہ ہر صورت میں ہندوستان اور پاکستان کو دوبارہ ملانے پر تلے ہوئے ہیں۔ پہلے ان لوگوں کی مسلمانوں کی کمائی پر گزر اوقات تھی۔ اب جونکوں کی طرح سب مفت خورے جمع ہو گئے ہیں جو مسلمانوں کا خون چوس چوس کر زندگی بسر کرتے تھے۔ حیدر آباد، جونا گڑھ اور کشمیر کے معاملے نے ان کے حوصلے بڑھا دیئے ہیں اور افغانستان کی کوتاہ اندیش اور خودغرض بے وقوف حکومت کی تائید اور حمایت نے انہیں اور بھی اندھا کر دیا ہے۔ اللہ رحم و کرم فرمائے۔

شیخ اور پیر و مرشد کا برزخ یعنی تصور اگر خود بخود طالب پر مسلط اور حاوی ہو جائے اور اگر شیخ قوی توجہ ہو کہ تصور کے ساتھ ہی طالب کی دستگیری فرمائے اور ہر وقت طالب کے حالات کا نگران ہو تو ایسے شیخ کا تصور جائز ہو سکتا ہے۔ دیگر حالات میں اس کے برعکس میں اسے جائز نہیں سمجھتا۔ شیخ کو چاہیے کہ طالب کو ہر منزل اور مقام اللہ کے نام میں دکھائے اور اپنے آپ کو درمیان میں نہ لائے۔

آپ نے جو کلام لکھے ہیں وہ سب اچھے ہیں۔ زبان اور دل اچھا ہونا چاہیے۔ کلام میں کوئی نقص نہیں ہوتا۔ بیمار آدمی کو دنیا کی تمام عمدہ غذائیں اور کھانے بدمزہ اور کڑوے معلوم ہوتے ہیں۔ دراصل اُس کا اپنا مزاج خراب ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر بیمار دل والا آدمی کوئی عمدہ کلام ہی پڑھے تو اُسے بوجھ معلوم ہوتا ہے اور کچھ لطف نہیں آتا۔ زندہ، بیدار اور صحت مند دل سے جو کلام ادا ہو تو اُس سے نور اور سرور ضرور پیدا ہوتا ہے اور دل کو طاقت اور قوت بخشتا ہے۔

دعا گو: فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۱۴۱

بنام حافظ محمد حسین صاحب، سمندری ضلع فیصل آباد

عزیزم سلمہ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔آپ نے دل کی بے ذوقی اور پریشانی کی شکایت کی ہے۔آپ آج کل حضرت سلطان العارفینؒ کی کتابیں لکھنے میں مصروف ہیں۔ جب ان کے عالی اور بلند مقامات کا حال پڑھتے ہیں تو اپنی کم مائیگی اور ناداری پر افسوس ہوتا ہے اور آپ مایوس اور پریشان خاطر ہو جاتے ہیں۔ سو آپ شہنشاہِ دوعالم سے اپنا موازانہ اور مقابلہ نہ کریں۔ بلکہ اپنے زمانے کے لوگوں سے اپنا موازنہ اور مقابلہ کریں تو انشاءاللہ آپ اپنے آپ کو بہت اچھی حالت میں پائیں گے۔ کہیں دنیا میں نام کو بھی ایسا شخص نظر نہیں آتا جسے صحیح معنوں میں مسلمان یا مومن باایمان کہا جا سکے۔ دیگر باطنی دولت چونکہ ظاہری آنکھوں سے اوجھل رہتی ہے اس لیے دل کو تسلی اور اطمینان نہیں ہوتا۔اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمت اور قدرت سے مومن کی آخرت والی وہ دولت چھپا رکھی ہے جو بعد میں اُس کی آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہوگی۔ اپنے کام میں لگے رہیں۔اللہ اللہ کریں۔ انشاءاللہ دین اور دنیا کی سعادت حاصل ہوگی۔اور عبادت وریاضت ضائع نہیں ہوگی۔اس کا پھل اور ثمر ضرور حاصل ہوگا۔ والسلام

دعاگو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۱۵

بنام حافظ محمد حسین صاحب، سمندری ضلع فیصل آباد

مخلصم حافظ محمد حسین سلمہٗ

السلام علیکم

آپ کا خط پہنچا۔ آپ نے اردو نور الہدیٰ طلب کی ہے۔ میرے خیال میں اس کی بجائے اگر آپ فارسی نور الہدیٰ منگوا کر مطالعہ کریں تو آپ کے لیے زیادہ سود مند اور مفید پڑے گی۔ کیونکہ وہ حضرت سلطان العارفینؒ کی اپنی زبان میں ہے اور بہت پُر تاثیر ہے۔ اس کی فارسی اردو سے زیادہ آسان ہے۔ ہر اردو نوجوان سمجھ سکتا ہے۔ اس کے خالی مطالعہ سے حضرت سلطان العارفینؒ کی روحِ مبارک پڑھنے والے کی طرف متوجہ اور متجلی ہو جاتی ہے۔ ضرور فارسی نور الہدیٰ منگوا کر پڑھیں۔ اس میں آپ کا سراسر فائدہ ہے۔ میں آپ کو بطور خیر خواہ اپنے تجربہ کی بات بتا رہا ہوں۔ والسلام

دعاگو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۱۶

بنام حافظ محمد حسین صاحب، سمندری ضلع فیصل آباد

مخلصم حافظ محمد حسین دام اقبالکم

السلام علیکم

آپ کے سابق خط کا جواب دے دیا گیا ہے۔ خطوط کے جواب میں گاہے گاہے مصروفیت کے باعث دیر ہو جایا کرتی ہے۔ زندگی تیز سیلاب کی طرح رواں دواں ہے۔ اس سے دین و دنیا دونوں طرح کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ قبل اس کے کہ یہ ہاتھ سے نکل جائے۔ پھر یہ سنہری گھڑیاں کسی صورت اور کسی قیمت پر ہاتھ نہیں آئیں گی۔ ہم نے زندگی کا زیادہ حصہ گزار دیا ہے۔ آپ تو جوان ہیں۔ آپ کے سامنے وسیع میدان ہے۔ ایک ایک دم کو غنیمت جانیں۔ موت کا کوئی پتہ نہیں۔ یہ بن بلائے مہمان کی طرح اچانک وارد ہو جاتی ہے۔ اس کے لیے ہر وقت کمر بستہ، مستعد اور تیار رہنا چاہیے۔ اللہ کا ذکر بہت قیمتی متاع ہے۔ اس کی قدر و قیمت موت کے بعد معلوم ہو گی اور وہاں اس کے سوا اور کوئی شے کام نہیں آئے گی۔ ہر چیز یہاں دھری کی دھری رہ جائے گی۔ والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۱۷

بنام حافظ محمد حسین صاحب، سمندری ضلع فیصل آباد

مخلصم محمد حسین سلّمہٗ

السلام علیکم

آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ اللہ تعالیٰ آں عزیز کو دین و دنیا میں کامیاب فرمائے۔ شادی کے بارے میں آپ نے مشورہ طلب کیا ہے۔ سو نکاح کے کئی درجے اور مراتب ہیں۔ نکاح بعض افراد پر فرض، بعض کے لیے واجب، بعض پر سنت اور بعض کے لیے مستحب ہے۔ اور بعض کے لیے مکروہ اور بعض کے لیے حرام ہے۔ اور یہ مراتب اور درجات قوتِ شہوانی اور مالی استطاعت کی کمی اور بیشی پر منحصر ہے۔ سو جو آدمی مالدار ہو اور شہوت اُس پر اس قدر غالب ہو کہ اُسے زنا اور بدکاری پر مجبور کرے تو ایسے شخص کے لیے نکاح فرض ہے تاکہ وہ اس گناہِ کبیرہ سے محفوظ رہے اور جو شخص شہوانی حالت میں اتنا کمزور ہو کہ اپنی منکوحہ کے وظیفہ زوجیت کو کما حقہ، ادا نہ کر سکے یعنی نامرد ہو تو ایسے شخص کے لیے نکاح حرام ہے۔ باقی مراتب بہ مراتب شہوت کی کمی بیشی اور مالی استطاعت کے اختلاف پر سنت، واجب، مستحب اور مکروہ ہے۔ سو آپ اپنی حالت کو اچھی طرح جانچ سکتے ہیں۔ شادی سے انسان کی مالی اور ہر طرح کی ذمہ داریاں ضرور بڑھ جاتی ہیں اور انسان پابند اور مقید آل وعیال ضرور ہو جاتا ہے۔ لیکن شیطان کے لیے نکاح ردعمل کا کام بھی دیتا ہے۔ مالی حالت بہت کمزور ہو۔ جس سے بیوی بچوں کو آدمی پال نہ سکے۔ اپنا مکان نہ ہو تو شادی سے انسان خود بھی اور اس کے بال بچے بھی ایک طرح سے عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایسا آدمی مجرد رہے تو بہتر ہے۔

دعاگو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۱۸

بنام حافظ محمد حسین صاحب، سمندری ضلع فیصل آباد

مخلصم محمد حسین سلمہ،

السلام علیکم

آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ آپ نے اپنی حالت کے تنزل کی شکایت کی ہے۔ آپ کو معلوم ہو کہ کبھی کبھار بسط سے پہلے قبض کی صورت نمودار ہوتی ہے۔ نہیں دیکھتے کہ بارانِ رحمت سے پہلے ہوا بند ہو جاتی ہے اور غیر معمولی گرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہونا چاہیے۔ نہ یہ کہ انسان اُلٹا نا امید ہو جائے۔ شیطان طالب کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈال کر اُسے راستے سے روکتا اور نا امید کرتا ہے۔ سو طالبِ صادق وہ ہے جو ہر حال میں اپنی طلب اور کوشش جاری رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے متلون مزاج لوگوں کی قرآنِ کریم میں شکایت فرمائی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ لوگوں میں بعض ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اوپر سے اور اُلٹے طور پر کرتے ہیں اور انہیں خیر اور بھلائی پہنچتی ہے تو اس سے خوش اور مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اور اگر انہیں بطور آزمائش کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو راہِ خدا سے اُلٹے پاؤں پھر جاتے ہیں۔ ایسے لوگ دنیا و آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں اور یہ کھلم کھلا بڑا بھاری نقصان ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ نِ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ نِ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝ (الحج ۲۲: ۱۱)۔ یعنی لوگوں میں بعض ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اوپر سے اور الٹے طور پر کرتے ہیں۔ اور انہیں خیر اور بھلائی پہنچتی ہے تو اس سے خوش اور مطمئن ہو جاتے ہیں اور اگر انھیں بطور آزمایش کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو راہِ خدا سے الٹے پاؤں پھر جاتے ہیں۔ ایسے لوگ دنیا و آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں اور یہ کھلم کھلا بڑا بھاری نقصان ہے۔

سو عزیزم اس راستے میں قبض و بسط، نشیب و فراز اور گرم و سرد ضرور آتے ہیں۔ ہر حال میں صبر اور تحمل کے ساتھ اس لازوال راستے پر گامزن ہونا پڑتا ہے۔ حضرت سلطان العارفینؒ اپنے پنجابی دوہے میں فرماتے ہیں:

Marfat.com

عاشق ہوویں تے عشق کماویں دل رکھیں وانگ پہاڑاں
سے الاہمیں تے ہزاراں بدیاں کر جانے باغ بہاراں

سو گھبرانا اور بے دل ہونا نامردوں، ناقصوں اور بزدلوں کا کام ہے۔ جس قدر آزمائش بھاری اور طالب کا صبر وتحمل زیادہ ہوتا ہے اسی قدر روحانی نعمت اور دولت بھی بھاری ملتی ہے۔ والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۱۹

بنام حافظ محمد حسین صاحب، سمندری ضلع فیصل آباد

مخلصم محمد حسین دام اقبالکم

السلام علیکم

آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ اللہ تعالیٰ قادر اور قوی آپکا یاور اور ناصر رہے۔ شیطان واقعی اپنے شیطانی داؤ پیچ میں بڑا ماہر اور زبردست دشمن ہے۔ وہ ہر وقت مومن کو گمراہ کرنے اور پھسلانے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ خصوصاً جب انسان اللہ تعالیٰ کی طرف چلنے کا عزم اور ارادہ کرتا ہے تو وہ آگ بگولہ ہو جاتا ہے۔ اور انسان کے کمزور پہلو کو معلوم کر کے اُسے اسی طرف پھسلانے اور گرانے کی کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ آج کل نفسانی اور شیطانی معصیت کے سامان ہر جگہ مہیا اور موجود ہیں شیطان کو صرف اشارہ کرنے کی دیر لگتی ہے اور انسان کا بیڑہ غرق کر دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اس موذی دشمن کے مکروفریب سے محفوظ رکھے۔

میرے لڑکے عزیزم غلام سرور اور عزیزم عبدالحمید کتاب مخزن الاسرار کی کتابت کر رہے ہیں۔ یہ کتاب بالکل نئی اور انوکھی ہے اور لوگ اسے اپنے مطالب اور اغراض کے لیے بہت مفید پائیں گے اور فیض حاصل کریں گے۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر۲۰

بنام حافظ محمد حسین صاحب، سمندری ضلع فیصل آباد

مخلصم حافظ محمد حسین سلمہٗ

السلام علیکم

آپ کا مراسلہ کاشفِ احوال ہوا۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اپنے راستے پر ہدایت اور اس پر آخر تک مکمل استقامت مرحمت فرمائے۔ یہ وہ سعادت ہے جو لاکھوں کروڑوں میں سے کسی ایک آدھ خوش نصیب کو حاصل ہوتی ہے ورنہ دنیوی دولت تو کفار نابکار کو جس فراوانی سے حاصل ہے مسلمان اور اہلِ ایمان کو ان کے خرمن سے ایک دانہ بھی حاصل نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ ان کی برابری کریں۔ اہلِ ایمان کے لیے اس طرف راستہ ہی محدود ہے۔ ہالی وڈ امریکہ کی ایک اداکارہ یعنی فاحشہ بازاری عورت ایک ماہ میں لاکھوں تنخواہ اور معاوضہ لیتی ہے۔ اب جس دوڑ میں آپ ایک بازاری عورت کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو اس میدان میں دوڑنے سے کیا حاصل۔ اگر آج اللہ تعالیٰ کی طرف آپ صدقِ دل سے چل پڑیں تو آپ پہلے ہی قدم میں دنیا کے تمام مالداروں اور شہنشاہوں سے سبقت اور بازی لے جائیں گے۔ آگے آپ خود سوچیں اور سمجھیں کہ کون سی چال مفید ہے۔ دنیا چند روزہ فانی ہے اس کی طلب محض خاکرانی ہے۔ اور آخرت کی دولت سرمدی اور جاودانی ہے۔ جو رزق مقدر ہے وہ بہر حال آپ کو مل کر ہی رہے گا۔ اور جو رزق مقدر نہیں اس کی طلب بے سود اور تضیعِ اوقات ہے۔ اس بات پر جس کا ایمان نہیں وہ سرے سے مسلمان ہی نہیں۔ اللہ اللہ کیے جاؤ اور قرآن کی دولت کو لوٹتے رہو۔ بد اعتقاد نفسانی ہوا پرست کی صحبت سے احتراز کرو خواہ وہ عالم فاضل ہی کیوں نہ ہو۔ جن کی زندگی کا اصل مقصد حصولِ دنیا ہو خصوصاً غیر مقلدین اور نجدی خیالات کے آدمیوں کے اختلاط سے بچو۔ ورنہ شوق و ذوق اور اعتقاد و یقین ہاتھ سے نکل جائے گا۔ پھر کفِ افسوس ملتے رہو گے۔ ان نفسانی لوگوں کی صحبتِ بد سے کسی اچھی کتاب اور رسالے کا مطالعہ ہزار درجہ بہتر ہے۔ والسلام

دعا گو: فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۲۱

بنام محمد دلباز خان ایڈووکیٹ، بنوں

مخلصم محمد دلباز خان دام اقبالکم

السلام علیکم

یہ فقیر کل بروز خمیس بتاریخ ۲۱ مئی، ۱۹۵۵ء کلاچی پہنچا۔ آپ کا خط قبل ازیں آیا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے نیک مقاصد اور صحیح ارادوں میں کامیاب فرمائے۔ دنیا ایک عظیم الشان تجربہ گاہ ہے۔ ایک دانا اور سلیم العقل انسان کے لیے اس کے سرد و گرم اور سخت و نرم حالات میں بڑی مفید عبرتیں اور نصیحتیں موجود ہیں۔ اور انسان اس میں آئندہ زندگی میں چوکنا، بیدار اور ہوشیار ہو جاتا ہے۔

دنیا کی اس سنگلاخ اور پُر خار وادی میں مذہب اور روحانیت کی رہنمائی بڑی مفید اور مؤید ہوتی ہے۔ انسانی عقل بہت کوتاہ ہے اور یہ بغیر آسمانی تائید کے قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتی ہے۔ مذہبی سلک اور روحانی رہنمائی میں خواہ ابتدا میں کچھ تکلیفیں اور دشواریاں بھی پیش آئیں وہ بھی کسی فائدے اور حکمت پر مبنی ہوتی ہیں۔ اور دین دار آدمی کا انجام ہر حالت میں اچھا اور بہتر ہوتا ہے۔

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیرِ اوست
در صراطِ مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

(طریقت میں سالک کو جو کچھ پیش آتا ہے اس میں اس کی بھلائی ہوتی ہے۔ صراطِ مستقیم پر چلنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوتا)۔

آپ کو نوکری مل جائے گی۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ دنیوی ترقی اور بخت و اقبال سے دلوں کو کبھی اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ موجودہ سربراہِ مملکت بھی اپنی موجودہ پوزیشن پر مطمئن نہیں بلکہ پریشان ہے۔ دوسروں کا تو ذکر ہی کیا۔ آپ دولتِ دنیا کو اپنی زندگی کا مقصد ہرگز نہ بنائیں۔ اس کی ترقی پر نہ اترائیں۔ اور نہ آپے سے باہر ہوں۔ اور نہ اس کے زوال پر پریشان خاطر اور غمگین ہوں۔

Marfat.com

بعضے بہ تمنائے زر و مال خوش اند
بعضے بہ تماشائے خدوخال خوش اند
ایں ہا باہمہ اسباب پریشانی ہاست
خوشحال کسانیکہ بہرحال خوش اند

(بعض لوگ زرومال کی تمنا پر خوش ہوتے ہیں، بعض خدوخال کا نظارہ کر کے خوش ہوتے ہیں۔ لیکن یہ تمام پریشانی کے اسباب ہیں۔ حقیقی طور پر خوشحال وہ لوگ ہیں جو ہر حال میں خوش ہیں)۔

ہر کام میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل کریں۔ یہی نجات کا راستہ ہے۔ دنیادار کتوں کی باتوں پر نہ جائیں۔ ان کی بے ہودگیاں انسان کو اللہ تعالےٰ کی رحمت اور قدرت سے ناامید کردیتی ہیں۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۲۲

بنام محمد دلباز خان، بنوں

عزیزم دلباز خان دام اقبالکم

السلام علیکم

دعا کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ میں نے آپ کو پہلے خط میں لکھا تھا کہ آپ نے کراچی جانے میں بہت جلدی کی۔ اگر مجھ سے پوچھ کر جاتے تو میں کبھی آپ کو کراچی جانے کی اجازت نہ دیتا۔ آپ کو کسی کی امداد کے سبز باغ کا پھاٹک کھلا نظر آیا اور آپ بغیر پوچھے بے تحاشا اُدھر دوڑ پڑے لیکن وہ سب سراب تھا جو خوبصورت آب کی طرح آپ کو نظر آیا۔ آپ نے اس آخری خط میں بے وجہ مایوسی اور ناامیدی ظاہر کی ہے۔ ورنہ اس قدر پریشانی کی ضرورت نہیں۔ پھر کراچی شہر میں بودوباش اور بڑے بڑے لوگوں کی دولت اور کوٹھیوں کو دیکھنے کی یہ تاثیر ہے کہ آپ کو اپنی حالت اور پوزیشن بہت کمزور اور حقیر نظر آتی ہے۔ ورنہ اگر انصاف سے دیکھیں تو آج سے چند سال پہلے آپ لوگوں کی دینی اور دنیوی حالت بہت خراب اور کمزور تھی۔ نہ اعلیٰ تعلیم کے لیے اور نہ گذراوقات کے لیے کچھ رقم پاس تھی۔ طرح طرح کی دنیوی اور سماجی مشکلات میں آپ کا خاندان مبتلا تھا۔ اب تو اللہ تعالےٰ کا فضل شاملِ حال ہے۔ آپ نے بی اے کی ڈگری حاصل کر لی ہے۔ چودہ پندرہ ہزار کی فالتو رقم آپ لوگوں کے پاس ہے۔ آپ کو بجائے شکوہ کرنے کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اللہ تعالےٰ نے سچ فرمایا ہے کہ انسان بہت حریص اور بے صبر واقع ہوا ہے۔ جب اُسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو جزع فزع اور شکوہ وشکایت کرنے لگ جاتا ہے۔ جب اُسے خیر اور دولت حاصل ہوتی ہے تو وہ بخیل اور ممسک بن جاتا ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعاً ٥ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعاً ٥ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعاً ٥ (المعارج ۷۰: ۱۹۔۲۱)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مخلصوں اور ارادتمندوں کے ظاہری اور باطنی حالات سے آگاہ اور مطلع فرماتا ہے اور ہم کسی مصلحت اور حکمت کے سبب خاموش رہتے ہیں۔ مرشد اپنے

Marfat.com

طالبوں اور مریدوں کے ممتحن اور نگران ہوتے ہیں۔ لیکن آج کل کے مرید اُلٹا مرشدوں کا امتحان لینے لگ جاتے ہیں۔ اس واسطے معاملہ بگڑ جاتا ہے۔ جس طرح ہر انسان کی ایک خاص خصوصیت اور اچھی یا بُری صفت ہوتی ہے اس طرح شہروں اور ملکوں کی بھی یہی حالت ہوتی ہے۔ کراچی شہر ایک حریص، خودغرض، بے مروّت، جھوٹے مکار اور خوانخوار دکاندار کی طرح ہے جو اپنے گاہکوں اور خریداروں کو لُوٹتا ہے اور ان کا خون چوستا ہے۔

اب آپ کا وہاں زیادہ قیام بے سود ہے۔ پہلے بھی آپ نے وہاں دوڑ کر وقت اور پیسہ ضائع کیا۔ فائدہ اگر ہوا ہے تو صرف یہ کہ آپ کو اب تھوڑا بہت تلخ تجربہ حاصل ہو گیا ہے۔ میں آپ کو پہلے خطوط میں کنایۃً اور اشارۃً یہی بات لکھتا رہا ہوں لیکن آپ وہ آس لیے بیٹھے رہے۔ اچھا ہوا کہ وہ آس بھی ٹوٹ گئی ہے۔ جس طرح آپ جلد یا بدیر بی اے ہو گئے ہیں اسی طرح جلد یا بدیر آپ کو کوئی نہ کوئی نوکری بھی آخر مل ہی جائے گی۔ گھبرانے اور پریشان ہونے کی کوئی وجہ اور ضرورت نہیں ہے۔

یہاں اپنا وطن ہے۔ یار و آشنا اور خویش و اقارب سے ملاقات اور ان سے تبادلۂ خیالات، مشوروں اور سفارشوں کے امکانات موجود ہیں۔ جس وقت اور جس طرح آپ کو مناسب معلوم ہو ادھر آ جائیں۔ اللہ تعالیٰ کارساز اور مسبب الاسباب ہے۔ میں عرفان کے دوسرے حصے کی تکمیل سے ابھی تک فارغ نہیں ہوا۔ اس کے آخری مسودے تیار کر رہا ہوں۔ روزانہ درجنوں خطوط کے جوابات لکھنے پڑتے ہیں۔ بہت زیادہ مصروفیت کی وجہ سے مفصل خط نہیں لکھ سکتا۔ والسّلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۲۳

بنام ڈاکٹر محمد رفیق حجازی صاحب، ٹوبہ ٹیک سنگھ

مخلصم ڈاکٹر صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ واضح رہے کہ فقراء کے ساتھ تعلق پیدا ہو جائے تو اس رشتے اور تعلق کو خدمت سے استوار اور مضبوط کیا جا سکتا ہے۔ بعدہٗ اس میں فیض اور فضل کی برقی لہر دوڑائی جاتی ہے۔ خالی آزمائشی طور پر ہاتھ میں ہاتھ دینے اور پھر جدا ہونے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ فقیر کو دل دینا چاہیے تب وہ دل سے دل میں کچھ ڈالتے ہیں۔

طالبوں کے اندر ذکر اذکار سے دو قسم کا نور پیدا ہوتا ہے۔ ایک نور جلالی اور دوم نور جمالی۔ اور طبائع بھی بعض جلالی اور جمالی ہوتی ہیں۔ آپ کی طبیعت بہت جمالی ہے۔ اور جمال کا خاصہ ہے کہ وہ حسن اور جمال کو چاہتا ہے اور اس طرف راغب اور مائل رہتا ہے۔ خاص کر مشربِ محمدی ﷺ میں عورتوں کی طرف رغبت اور میل لازمی طور پر پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ کو تین چیزیں محبوب اور مرغوب بنا دی گئی تھیں۔ ان میں نساء کا ذکر خاص طور پر آیا ہے۔

دل کے ظرف سے ذکر فکر کا نورِ جمال بہت بڑھ جاتا ہے تو وہ جسم پر ٹپکتا ہے۔ اپنے ذکر فکر کا کام جاری رکھیں۔ انشاء اللہ انجام بہت بہتر ہوگا۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۲۴

بنام ڈاکٹر عبدالعزیز شاہ صاحب، لاہور

مخلصم عبدالعزیز شاہ سلمہٗ

السلام علیکم

آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ مجھے آپ کی رہنمائی اور رہبری میں کوئی عذر نہیں ہے۔ اگر ہماری کوشش سے کوئی شخص ہدایت پر آئے تو ہم ایسے شخص سے ہرگز پہلوتہی نہیں کرتے بشرطیکہ طلب صادق ہو۔ ورنہ بعض طالب بطور آزمائش چند روز کے لیے کسی فقیر کی شہرت سن کر اُس سے رسمی طور پر بیعت کر لیتے ہیں اور دل میں اپنی غرض لے کر اس کے طالب بن جاتے ہیں۔ پھر جب وہ نفسانی غرض پوری ہوتی نظر نہیں آتی تو وہ اپنا سامنہ لے کر فقیر سے جدا ہو جاتے ہیں۔ بعض اس زمانے کے دکاندار پیر ایسے غرض مند طالبوں کو خالی دلاسے اور طفل تسلیوں سے خوش رکھتے ہیں۔ اور طالبوں کی عمر امروز وفردا کے انتظار میں برباد کر دیتے ہیں۔ لہٰذا اس دعا گو کو نہ جھوٹ بولنا آتا ہے نہ مکر وفریب کی عادت ہے اور نہ پیری مریدی سے غرض ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کا سچا طالب بن کر اس راستے میں صدق دل سے گامزن ہو جاتا ہے تو دنیا و عقبےٰ کی تمام مرادیں قدم قدم پر اس کا استقبال کرتی ہیں۔ اور جن ملائکہ اور ارواح خود بخود اس کے غلام اور فرماں بردار بن جاتے ہیں۔ لیکن جو نفسانی اغراض لے کر اس راستے میں قدم رکھتا ہے اُسے قدم قدم پر ٹھوکریں لگتی ہیں اور ہر جگہ کانٹے چبھتے ہیں۔

یہ راستہ بہت دور دراز اور کٹھن ہے اور لازوال ہے۔ اس کے لیے تمام عمر وقف کرنی پڑتی ہے۔ یہ آزمائش کے طور پر چند روز، چند ماہ یا چند سال کا کام نہیں۔ اس کے لیے بڑا بھاری جگر اور بڑی بھاری ہمت اور جذبہ چاہیے۔ یہاں ہمزاد اور جن شیاطین وغیرہ مسخرات اور حاضرات کا طالب کامیاب نہیں ہو سکتا۔ انسان اگر اپنے آپ کو پہچانے تو وہ بڑی ہستی ہے اور وہ بہت بڑے کام کے لیے پیدا ہوا ہے۔ سو پہلے ہی روز بڑے بھاری مقصد کو مدنظر رکھ کر چلنا سعادت مند طالب کا کام ہے۔ لہٰذا اس فقیر کے پاس ہمزاد وغیرہ کا کوئی عمل نہیں ہے۔ ہم تو اللہ کا نام بتاتے اور اللہ کا نام سکھاتے ہیں اور اسی سے طالب کو اللہ کی طرف چلاتے ہیں۔ باقی باتوں کا نہ ہمیں علم ہے اور نہ ہم نے اس قسم کی کوئی دکان کھولی ہے۔

دعا گو: فقیر نور محمد سروری قادری

مکتوب نمبر ۲۵

بنام ڈاکٹر عبدالعزیز شاہ صاحب، لاہور

مخلصم عبدالعزیز شاہ سلمہٗ

السلام علیکم

آپ کا مراسلہ ملا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت اور استقامت مرحمت فرمائے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس مبارک راستے پر صدقِ دل سے گامزن ہوتے ہیں۔ شوق انسان کو ہر جگہ پہنچا دیتا ہے۔

کعبۂ مقصود اگر باشد ہزاراں سالہ راہ
نیم گامے ہم نباشد شوق چوں رہبر شود

(کعبۂ مقصود اور منزلِ مراد تک پہنچنے کے لیے چاہے ہزاروں سال کا راستہ کیوں نہ ہو لیکن جب شوق راہبری کرتا ہے تو وہ راستہ آدھے قدم میں طے ہو جاتا ہے)۔

نیز اس فقیر کو آپ کی رہنمائی اور ہر قسم کی باطنی امداد میں کچھ عذر نہیں۔ اور یہ فقیر حتی الوسع آپ کی راہبری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صدق اور اخلاص نصیب فرمائے۔ آپ آج سے اپنے آپ کو ہمارے باطنی سلک میں منسلک تصور کریں اور ہماری تصانیف کو پڑھ کر اس پر عمل کریں اور تصور اسم اللہ ذات اور تصور اسم حضرت سرورِ کائنات ﷺ کیا کریں۔ اور فرصت کے وقت ذکر کلمہ طیب ۱۶۵ دفعہ اور درود شریف ۱۹۱ دفعہ تہہ دل سے بمعہ تصور پڑھا کریں۔ اور گیارہ دفعہ سورۂ مزمل نمازِ فجر سے پہلے روزانہ پڑھیں۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۲۶

بنام ڈاکٹر عبدالعزیز شاہ صاحب، لاہور

مخلصم عبدالعزیز شاہ سلمہٗ

السلام علیکم

آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ سلوک اور طریقت، استاد شاگرد، طالب و مرشد اور مرید و پیر کے مختلف مدارج اور مراتب ہوا کرتے ہیں۔ اور ان مراتب میں طالب کو اختیار ہے بلکہ اس کے لیے فرض ہے کہ وہ کسی خالی دکان پر بیٹھ کر اپنی عمر ضائع نہ کرے بلکہ ایسی دکان تلاش کرے جو دولتِ دارین کی کل متاع سے معمور ہو۔ خواہ بظاہر اس کی عمارت چھوٹی سی ہی کیوں نہ ہو اور اس پر کوئی بڑا بورڈ بھی نہ لگا ہو۔ سو یہ بات بعض ناقص، نکمے دکاندار پیروں کی اختراعات میں سے ہے کہ اگر طالب کسی جگہ مرید ہو جائے خواہ اس کا مرشد ناقص ہی کیوں نہ ہو اور اُسے فیض بھی حاصل نہ ہوتا ہو پھر بھی مرید کو بیعت نہیں توڑنی چاہیے۔ ورنہ وہ طریقت کا مردود اور کافر ہو جاتا ہے۔ سو یہ بات بالکل غلط اور فریب ہے۔ انسان کو چاہیے کہ مرشدِ کامل کی تلاش کرے خواہ اس کے لیے اُسے دور دراز کا سفر کیوں نہ اختیار کرنا پڑے۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ خالی بیعت کرنے اور ہاتھ ملانے سے فیض نہیں ہوتا۔ بلکہ مرشد کی صحبت، خدمت اور حمیت سے فیض حاصل ہوتا ہے۔ جب طالب صاحبِ استعداد کا وجود پختہ ہو جاتا ہے تب وہ دعوت وغیرہ پڑھنے کے قابل ہوتا ہے۔ زبانی طور پر رسمی اجازت حاصل کرنے سے دعوت کا عمل جاری نہیں ہوتا۔ اس کی تفصیل بہت طویل ہے۔ لہٰذا آپ چاہیں بیعت بھی کر سکتے ہیں اور فیض بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اپنی کتابوں میں ان باتوں کو اس فقیر نے بہت تفصیل کے ساتھ کھول کر بیان کر دیا ہے۔ ان کو پڑھیں۔ والسلام

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

مکتوب نمبر ۲۷

بنام ڈاکٹر عبدالعزیز شاہ صاحب، لاہور

مخلصم عبدالعزیز شاہ سلمہٗ

السلام علیکم

آپ نے اپنے خط کے اندر جس قدر سوالات کیے ہیں ان سب کے مفصل جوابات اس فقیر نے اپنی کتابوں کے اندر دے دیئے ہیں۔ آپ وہاں دیکھ سکتے ہیں۔ خط میں تفصیل نہیں لکھی جا سکتی۔ آپ "سَلٰمٌ" قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ الرَّحِیۡمِ ۝ (یٰسٓ ۳۶:۵۸) اس طرح پڑھا کریں کہ صبح کی نماز کے بعد سورۂ یٰسین شریف شروع کریں اور جب "سَلٰمٌ" قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ الرَّحِیۡمِ ۝ پر پہنچیں تو اِس آیت کو اپنے نام کے عدد کے برابر دہرائیں اس کے بعد سورۂ یٰسین ختم کریں۔ انشاء اللہ بہت فائدہ ہو گا۔ اور سورۂ مزمل بھی پڑھا کریں۔ آپ کو سب کچھ حاصل ہوتا رہے گا۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

مکتوب نمبر ۲۸

بنام حافظ محمد حسین صاحب، سمندری ضلع فیصل آباد

مخلصم حافظ محمد حسین سلمہٗ

السلام علیکم

آپ کا مراسلا ملا۔ اللہ تعالےٰ آپ کو صراطِ مستقیم پر گامزن فرمائے اور اپنی طرف ہدایت بخشے۔ آج کل متاعِ فقر بالکل نادر و نایاب ہے۔ کتنے خوش قسمت اور سعادت مند ہیں وہ دل جن میں اللہ تعالیٰ کے شوق کی مقدس آگ بھڑکتی ہے۔ مبارک ہیں وہ قدم جو اس کی طلب اور تلاش میں اٹھتے ہیں۔ پاک ہے وہ زبان جو اس ذاتِ مقدس کے ذکر میں محو اور مصروف ہے۔ دنیا میں اُس جیسا خوش نصیب آدمی اور کوئی نہیں ہوگا جس کو اللہ تعالےٰ اپنے لیے چن لے اور اپنے ساتھ مشغول اور مصروف رکھ کر مرتے دم تک اس زندگی کے اصل مقصد پر قائم اور مستقیم رکھے۔ یہ فقیر آپ کی اصلاح اور رہبری کے لیے ہر طرح سے تیار ہے۔ ہماری خوش قسمتی اسی میں ہے کہ کوئی بندۂ خدا ہماری سعی اور کوشش سے اپنے خالق اور مالک کے آستانے پر پہنچ جائے۔ اللہ اللہ کیا کریں۔ میری کتاب ''عرفان'' کا دن رات مطالعہ کیا کریں۔ جتنا زیادہ اور بار بار مطالعہ کریں گے اتنا زیادہ فائدہ ہوگا۔ باقی یہ فقیر تہہ دل سے آپ کی طرف متوجہ رہے گا اور آپ کی ظاہری و باطنی اصلاح و ترقی میں ساعی اور کوشاں رہے گا۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۲۹

بنام عبدالقادر، اسسٹنٹ کمشنر بنوں

مخلصم عبدالقادر صاحب دام اقبالکم
السلام علیکم

آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ آپ نے چند اہم سوالات کیے ہیں۔ ان کا مفصل جواب دینے کے لیے تو ایک پوری کتاب کی ضرورت ہے۔ مگر میں مختصراً جواب دے رہا ہوں۔ کیونکہ میرے پاس اس قدر وقت نہیں ہوتا۔ آپ کا پہلا سوال یہ ہے کہ ایک مسلمان کی بخشش اور نجات کے لیے کیا اس قدر کافی نہیں کہ وہ نماز پڑھے، روزہ رکھے اور استطاعت ہو تو زکوٰۃ ادا کرے اور حج کا فریضہ ادا کرے۔ اُسے تصوف اور روحانیت کا راستہ اختیار کر کے سخت ریاضت، محنت، ذکر فکر، چلوں اور ورد وظائف میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔

واضح رہے کہ بخشش اور نجات کے لیے تو اسی قدر کافی ہے کہ ایک مسلمان نماز پڑھے، روزے رکھے اور کبیرہ گناہوں سے بچا رہے۔ یہ بات عوام کے لیے ہے اور عوام کے لیے اسی قدر کافی ہے۔ مگر خواص کے لیے جو باطنی بصیرت چاہتے ہیں، انوارِ الٰہی اور تجلیاتِ الٰہی کے خواش مند ہوتے ہیں۔ ارواحِ انبیا و اولیا کی زیارت اور ملاقات کے متمنی ہوتے ہیں۔ تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب چاہتے ہیں اور لطائف کو زندہ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے لیے تصوف اور روحانیت کا راستہ اختیار کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اور شریعت کے علاوہ طریقت، معرفت اور حقیقت تک پہنچنا لازمی ہوتا ہے۔ اگر صرف نماز اور روزہ سے سب کچھ حاصل ہوتا تو علمائے کرام دس دس بارہ بارہ سال تک درسِ حدیث، درسِ تفسیر اور درسِ فقہ کے حصول کے لیے نہ گزارتے۔ نماز اور روزہ کے آداب اور طریقے سکھانے کے لیے علما کا وجود ضروری ہے۔ یہی حدیث، تفسیر اور فقہ کا علم حاصل کرنے والے عوام کو نماز، روزہ اور حج زکوٰۃ وغیرہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ اگر علما نہ ہوں تو اسلام ختم ہو جائے۔ اور یہی فقراء صوفیا اور اولیا عوام کو تزکیۂ نفس کی تعلیم دیتے ہیں۔ نفس اور شیطان کے شر سے بچنے کے طریقے اور آداب سکھاتے ہیں اور ان کو صحیح معنوں میں اللہ کا بندہ بناتے ہیں۔ قرآن میں آیا ہے

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (الجمعة ۶۲ : ۲)۔

Marfat.com

علما کی طرح فقر و تصوف اور روحانیت میں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے صوفیا اور اولیا عمریں صرف کر دیتے ہیں۔ اور پھر ان کو لوگوں کی ہدایت کا مقام عطا کیا جاتا ہے اور وہ اس قابل ہوتے ہیں کہ اپنے اخلاقِ عالیہ اور کرامات کے ذریعے کافروں اور مشرکوں کو دائرہ اسلام میں داخل کریں۔ صرف نماز پڑھنے والا اور روزہ رکھنے والا اتنی اہمیت اور قابلیت نہیں رکھتا۔ لہٰذا اسلام میں علما، صوفیا اور اولیا کا وجود ضروری ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز روزے کے علاوہ ساری ساری رات کھڑے ہو کر عبادت کرتے رہے اور اللہ کے حکم سے اس میں تخفیف فرمائی اور غارِ حرا میں حضور ﷺ مہینوں تک ذکرِ الٰہی میں مصروف رہا کرتے تھے۔

آپ کا دوسرا سوال یہ تھا کہ کیا بیعت ضروری ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے۔ واضح رہے کہ بیعت قرآن اور حدیث دونوں سے ثابت ہوتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ (الفتح ۴۸: ۱۰) (جو لوگ اے محمد ﷺ آپ ﷺ کی بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ کی بیعت کرتے ہیں اور ان کے ہاتھوں پر اللہ کے ہاتھ ہوتے ہیں)۔ یہ بھی آیا ہے کہ جس کا کوئی مرشد نہیں ہوتا اس کا مرشد شیطان ہوتا ہے۔ اور یہ بھی آیا ہے کہ جو شخص کسی کی بیعت ہوئے بغیر مر گیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

ہر کام اور ہنر سیکھنے کے لیے استاد اور معلم کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض ہنر ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے حصول کے لیے پندرہ بیس سال تک معلموں اور استادوں کی نگرانی میں لوگ گذار دیتے ہیں۔ صرف کتابوں سے علوم حاصل نہیں ہوتے۔ ڈاکٹری، انجینئرنگ وغیرہ کی کتابیں موجود ہیں۔ صرف ان کو پڑھ کر کوئی ڈاکٹر یا انجینئر نہیں بن سکتا۔ ان کے لیے استاد اور معلم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور پھر کئی باتیں عملی اور پریکٹیکل والی ہوتی ہیں ان کو سیکھنے کے لیے استاد کے بغیر چارہ نہیں۔ اسی طرح مذہب، تصوف اور روحانیت جو اسلام کا ایک اہم ترین شعبہ ہے اس کی تکمیل کے لیے معلم، استاد اور پیر و مرشد بہت ضروری ہے۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزے نہ شد

(مولوی مولائے روم ہرگز نہ بن سکتا اگر وہ شمس تبریزیؒ کا غلام اور مرید نہ بنتا)

دعا گو: فقیر نور محمد سروری قادری

مکتوب نمبر ۳۰

بنام غلام رسول، پوسٹ ماسٹر، گجرات

مخلصم غلام رسول صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم

آپ کا خط موصول ہوا۔ آپ ہمزاد کے عمل سے باز رہیں۔ اس سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ بلکہ اُلٹا نقصان ہوگا۔ خواہ مخواہ وقت ضائع ہوگا۔ ہم نے بہت سے ایسے آدمیوں کو دیکھا ہے جنہوں نے اس عمل میں اپنا قیمتی وقت ضائع کیا اور ان کو کچھ حاصل نہ ہوا۔ دراصل ہمزاد کا عمل ایک مفروضہ ہے جس کی کوئی اصل، کوئی حقیقت اور کوئی بنیاد نہیں ہے۔ چراغ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے سائے کو مسلسل گھنٹوں تک اور لگاتار کئی ہفتوں تک ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے سے بعض اوقات آنکھیں اس قدر تھک جاتی ہیں کہ بینائی کا توازن بگڑ جاتا ہے اور بعض اوقات وہ سایہ حرکت کرتا ہوا نظر آتا ہے تو عمل کرنے والے کو یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ ہمزاد حاضر ہو گیا ہے۔ حالانکہ عامل کی اپنی نظر کا فتور ہوتا ہے۔ سایہ حرکت نہیں کرتا اور نہ ہمزاد حاضر ہوتا ہے۔ اتنا عرصہ یہ عمل کرنے کے بعد جب حقیقی طور پر کچھ حاصل نہیں ہوتا تو ایسا عامل تھک ہار کر خود بخود عمل چھوڑ دیتا ہے۔ اور بعض لوگ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمزاد ان کے قابو میں ہے اور وہ اس سے ہر طرح کا کام لے سکتے ہیں۔ وہ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں اور اپنی دکان چلانے اور کاروبار چمکانے کی خاطر غلط دعوے کرتے ہیں۔ ہم نے ایسے لوگوں کو کافی پرکھا ہے۔ ان کے پلے کچھ نہیں ہوتا۔ جیسے سنگِ پارس کی بہت شہرت ہے لیکن اس کا کوئی وجود نہیں۔ جیسے عنقا، ہما اور سی مرغ کا تذکرہ قصہ کہانیوں کی کتابوں میں ملتا ہے لیکن ان کا کوئی وجود نہیں۔ یہ محض افسانوی نام ہیں۔ اسی طرح ہمزاد کا بھی کوئی وجود نہیں۔ لہٰذا اس کا خیال چھوڑ دیں اور اس کے پیچھے ہرگز نہ پڑیں۔

آپ نے جنّات اور مؤکلات کی تسخیر کا شوق ظاہر کیا ہے۔ جنّات اور مؤکلات کا وجود ہے اور وہ ورد وظائف کے ذریعے مسخر ضرور ہوتے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوسکتا کہ آپ کسی جن یا مؤکل کو آدمی یا جانور کی طرح قابو کرلیں اور اس سے جو کام چاہیں کروالیں۔ بلکہ ہوتا

Marfat.com

یہ ہے کہ وردوظائف پڑھنے سے جنات اور مؤکلات حاضر ضرور ہوتے ہیں اور عامل کی خفیہ اور نامعلوم طریقے سے باطنی اور روحانی طور پر اکثر امور میں امداد اور تعاون کرتے ہیں۔ بعض اوقات ان کی موجودگی کا خوشبو وغیرہ یا کسی چیز کی اچانک حرکت کے باعث احساس ہوتا ہے۔ اور کبھی کبھی وہ خواب، مراقبہ یا بیداری میں نظر بھی آ جاتے ہیں۔ لیکن انکو حسّی اور جسدی طور پر انسانوں یا جانوروں کی طرح قابو نہیں کیا جا سکتا کہ آپ جس وقت چاہیں اور جس طرح چاہیں ان سے کام لیں یا وہ ہر وقت آپ کے حکم پر حاضر ہو کر آپ کے کام کر دیا کریں۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۳۱

بنام محمد عارف صاحب قادری، راولپنڈی

مخلصم محمد عارف دام اقبالکم

السلام علیکم

آپ کا مراسلہ ملا۔ آپ نے پوچھا ہے کہ لطائف کس طرح زندہ ہوتے ہیں اور ان کے زندہ ہونے کی کیا علامات ہیں۔ واضح رہے کہ لطائف ذکر، اذکار اور مشق تصور اسم اللہ ذات سے زندہ ہوتے ہیں۔ مختلف مقامات پر تصور اسم اللہ ذات کرنے سے مختلف لطائف زندہ ہوتے ہیں۔ مثلاً مقامِ ناف پر تصور اسم اللہ ذات کرنے سے نفس کا، مقامِ قلب پر تصور اسم اللہ ذات سے قلب کا اور ماتھے پر تصور اسم اللہ ذات کرنے سے روح کا لطیفہ زندہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر لطیفے کو زندہ کرنے اور زندہ رکھنے کا الگ الگ ذکر ہے۔

نفس کے لطیفے کو زندہ کرنے کے لیے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّد" رَّسُوْلُ اللّٰه کا ذکر، قلب کے لطیفے کو زندہ کرنے کے لیے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ذکر اور روح کے لطیفے کو زندہ کرنے کے لیے یا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح دوسرے لطائف کے لیے الگ ذکر کیے جاتے ہیں۔ بعض اوقات صرف مشق تصور اسم ذات سے ہی اور خصوصاً مشقِ وجودیہ سے تمام لطائف زندہ ہو جاتے ہیں۔ مشق وجودیہ کا طریقہ ہماری کتاب ''عرفان'' میں مرقوم ہے۔ وہاں دیکھ لیں۔ لیکن اس کے لیے مرشد کامل کی خصوصی توجہ اور نگرانی بہت ضروری ہوتی ہے۔

اور مختلف لطائف کے زندہ ہونے کی مختلف علامات ہوتی ہیں۔ مثلاً نفس کا لطیفہ زندہ ہو جائے تو طالب عالمِ ناسوت میں پہنچ کر ناسوتی مخلوق کو دیکھتا اور ان سے ملاقات کرتا ہے مثلاً جنات وغیرہ۔ قلب کا لطیفہ زندہ ہو جائے تو طالب کا لطیفہ عالمِ ملکوت کی سیر کرتا ہے اور اسی عالم کی مخلوق مثلاً ملائکہ وغیرہ کو دیکھتا اور ان سے ملاقات کرتا ہے۔ اور روح کا لطیفہ زندہ ہو جائے تو یہ لطیفہ عالمِ جبروت اور عالمِ حقیقت محمدی ﷺ کی سیر کرتا ہے اور ارواحِ مقدسہ کو دیکھتا اور ان سے ملاقات کرتا ہے اور مجلس محمدی ﷺ میں حاضری کا شرف حاصل کرتا ہے۔

طالبِ صادق کے لیے اسی قدر کافی ہوتا ہے کہ اس کے یہ تینوں لطائف زندہ ہو جائیں اور اس کے لیے یہ بہت بڑی روحانی اور باطنی کامیابی اور سعادت ہوتی ہے۔ اور یہ مقام اور سعادت بہت کم اور خصوصاً صادق اور قوی استعداد طالب کو حاصل ہوتی ہے۔ بشرطیکہ اس کا مرشد بھی کامل ہو۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۳۲

بنام صوفی محمد اصغر صاحب، ساہیوال

مخلصم صوفی صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم

آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ دیوبندیوں اور اہل حدیث کے ساتھ بحث ومباحثہ نہ کیا کریں۔ اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ان کے ساتھ مباحثوں سے باز رہیں اور اپنے عقائد پر ثابت قدم رہیں۔ بحث مباحثے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ ان سے لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْن (الکفرون ۱۰۹: ۶) کہہ کر جان چھڑا لیا کریں۔

عموماً نور و بشر کا مسئلہ، علم غیب کا مسئلہ اور حاضر ناظر کا مسئلہ زیر بحث رہتا ہے۔ ان مسائل پر ابتدا ہی سے بحث مباحثے اور مناظرے ہوتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے اور اکثر اوقات ان کی بحث گستاخی اور بے ادبی رسول مقبول ﷺ پر اختتام پذیر ہوتی ہے اور یہ لوگ شیطان کو نعوذ باللہ حضور ﷺ سے زیادہ علم والا اور غیب جاننے والا تصور کرتے ہیں۔ جیسے شیطان نے اس سلسلے میں ان کو اپنی ڈگریاں، ڈپلومے اور سرٹیفکیٹ دکھا دیئے ہوں اور انہوں نے شیطان کا ٹیسٹ اور امتحان لے لیا ہو اور شیطان نے ان کو مطمئن کر دیا ہو۔

حالانکہ قرآن شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو شیطان سمیت آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ط (البقرۃ ۲: ۳۴) اور یہ حکم اس لیے دیا تھا کہ آدمؑ کا علم فرشتوں اور شیطان سے زیادہ تھا۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا (البقرۃ ۲: ۳۱)۔ آدم کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ اور نائب مقرر فرمایا تھا۔ اِنِّی جَاعِلٌ" فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ (البقرۃ ۲: ۳۰) اور آدم میں اللہ نے اپنی روح پھونکی وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ (صٓ ۳۸: ۷۲)۔ اور آدم کو اللہ نے اپنی صورت پر پیدا کیا تھا۔ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ۔ جب آدمؑ کا یہ مقام اور رتبہ تھا تو حضور ﷺ کا مقام اور درجہ و رتبہ تو اس سے بہت ہی اعلیٰ و ارفع ہے۔ کیونکہ آدمؑ نے اسم

محمد ﷺ کے وسیلے سے اپنی توبہ کی قبولیت کی دعا مانگی تھی جو قبول ہوئی۔ آدمؑ اللہ کے خلیفہ تھے لیکن حضور ﷺ اللہ کے محبوب ہیں۔ اور حضور ﷺ کی خاطر ہی کائنات کو پیدا کیا گیا۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ۔

ایک اور نکتہ سمجھ لیں۔ ہر وہ شے جو اوّل آئی ہے وہ اللہ ہی ہے اور جو چیز بھی آخر میں آئے گی وہ سب اللہ ہی ہے اور جو کچھ کائنات میں ظاہر ہو رہا ہے وہ اللہ کی ذات ہی ہے اور جو کچھ باطن میں ہے وہ سب اللہ ہی ہے۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (الحدید ۵۷ : ۳) لہٰذا ہر شے میں اللہ کا نور موجود ہے اور جب ہر شے میں اللہ کا نور اور اللہ موجود ہے تو ہر شے حاضر ناظر ٹھہری کیونکہ وہ اللہ ہی ہے اور جب ہر شے میں اللہ اور اس کا نور موجود ہے تو ہر شے پر غیب عیاں ہے۔ اگر حضور ﷺ پر اس کا اطلاق کیا جائے تو اس میں کونسی قباحت ہے اور کونسا گناہ سرزد ہوتا ہے۔ یہ بات جس کی سمجھ میں آگئی وہی نجات یافتہ ہے۔ وہی صراطِ مستقیم پر ہے اور وہی ہدایت پانے والا ہے۔

ہر شے اور ہر ذرے میں اور ہر جگہ اللہ موجود ہے اور ہر شے اللہ کے نور سے زندہ ہے اور تمام کائنات وجودِ باری تعالیٰ ہے۔ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ (الذّٰریٰت ۵۱ : ۲۱) (اور میں تمہارے نفوس میں موجود ہوں کیا تم دیکھتے نہیں) هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (الحدید ۵۷ : ۳) کا یہی مفہوم ہے۔ اس کا یہ مفہوم نہیں جو عام طور لیا جاتا ہے کہ اللہ اول اور پہلے تھا اور اللہ آخر میں ہوگا اور اللہ ظاہر بھی ہے اور باطن میں بھی ہے بلکہ اس کا مفہوم وہی ہے جو اوپر بیان ہوا اور اللہ والوں نے اس کا یہی مفہوم لیا ہے۔

دعاگو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب ۳۳

بنام مولوی عبدالرحیم، راولپنڈی

مخلصم مولوی صاحب

السلام علیکم

آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ آپ نے لکھا ہے کہ بعض علما قرآن پاک کی آیات اور سورتوں کو بھی بطور ورد اور وظیفہ پڑھنے سے بھی منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر ہر سورت کی جدا جدا فضیلت جن احادیث اور روایات میں بیان کی گئی ہے وہ تمام ضعیف اور وضعی ہیں۔ کتبِ تفاسیر میں اس قسم کی جتنی روایات پائی جاتی ہیں کہ فلاں سورت کی یہ فضیلت ہے اور فلاں سورت پڑھنے سے یہ کام ہو جاتا ہے اور فلاں عمل کے لیے فلاں سورت اور آیت تلاوت کی جائے یہ سب روایات وضعی ہیں اور بعض صوفیا کی وضع کردہ ہیں۔ چہ جائیکہ کسی بزرگ یا ولی کے کلام کو بطور ورد وظیفہ پڑھا جائے۔ خصوصاً قصیدہ غوثیہ، قصیدہ بردہ اور رسالہ روحی وغیرہ ان کا بطور وظیفہ پڑھنے کا کیا جواز اور کیا فائدہ ہے؟

مولوی صاحب! معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپ کے اپنے خیالات اور نظریات ہیں۔ لیکن آپ نے بعض علما کا نام لے دیا ہے۔ قرآن ہی میں اللہ کا فرمان ہے کہ ہم قرآن میں وہ چیزیں نازل کررہے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہیں۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (بنی اسرآئیل ۱۷: ۸۲) ہم نماز میں پانچوں وقت تمام رکعات میں قرآن پاک پڑھتے ہیں اسی طرح تہجد، چاشت، اشراق اور دوسرے نوافل میں ہم کثرت کے ساتھ قرآنِ پاک پڑھتے ہیں۔ یہ ایک طرح کا قرآنی سورتوں اور آیات کا ورد اور وظیفہ ہوتا ہے۔ جسے ہم روزانہ پڑھتے ہیں۔ اور جس کلام کو بار بار بطور ثواب، دینی اور دنیاوی فلاح اور فائدے کے لیے پڑھا جائے وہ ورد اور وظیفہ ہوتا ہے، جسے ہم روزانہ پڑھتے ہیں۔ اور جس کلام کو بار بار بطور ثواب، دینی اور دنیاوی فلاح اور فائدے کے لیے پڑھا جائے وہ ورد اور وظیفہ ہی ہوتا ہے۔ اور قرآن پاک میں خود اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر اس کی تاکید فرمائی ہے۔

وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝ (بنی اسرآئیل ۱۷: ۷۸) اور وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا۔ اور قرآن ذکر ہی ہے۔ قرآن کا بار بار پڑھنا فلاحِ دارین کا باعث

Marfat.com

ہے۔ قرآنی آیات اور قرآنی سورتوں کو بطور ورد اور وظیفہ پڑھنے سے منع کرنے والے صریحاً گمراہی پر ہیں۔ اور بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کا کلام پڑھنا بھی باعثِ ثواب ہے۔ سلطان باھوؒ نے اپنی کتاب محک الفقراء میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ فقرا اور اولیاء اللہ کا کلام گویا اللہ کا کلام ہے۔ جو شخص ان کے کلام کی عزت نہ کرے اس نے گویا اللہ کے کلام کی بے عزتی کی۔ کَلَامُ الْفُقَرَاءِ کَلَامُ اللّٰہِ وَمَنْ یَّتَھَاوَنُ بِکَلَامِھِمْ فَقَدْ تَھَاوَنَ بِکَلَامِ اللّٰہِ تعالٰے ۔ بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کا کلام پڑھنے سے ان بزرگوں کی دل میں یاد تازہ ہوتی ہے۔ ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق اور ہمت پیدا ہوتی ہے اور وہ ہماری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فیض پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے کلام کے ہر حرف میں ان کی روح کارفرما ہوتی ہے۔ اللہ کا ذکر کرو اور اللہ کا کلام پڑھو تو اللہ تعالےٰ متوجہ اور متجلی ہوتے ہیں۔ فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ (البقرۃ ۲ : ۱۵۲)۔ ''تم میرا ذکر کرو اور مجھے یاد کرو تو میں تمہارا ذکر کروں گا اور تمہیں یاد کروں گا''۔ اور بزرگوں کا کلام پڑھو تو وہ بزرگ متوجہ اور مہربان ہوتے ہیں۔ ان سے باطنی اور روحانی رابطہ قائم ہوتا ہے اور جب ان سے روحانی اور باطنی رابطہ اور تعلق قائم ہو جائے تو ان سے فیوض اور برکات حاصل ہوتی ہیں اور قرب و وصال کے بلند مقامات پر پہنچ کر اور جذب و مستی کی کیفیت میں ان کی زبان پر جو کلام جاری ہوتا ہے ان کا کلام پڑھنے والوں پر بھی وہی جذب و مستی کی حالت طاری ہوتی ہے اور ان کو وہی قرب و وصال کی کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ عمرؓ کی زبان پر بولتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ ۔ اللہ اولیاء اللہ کی زبان بن جاتا ہے اور وہ اللہ کی زبان سے بولتے ہیں۔ لہٰذا اللہ کے کلام کے علاوہ بزرگانِ دین کا کلام بھی بطور ورد اور وظیفہ پڑھنا جائز اور درست ہے اور باعثِ ثواب اور باعثِ خیر و برکت ہے۔

حضور ﷺ سے بہت سی مسنون دعائیں منقول اور مروی ہیں اور وہ قرآنی آیات اور سورتوں پر مشتمل نہیں ہیں۔ لیکن حضور ﷺ نے ان کو پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے اور ان کے فوائد اور فضائل بیان فرمائے ہیں۔

دعاگو: فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۳۴

رشید احمد صدیقی، جہلم

مخلصم رشید احمد صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم

آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ کاشف احوال ہوا۔ آپ نے پوچھا ہے کہ کیا کسی ایسے پیر کی بیعت جائز ہے جو داڑھی منڈواتا ہو۔ فی زمانہ ایسے بہت سے پیر موجود ہیں جو بڑی بڑی گدیوں پر بیٹھتے ہیں لیکن داڑھی مونچھ منڈواتے ہیں۔ اس مسئلہ پر ذرا روشنی ڈالیں تاکہ عوام پر حقیقت واضح ہو اور وہ ایسے پیروں سے نجات حاصل کرسکیں۔

جس کی داڑھی نہیں اور وہ شریعت کا پابند نہیں اس کے پیچھے تو نماز بھی نہیں ہوتی۔ چہ جائیکہ اس سے بیعت جائز ہو۔ جو پیر خود خلافِ شریعت ہے وہ دوسروں کو شریعت کا پابند کیسے بنا سکتا ہے اور جو خود گمراہ ہے وہ دوسروں کو کس طرح شریعت پر گامزن کرسکتا ہے۔

خلاف شریعت کسے رہ گزید

کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

(جس نے شریعت کے خلاف راستہ اختیار کیا وہ منزل تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا)۔ ایسے پیر داڑھی رکھنے کا تکلف نہ کرنے کے علاوہ نماز بھی نہیں پڑھتے اور بالکل غلط طور پر یہ تاثر دیتے ہیں کہ ان کی داڑھی ان کے دل میں موجود ہے اور وہ دل کی نماز پڑھتے ہیں۔ یہ ''عذرِ گناہ بدتر از گناہ'' والی بات ہوئی۔ جو ظاہری نماز نہیں پڑھ سکتا وہ دل کی نماز کیسے پڑھ سکتا ہے۔ یہ تو یوں ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے دل میں یا خواب میں حج ادا کرلیا ہے یا دل اور خواب میں زکوٰۃ ادا کردی ہے تو کیا اس کا حج ادا ہوجائے گا اور اس کی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔ ہرگز نہیں۔ نماز کا فرض تب ادا ہوتا ہے جب وہ ظاہری طور پر جسم کے ساتھ ادا کی جائے۔ اگر دل کی نماز کی کوئی اصلیت اور حقیقت ہوتی اور دل کی داڑھی کا کوئی جواز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور بزرگانِ دین ساری عمر کیوں نمازیں پڑھتے رہے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت کے دوران انتہائی تکلیف کے ایام میں بھی

Marfat.com

کوئی نماز قضا نہیں کی اور تمام کے تمام شرعی داڑھی رکھتے تھے۔

اگر دل کی نماز ظاہری جسمانی نماز کا بدل ہو سکتی تو نماز کے لیے مسجدِ حرام (بیت اللہ)، مسجد نبوی ﷺ اور پوری دنیا میں ہزاروں لاکھوں مساجد کیوں تعمیر کی گئیں۔ ان کی کیا ضرورت تھی۔ دراصل ایسے بے عمل اور تارک شریعت پیروں نے وہابیت کو جنم دیا ہے اور وہابیوں کو پیروں کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ ہم خود بھی ایسے پیروں کے خلاف ہیں جو داڑھیاں نہیں رکھتے۔ شریعت کی پابندی نہیں کرتے۔ کُتے اور ریچھ پالتے اور لڑاتے ہیں۔ اور ہر طرح کے فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں۔ عورتوں کے رسیا اور شوقین ہیں۔ ان بے عمل اور بدعمل پیروں نے پیری مریدی کو ایک پیشہ، آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ اور دکانداری اور کاروبار بنا رکھا ہے۔ ایسے پیروں کا مرید بننا اور ان کے بیعت لینا سخت گناہ اور صریح گمراہی ہے۔

پیروں اور بزرگوں کے لیے خاندانی نجابت کے علاوہ شریعت کی پابندی بہت ضروری ہے۔ اگر کوئی پیر پورا عالم فاضل نہ بھی ہو تو اس کے لیے اس قدر تو ضروری ہے کہ وہ حدیث، تفسیر اور فقہ کا کچھ نہ کچھ علم ضرور رکھتا ہو۔ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتا ہو۔ نماز اور روزے کا پابند ہو، پرہیزگار اور متقی ہو۔

دعا گو: فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۳۵

بنام ڈاکٹر محمد شعیب، باغبان پورہ، لاہور

مخلصم ڈاکٹر محمد شعیب صاحب

السلام علیکم

آپ کا خط موصول ہوا۔ آپ کا مراسلہ مختصراً درج کر رہا ہوں تا کہ کسی اور کے دل میں بھی اگر اسی طرح کے خدشات اور خیالات پیدا ہوں تو وہ اس کا جواب پا سکے۔

آپ نے لکھا کہ میں سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ روحی کافی عرصہ سے پڑھ رہا ہوں اور اس سے مجھے فیض اور فائدہ بھی بہت ہوا ہے لیکن اس میں لکھا ہوا ایک عربی جملہ میرے لیے معمہ بن گیا ہے اور یہ معمہ مجھ سے کسی طرح حل نہیں ہو رہا۔ کچھ ملنے والوں نے بھی اس پر اعتراض کیا ہے اور میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ وہ عربی کا جملہ یہ ہے: اَلفَقرُ لَا یَحتَاجُ اِلٰی رَبِّہٖ وَلَا اِلیٰ غَیرِہٖ (فقیر نہ اپنے رب کا محتاج ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے غیر کا) غیر کا محتاج نہ ہونا تو ٹھیک ہے لیکن اپنے رب کا تو ہر انسان محتاج ہے چاہے وہ نبی ہو یا ولی ہو یا فقیر ہو۔ مہربانی کر کے اس کی وضاحت کر دیں تا کہ میری الجھن دور ہو اور میں معترضین کے اعتراضات کا جواب دینے کے قابل ہو سکوں۔

ڈاکٹر صاحب! آپ نے بہت اہم سوال کیا ہے اور یہ سوال رسالہ روحی پڑھنے والے اور بھی بہت سے لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہوگا۔

واضح رہے کہ کسی چیز کی طلب اور احتیاج اُس وقت تک ہوتی ہے جب تک وہ مل نہ جائے۔ اور جب وہ چیز حاصل ہو جائے اور مل جائے تو پھر اس کی طلب اور احتیاج ختم ہو جاتی ہے۔ سالک اور فقیر کو جب تک رب کا وصال حاصل نہیں ہوتا تب تک اس کے دل میں رب کی طلب اور احتیاج موجود ہوتی ہے اور جب اسے مولیٰ مل جاتا ہے اور اُسے مولیٰ کا وصال حاصل ہو جاتا ہے تو پھر اس کی طلب اور احتیاج ختم ہو جاتی ہے اور وہ رب کے وصال کا محتاج نہیں رہتا۔

اور احتیاج صفتِ موجود ہے یعنی اگر کوئی موجود ہے تو اسے احتیاج بھی رہتی ہے اور

Marfat.com

فقراء بحرِ نیستی میں غوطے لگاتے ہیں اور اپنی ہستی سے گزر جاتے ہیں۔ جب ہستی ہی نہ رہے تو احتیاج کیسی۔ اور اسی معنی میں کہا گیا ہے: اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰه ۔یعنی فقر جب مکمل ہوتا ہے اور انتہا کو پہنچتا ہے تو پھر اللہ ہی اللہ ہے۔ اس مقام پر احتیاج اور طلب ختم ہو جاتی ہے۔

یہ جملہ سلطان باھُوؒ کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ غوث علی شاہ قلندر قادری کی کتاب تذکرہ غوثیہ میں اور سید محمد ذوقی صاحب کی مشہور کتاب سرِّ دلبراں میں بھی یہ جملہ موجود ہے۔

اور اسے حضرت جنید بغدادی کا قول بتایا گیا ہے۔ جب دوئی کا خیال اور وہم مرتفع ہو جائے اور بندہ اللہ کی ذات میں فنا ہو جائے تو احتیاج باقی نہیں رہتی۔ اور شاید یہ خسرو کا شعر ہے۔

فقر حق است و نہ حق ازوے جدا
فقر لایحتاج باشد از خدا

(فقر نہ حق ہے اور نہ حق اس سے جدا ہے۔ اس لیے فقر خدا سے لایحتاج ہوتا ہے۔
امید ہے آپ کی اور جملہ معترضین کی میری اس مختصر سی تحریر سے بخوبی تسلی ہو جائے گی اور آپ کا معمہ حل ہو جائے گا۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۳۶

بنام پروفیسر غلام محمد چوہان، ملتان

السلام علیکم

آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ آپ نے پوچھا ہے کہ جنات واقعی موجود ہیں اور کیا جنات انسانوں پر مسلط بھی ہو جایا کرتے ہیں اور کیا جنات کو مسخر بھی کیا جا سکتا ہے۔

واضح رہے کہ جنات کا وجود قرآن سے ثابت ہے اور جو بات قرآن سے ثابت ہو اس کا انکار کسی مسلمان کے لیے ممکن نہیں۔ غلط تاویلات اور غلط تعبیروں سے اس کی تردید نہیں ہوتی۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ جن انسانوں سے الگ ایک مخلوق ہے جس کی تخلیق آگ سے ہوئی ہے اور انسان الگ مخلوق ہے جس کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے۔ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍo (الاعراف ۷: ۱۲)۔

اور جن انسانوں پر مسلط بھی ہو جاتے ہیں۔ دوسرے دلائل کے علاوہ سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ابلیس (شیطان) جن ہے اور جنات میں سے ہے اور قرآن ہمیں بتاتا ہے اور احادیث سے ثابت ہے کہ شیطان انسان پر مسلط ہو جاتا ہے۔ اس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے۔ اسے گمراہ کرتا ہے اور اسے گناہ پر آمادہ کرتا ہے۔ اور قرآن ہمیں اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنے کی تعلیم دیتا ہے۔ جب شیطان انسان پر مسلط ہوتا ہے جو جن ہے تو دوسرے جنات بھی مسلط ہوتے ہیں۔ اور انسانوں کو طرح طرح کے نقصانات اور تکالیف پہنچاتے ہیں۔ قرآن میں ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو شیطان نے چھو کر بیماری اور عذاب میں مبتلا کر دیا تھا اور اس کے لیے انہوں نے اپنے رب کو پکارا۔ اور شیطان جن ہی ہے۔ وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍo (ص ۳۸: ۴۱)۔

اور جنات کو کامل لوگ مسخر بھی کر سکتے ہیں۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت قرآن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعات میں ملتا ہے۔ جنات ان کے تابع اور مسخر تھے۔ ان کے لیے ہر طرح کے کام اور خدمت کرتے تھے۔ عمارتیں بناتے تھے۔ نقش و نگار بناتے

Marfat.com

تھے۔ بیت المقدس جنات ہی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی نگرانی میں تعمیر کیا تھا۔

اور قرآن ہی میں ہے کہ جب حضرت سلیمان نے اپنے درباریوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا ہے جو بلقیس کا تخت حاضر کر کے دکھا دے تو سب سے پہلے عفریت نامی ایک جن نے کھڑے ہو کر کہا کہ آپ مجھے حکم دیں تو میں بلقیس کا تخت حاضر کر کے دکھا دیتا ہوں۔ اور سلیمان علیہ السلام انسان ہی تھے اور جن ان کے تابع اور مسخر تھے۔ نظر نہ آنے والی غیبی چیزوں کے وجود کا انکار ملحدوں کا کام ہے وہ تو خدا کے وجود تک کا انکار کرتے ہیں۔

اب بھی کامل انسان اپنی روحانی قوت سے جنات کو مسخر کر سکتے ہیں۔ اس کام کے لیے بہت سے کلام، وظائف اور اوراد موجود ہیں مگر یہ کام خطرات سے خالی نہیں۔ جنات بڑی شریر اور خطرناک مخلوق ہے۔ ناقص لوگ جنات کو مسخر کرنے کے عمل اور چلّے کر کے اکثر نقصان اٹھاتے ہیں۔ جنات ان کو پاگل اور بیمار کر دیتے ہیں اور ہلاکت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اس لیے ایسے اعمال سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اس فقیر کے پاس شروع کے ایام میں جنات آتے تھے اور طرح طرح کی خدمات کی پیش کش کرتے تھے۔ مگر میں نے ان کی طرف توجہ نہیں دی اور ان کو کوئی اہمیت نہیں دی اور جنات کے عالم سے گزر گیا۔ ہر سالک کو راہِ سلوک طے کرتے ہوئے جنات کے عالم سے ضرور گزرنا پڑتا ہے۔ لیکن سالک کو چاہیے کہ جنات کے عالم کو اہمیت نہ دے اور اس سے گزر کر اگلے مقامات کو طے کرنے کی کوشش کرے۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۳۷

بنام میاں عبدالغفار چوہان، گجرات

مخلصم میاں عبدالغفار صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا خط موصول ہوا۔ آپ نے لکھا ہے کہ آپ کے علاقے میں ایک ایسا عامل موجود ہے جس کے قبضے میں اس کے کہنے کے مطابق ایک جن ہے۔ جب کوئی حاجت مند اور سائل اس کے پاس جاتا ہے تو عامل اُسے اپنا سوال اور حاجت ایک کاغذ پر لکھنے کو کہتا ہے۔ وہ کاغذ عامل اس کے سامنے ایک کتاب یا قرآن میں رکھ دیتا ہے تاکہ سائل کو اعتماد اور یقین ہو اور دوسرے دن سائل کو آنے کو کہتا ہے۔ جب دوسرے دن سائل اس کے پاس جاتا ہے تو عامل کتاب یا قرآن کھول کر کاغذ نکالتا تو اس کی دوسری طرف سائل کے سوال کا جواب لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جس کے متعلق عامل کہتا ہے کہ یہ جواب جن نے لکھا ہے وہ تحریر بھی عجیب وغریب اور ٹیڑھی ترچھی سی ہوتی ہے مگر پڑھی جاسکتی ہے۔ اس کام کے لیے عامل کافی نذرانہ وصول کرتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ جواب بالکل صحیح ہوتا ہے اور اس تحریر کے مطابق نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ آپ اس کی حقیقت واضح کریں کہ کیا واقعی ایسا ہوتا ہے اور وہ عامل صحیح کہتا ہے کہ جواب جن تحریر کرتا ہے۔

واضح رہے کہ یہ محض شعبدہ بازی، فریب اور دھوکہ ہے۔ وہ جواب عامل خود لکھتا ہے اور اسے جن سے منسوب کرتا ہے۔ عامل بالکل جھوٹ بولتا ہے اور یہ اس نے آمدن کا ایک آسان ذریعہ بنایا ہوا ہے۔ ان جوابات کا نتیجہ اگر اتفاقاً صحیح نکل آئے تو الگ بات ہے ورنہ زیادہ تر نتائج غلط نکلتے ہیں۔

اس ملک میں ایسی بہت سی شعبدہ بازیاں چالاک عامل دکھاتے ہیں اور سادہ لوح عوام کو لوٹتے ہیں۔ غرض مند لوگ ان کے دھوکے میں آکر رقم ضائع کرتے ہیں۔

بعض غرض مند لوگ ایسے عاملوں کے پاس جاتے ہیں تو عامل ان سے کہتے ہیں کہ تمہارے دشمنوں نے تم پر تعویز کیے ہیں اور وہ تعویز انہوں نے تمہارے گھر میں یا قبرستان

میں جادو کے ذریعے دبا رکھے ہیں اور ہم وہ تعویز نکال کر دکھا دیں گے۔ پھر وہ عامل ان کے ساتھ ان کے گھر یا قبرستان جا کر کسی خاص مقام کی کھدائی کرواتے ہیں اور تعویز نکال کر دکھا دیتے ہیں۔ جس سے غرض مندوں کی تسلی ہو جاتی ہے اور وہ عامل کو بھاری نذرانہ دے دیتے ہیں۔ یہ بھی دھوکہ، فریب اور شعبدہ بازی ہے۔ عامل کے پاس اپنے تعویز موجود ہوتے ہیں اور وہ کھدائی کے دوران بڑی ہوشیاری اور ہاتھ کی صفائی سے تعویز کھدائی والی جگہ پر مٹی میں ملا دیتے ہیں اور پھر نکال کر دکھا دیتے ہیں۔ ایسے کئی عامل اپنا تعویز مٹی میں ملاتے ہوئے پکڑے گئے ہیں اور زدوکوب کر کے ذلیل کیے گئے ہیں۔ کئی دفعہ اخباروں میں ایسی خبریں شائع ہو چکی ہیں مگر لالچی اور فریب کار عامل پھر بھی باز نہیں آتے اور اپنا کام جاری رکھتے ہیں۔

کئی شعبدہ باز اور ٹھگ روپیہ اور سونا دوگنا کرنے کا لالچ دیتے ہیں۔ غرض مندوں کے سامنے ہاتھ کی صفائی سے ایک روپے کے کئی روپے بنا کر دکھا دیتے ہیں۔ جب سادہ لوح لوگ ان کے دھوکے میں آ کر انہیں روپیہ یا سونا دیتے ہیں تو وہ روپیہ اور سونا نکال کر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور ایک ڈبے میں ردی ڈال کر اور اسے بند کر کے غرض مندوں کو دے دیتے ہیں اور ان سے کہہ دیتے ہیں کہ اسے تین دن کے بعد کھول کر دوگنا سونا یا روپیہ نکال لینا۔ شعبدہ باز رفوچکر ہو جاتا ہے اور غرض مند جب تیسرے دن ڈبہ کھول کر دیکھتا ہے تو ردی نکلتی ہے اور سونا اور روپیہ غائب ہوتا ہے اور وہ روپیٹ کر رہ جاتا ہے۔ ایسے واقعات عام طور پر ہوتے رہتے ہیں۔ ایسی سینکڑوں شعبدہ بازیاں لوگ دکھاتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنا چاہیے اور انکے فریب میں ہرگز نہیں آنا چاہیے۔

روپیہ پیسہ ایمان کو خراب کر دیتا ہے۔ اس کے حصول کے لیے سینکڑوں حیلے بہانے اور طریقے ایجاد اور استعمال کیے جاتے ہیں۔ غاصب حکمرانوں سے لے کر بھکاریوں، ملنگوں تک اسی دھندے اور کام میں لگے ہوئے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ غاصب حکمران زور، زبردستی اور ڈنڈے کے بل پر روپیہ بٹورتے اور وصول کرتے ہیں اور بھکاری، منگتے اور ملنگ عاجزی اور مسکینی کا مصنوعی مظاہرہ کر کے قابلِ رحم شکل وصورت بنا کر، دعائیں اور التجائیں کر کے اور اللہ اور رسول ﷺ کا واسطہ دے دے کر روپیہ بٹورتے اور

Marfat.com

وصول کرتے ہیں۔ روپیہ بٹورنے اور وصول کرنے میں دونوں کا عمل یکساں ہے۔ صرف بٹورنے کے کام اور طریقے میں فرق ہے۔ اسی طرح کروڑ پتی اور ارب پتی تاجر روپیہ کے طاقت سے اجارہ داری قائم کر کے مال گداموں میں بھر لیتے ہیں اور پھر من مانے دام وصول کر کے غریب عوام کو لوٹتے ہیں۔ اور اسی طرح چور چوری چھپے رات کی تاریکی میں اور ڈاکو لٹیرے اور قزاق علی الاعلان اور دن دھاڑے بندوق اور خنجر اور ہتھیار دکھا کر روپیہ بٹورتے اور وصول کرتے ہیں۔ غاصب حکمران ایوانِ اقتدار اور محلات میں بیٹھ کر عوام کو لوٹتے اور ان سے روپیہ وصول کرتے ہیں۔ بھکاری، منگتے اور ملنگ اور چور ڈاکو گلی کوچوں اور شاہراہوں پر عوام کو لوٹتے اور ان سے روپیہ وصول کرتے ہیں۔ یہ سب ایک ہی گروہ ہیں۔

روپیہ پیسہ بٹورنے کے لیے کسی نے شعبدہ بازوں کا، کسی نے دم تعویز کرنے والوں کا، کسی نے بھکاریوں، ملنگوں اور منگتوں کا، کسی نے چوروں اور ڈاکوؤں کا، کسی نے بڑے بڑے تاجروں ذخیرہ اندوزوں، بلیک میلروں اور سمگلروں کا اور کسی نے غاصب حکمرانوں کا ڈھونگ رچایا اور بہروپ دھار رکھا ہے۔ اللہ سب کو ہدایت دے اور ان کی اصلاح کرے۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۳۸

بنام صوفی غلام علی، شیخو پورہ (پنجاب)

السلام علیکم

آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ آپ نے پوچھا ہے کہ راہِ سلوک میں قبض وبسط سے کیا مراد ہے اور کشف اور مکاشفہ کی کیا تعریف ہے۔ واضح رہے کہ وارداتِ قلبی کے بند ہو جانے کو قبض اور ان کے کھل جانے کو بسط کہتے ہیں۔

قبض کی پھر دو قسمیں ہیں ایک قبض محمود اور ایک قبض مذموم۔ قبض محمود وہ قبض ہے جس سے سالک کے دل میں وارداتِ قلبی کے بند ہو جانے سے سخت ملال اور رنج پیدا ہو۔ یہ محمود اس لیے ہے کہ اس ملال کا پیدا ہونا بھی ایک کیفیت ہے جو مفید ثابت ہوتی ہے۔ اور قبض مذموم وہ قبض ہے جس سے کسی قسم کا ملال پیدا نہ ہو اور دل میں اس کے متعلق کچھ لاپرواہی سی پائی جائے۔ اس نوعیت کا قبض مضر ہے۔

اسی طرح بسط بھی دو طرح کا ہوتا ہے ایک مفید اور دوسرا مضر۔ بسط مذموم وہ ہے جس میں درمیانی منزل کی دلچسپی سالک کی دل بستگی کا باعث بن جائے اور اُسے آگے بڑھنے نہ دے اور وہ وہیں رک جائے۔ اور بسط محمود وہ بسط ہے جب یہ دلچسپیاں دل میں ترقی مزید کی امنگیں پیدا کریں۔ قبض وبسط کا تعلق اُمورِ حاضرہ سے ہوتا ہے۔ وارداتِ غیبی قلب پر وارد ہوں تو بسط اور بند ہو جائیں تو قبض پیدا ہوتا ہے۔

اور کشف لغت میں پردہ اُٹھ جانے کو کہتے ہیں۔ اصطلاحِ تصوف میں امورِ غیبی اور معانی حقیقی پر سے حجابات کا اٹھنا کشف ہے۔ اور حجابات کے اندر جو حقائق ہیں اُن پر وجوداً اور شہوداً اطلاع پانا کشف ہے۔ کشف کی دو اقسام ہیں: کشفِ صوری اور کشف معنوی۔ کشف صوری کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ خواب میں جو معاملات پیش آئیں وہ بیداری میں بھی اُس کے ساتھ پیش آنے لگیں یعنی سچے خوابوں کا آنا۔ کبھی کشف بطور سماع کے ہوتا ہے یعنی سالک آوازیں سنتا ہے اور اُسے آئندہ کے واقعات کی اطلاع ہو جاتی ہے۔ کبھی یہ کشف نفحاتِ الٰہی اور شمائمِ ربانی کو سونگھنے سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ یعقوب علیہ السلام کو

Marfat.com

یوسف کے کُرتے کی خوشبو آ گئی تھی۔ کبھی کشف بطریق ذائقہ کے ہوتا ہے جیسے کوئی شخص مختلف اقسام کے کھانے دیکھتا بھی ہے اور انہیں کھاتا بھی ہے۔ تو اُسے معانی غیبیہ پر اطلاع ہوتی ہے اور اس کی تعبیر کرنی پڑتی ہے۔ بعض اہلِ کشف کے لیے چند حجابات اُٹھتے ہیں اور بعض کے لیے جملہ حجابات اُٹھ جاتے ہیں۔ بعض اہلِ کشف لوحِ محفوظ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ بعض ارواحِ اعلیٰ اور عرش و کرسی اور کتبِ الٰہیہ کو دیکھتے ہیں۔ اس قسم کے مکاشفات کا منبع و مخزن قلبِ انسانی اور اُس قلب کے حواس ہیں۔ قلب بھی سمع و بصر اور دیگر حواس سے آراستہ ہے۔

کشفِ معنوی وہ کشف ہے جو حقائق کی صورتوں سے الگ اور مجرّد ہو۔ یہ کشف اسم علیم اور اسم حکیم کی تجلیات سے حاصل ہوتا ہے۔ اس میں معانی غیبیہ اور حقائق مغیبیہ اچانک ظہور کرتے ہیں۔ روح میں ایک قوتِ خاص ہے۔ جسے نورِ قدس کہتے ہیں۔ جسم سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ کشفِ معنوی اسی نور کی چمک سے ہوتا ہے۔ مکاشفہ بھی کشف ہی ہے۔ مکاشفہ حضوری معنوی کو کہتے ہیں۔ یعنی ناسوت، ملکوت و جبروت کا نفس، دل اور روح و سرّ کے سامنے آشکارا ہو جانا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اُن واقعات سے پہلے سے مطلع فرما دیتا ہے جو دنیا میں پیش آنے والے ہوتے ہیں۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۳۹

بنام علی احمد صاحب ایڈووکیٹ، جہلم

مخلصم علی احمد صاحب

السلام علیکم

آپ کا خط ملا آپ نے تصوف کے بارے میں لکھا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تصوف عجمی چیز ہے۔ اسلام میں اس کا تصور موجود نہیں۔ ہندو جوگی، سادھو اور بدھ مت کے بھکشو لوگوں نے اس کو رواج دیا اور عیسائی راہبوں نے اسے اپنایا۔

واضح رہے کہ بعض گمراہ لوگ اور اسلامی تصوف اور روحانیت کے منکر یہی راگ الاپتے رہتے ہیں اور طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلاتے رہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ چلّے کاٹنا اور جنگلوں اور پہاڑوں میں جا کر مخصوص عبادت کرنا راہبوں اور جوگیوں کا کام ہے۔ اسلام یہ تعلیم نہیں دیتا۔ واضح رہے کہ تصوف دوسرے مذاہب سے ماخوذ نہیں بلکہ عین اسلامی طریق کار ہے۔ سب سے پہلے صوفی خود رسول اللہ ﷺ تھے جو ہر سال ماہِ رمضان میں پہاڑوں میں جاتے اور غارِ حرا میں چلّے کاٹتے اور اعتکاف فرماتے تھے۔ اور اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ اور پھر ساری ساری رات کھڑے ہو کر اللہ کی عبادت کرتے یہاں تک کہ پیروں پر ورم آ جاتا۔ پھر اصحابِ صفہ سارے کے سارے صوفی ہی تھے۔ جنھوں نے دنیا کے کاروبار چھوڑ کر دن رات عبادتِ الٰہی میں صرف کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور لفظ صوفی صفہ ہی سے نکلا ہے۔ اور حضور نبی کریم ﷺ کی نگرانی میں اور حضور ﷺ کی اجازت سے صفہ پر آ کر بیٹھ گئے تھے۔ اور حضور ﷺ اکثر ان کے پاس تشریف لایا کرتے تھے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر وقت گزارتے اور حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان فقراء اور صوفیا کی معیت اختیار کرنے کی تاکید کی گئی اور کہا گیا کہ "اے محمدؐ! اپنے دل کو ان غربا اور فقراء کی معیت پر مطمئن کرو، جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن کر صبح اور شام اُسے پکارتے ہیں۔ ان سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو۔ کیا تم دنیا کی زینت پسند کرتے ہو"۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ

وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْهُمْ ۚ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ (الکھف۱۸ : ۲۸)۔

اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اصحابِ صفہ پورے تارک الدنیا تھے۔ کوئی دنیاوی کاروبار نہیں کرتے تھے۔ بلکہ صبح اور شام کے اوقات میں اللہ کو یاد کرتے اور اُسے پکارتے اوراس کی رضا چاہتے تھے۔اور یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو تاکید کی کہ ان غربا اور فقراء کے ساتھ رہا کرو۔ان کی معیت نہ چھوڑو۔اور سرمایہ داروں اور زر پرستوں کا کہا نہ مانو جو دولت کے نشے میں ہم سے غافل ہو گئے ہیں۔
لہٰذا تصوف عین اسلامی چیز ہے۔ یہ جوگ اور رہبانیت کا چربہ اور نقل نہیں اور جو لوگ اسے عجمی اور غیر اسلامی تصور کرتے ہیں اور اس سے روکتے ہیں وہ صریحاً گمراہ ہیں۔ان کو کبھی بھی اللہ کا راستہ نہیں ملے گا اور وہ گمراہی کی تاریکیوں اور ظلمتوں میں بھٹکتے رہیں گے۔

صحابہ کی اکثریت ایسے لوگوں پر مشتمل تھی جو راتوں کو عبادت کرنے والے تہجد گزار اور دنوں کے مجاہد تھے۔ ان کی زندگی کے شب و روز رضائے الٰہی کے حصول میں گزرتے۔ اطاعتِ نبوی ہی ان کا سرمایۂ حیات تھی۔

تصوف ہی اصل اسلام اور روحِ اسلام ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے ہر حال میں اللہ کا ذکر کثرت سے کرو اور صوفیا اسی پر عمل کرتے ہیں۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۴۰

بنام صوفی غلام مرتضیٰ صاحب، گوجرانوالہ

مخلصم صوفی غلام مرتضیٰ صاحب

السلام علیکم

آپ نے پوچھا ہے کہ سب سے اچھا عمل اور سب سے اچھا وظیفہ کونسا ہے۔ تا کہ وہ عمل کیا جائے اور وہ وظیفہ پڑھا جائے۔

واضح رہے کہ سب سے اچھا اور بہتر عمل نماز ہے۔ اس کے بعد تہجد اور دیگر نوافل کا درجہ آتا ہے۔ باقی سب اعمال ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور سب سے اچھا اور بابرکت وظیفہ قرآن پاک کی تلاوت ہے۔ اور قرآن پاک کی بعض آیات اور سورتیں بطور وظیفہ پڑھنا دینی اور دنیوی امور کے لیے بہت کارگر اور مفید ہے۔ کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اس کے بعد کلمۂ طیبہ اور درود شریف بطور وظیفہ پڑھنا بھی بڑی برکت کا باعث ہے۔ باقی تمام وظائف دوسرے نمبر پر آتے ہیں۔

نماز کے علاوہ اور بھی بہت سے اچھے اعمال ہیں جن سے روحانی ترقی حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً چلّے کاٹنا اور اعتکاف میں بیٹھنا اور کسی اسم یا وظیفے کی زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے۔ ایسے اعمال اگر پیر و مرشد کی اجازت اور نگرانی سے کیے جائیں تو بہت فائدہ حاصل ہوتا ہے اور اگر اجازت اور نگرانی کے بغیر کیے جائیں تو بہت نقصان ہوتا ہے۔ کوئی لاعلاج بیماری لاحق ہو جاتی ہے، دماغی توازن خراب ہو جاتا ہے وغیرہ۔ سروری قادری طریقے میں سب سے بہتر عمل مشقِ تصور اسم اللہ ذات کا ہے۔ اگر یہ پیر و مرشد کی نگرانی اور اجازت سے کیا جائے تو بہت جلد لطائف زندہ اور بیدار ہو جاتے ہیں اور باطنی منازل اور مقامات طے ہوتے ہیں۔ یہ سروری قادری طریقے کا بنیادی اور سب سے اہم عمل اور شغل ہے۔ دوسرا کوئی عمل اس کی برابری نہیں کرسکتا۔ اور اس سے کوئی دنیاوی مقصد حاصل کرنے کا خیال نہ ہو۔ بلکہ صرف اللہ کی رضا کا حصول مقصد ہو۔

قرآن پاک کی تلاوت کے علاوہ اور بھی بہت سے مفید وظائف ہیں جنہیں اگر کسی کامل کی نگرانی اور اجازت سے پڑھا جائے تو بہت اچھے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ مثلاً دعائے سیفی، درود صلوٰۃ الکبریٰ، قصیدہ بردہ اور دلائل الخیرات وغیرہ۔ سورۂ مزمل سروری قادری سلسلے کا اہم ترین وظیفہ ہے اور یہ قرآن پاک ہی ہے۔

اسماء الحسنیٰ کو بطور وظیفہ پڑھنا بہت کارگر ہوتا ہے۔ خصوصاً اسمائے خمسہ یَـا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ، یَا رَحِیْمُ یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ۔ پھر اپنے نام کے اعداد کے مطابق اعداد والا اسمِ الٰہی پڑھنا بھی بہت مفید ہوتا ہے اور بہت جلد اپنے نیک مقاصد میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن ان تمام اعمال اور وظائف کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ تقویٰ اور پرہیزگاری بھی بہت ضروری ہوتی ہے۔ صدقِ مقال اور رزقِ حلال کا خاص خیال رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

ہر مقصد کے لیے الگ الگ اسما کا ورد اور وظیفہ کیا جاتا ہے مثلاً اسما قَہَّارُ اور جَبَّارُ کا ورد کر کے رحمت اور مغفرت طلب نہیں کی جا سکتی۔ رحمت اور مغفرت کی دعا صرف اسمائے رَحْمٰنُ رَحِیْمُ اور غَفَّارُ کا ورد کر کے کی جاتی ہے۔ اسی طرح ہر دعا اور مقصد کے لیے مخصوص اسم کا انتخاب کیا جائے تو دعا قبول ہوتی ہے اور کامیابی ملتی ہے۔ اسم اللہ صرف عبادت کے لیے مخصوص ہے کیونکہ اللہ کا مفہوم یہ ہے کہ وہ معبود ہے اور بندہ عابد ہے۔ اور اسم رب ربوبیت سے متعلق ہے۔ رب مسئول ہے اور بندہ سائل ہے۔ یہی راز ہے کہ شریعت میں بسم اللہ کے ساتھ عبدیت کی اجازت ہے اور اسم ربّ کے ساتھ دعا کی اجازت ہے۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

مکتوب نمبر ۴۱

بنام ڈاکٹر محمد فاروق، چائلڈ سپیشلسٹ، راولپنڈی

مخلصم ڈاکٹر محمد فاروق صاحب

السلام علیکم

آپ نے لکھا ہے کہ آج دنیا بھر میں مسلمان ذلیل ہو رہے ہیں۔ غربت اور ذلت ان کا مقدر ہے اور وہ انتہائی پسماندہ ہیں۔ مگر جن کو ہم کافر اور مشرک کہتے ہیں وہ عیش و آرام کی زندگی گزار رہے ہیں۔ دن بدن ترقی کر رہے ہیں اور انتہائی ترقی یافتہ ہیں۔ کیا مسلمانوں کی ذلت، پسماندگی اور خواری کی وجہ ان کا مذہب اسلام تو نہیں؟ اور کیا اسلام ہی ان کی ترقی اور کامیابی کی راہ میں رکاوٹ تو نہیں؟

آج کل مغرب سے متاثر اور مغربی تعلیم، افکار اور رسم و رواج کے دلدادہ نام نہاد ترقی پسند اور جدید تعلیم یافتہ لوگوں کے ذہن میں یہ غلط سوچ اور منفی خیالات عموماً پیدا ہوتے رہتے ہیں اور وہ اسی کا پراپیگنڈا کرتے رہتے ہیں۔ مگر یہ ان کی محض جہالت اور حقائق سے ناواقفیت ہے۔

اگر ایک شرابی، زانی، بدکردار ظالم شخص کے پاس دولت ہے اور وہ عیش کرتا ہے اور ایک شریف، نمازی، پرہیزگار اور خداترس آدمی غربت اور تنگی کی زندگی گزارتا ہے تو کیا ہم یہ کہیں گے کہ شرابی، زانی اور ظالم شخص بہتر ہے اور اس کا برا کردار اس کی خوشحالی کا باعث ہے اور اس کا طریق کار درست اور صحیح ہے اور نیک اور متقی آدمی جو غربت کی زندگی گزار رہا ہے اس کا طریق کار غلط ہے۔ اور کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ شراب، زنا اور ظلم ترقی اور خوشحالی کا سبب ہے اور نیکی اور پرہیزگاری ترقی اور خوشحالی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔

زنا، شراب اور ظلم ہر صورت میں بدترین اعمال اور قابلِ مذمت افعال ہیں اور نیکی اور پرہیزگاری ہر حال میں مستحسن اور قابلِ تعریف صفات ہیں۔ اور کوئی جاہل سے جاہل آدمی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ نیک آدمی ترقی اور خوشحالی کے حصول کے لیے نیکی چھوڑ کر شراب خوری اور زناکاری شروع کر دے۔ اور کیا ایسا کر کے وہ خوشحال ہو جائے گا اور کیا یہ کہا جا سکتا ہے

Marfat.com

کہ زانی اور شرابی غربت اور مسکنت سے بچنے کے لیے زنا کاری اور شراب خوری جاری رکھے۔ ہر گز نہیں۔ شرابی اور زانی دولت کے بل بوتے پر چند روز عیش کر لیتا ہے۔ مگر بعد میں اس دنیا میں بھی اور اُس دنیا میں بھی ذلت اور رسوائی سے ہم کنار ہوتا ہے اور اُسے سکون قلب حاصل نہیں ہوتا۔ مگر نیک اور پرہیز گار آدمی چند روز بطور آزمائش پریشانی اور غربت میں گزارتا ہے مگر اُسے روح کا سکون اور اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے اور آخرت میں اس کے لیے بڑا اَجر ہے۔ مسلمانوں کی پسماندگی کی وجہ اسلام ہر گز نہیں۔ بلکہ اس کی وجوہات کچھ اور ہیں۔ اسلام دشمن طاقتیں عیسائی، یہودی اور ہندو مسلمانوں کو پسماندہ رکھنے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ سازشوں کا جال بچھا رہے ہیں۔ سیاست کا ہر حربہ، صحافت اور میڈیا کا ہر طریقہ اور مال و دولت کو بے دریغ استعمال کر کے مسلمانوں کے خلاف جدوجہد کی جا رہی ہے۔ مسلمانوں میں پھوٹ، تفرقہ اور اختلاف پیدا کرنے کی ہر کوشش کی جا رہی ہے۔ اور بہت منظم اور جدید ترین طریقوں سے مسلمانوں پر ترقی کی راہیں مسدود کی جا رہی ہیں۔ ان ہی اسباب کی بنا پر مسلمان پسماندہ غلام اور ذلیل ہو رہے ہیں۔ ورنہ اسلام تو ترقی اور کامیابیوں کا ضامن ہے۔ قرآنِ اولیٰ میں اسلام ہی مسلمانوں کی ترقی، کامیابی اور خوشحالی کا سبب بنا۔

اب مسلمانوں نے اسلامی اصولوں پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ فرقہ پرستی اور اختلافات کی دلدل میں پھنس گئے ہیں۔ علما کا کام صرف یہ رہ گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو آپس میں لڑائیں اور ان کا خون بہائیں۔ غلط تاویلات اور غلط فتوؤں کے ذریعے ایک دوسرے پر کفر اور شرک کے فتوے لگائیں۔ فتویٰ فروشی کریں۔ اگر مسلمان آج بھی صحیح معنوں میں اسلام کے زریں اصولوں پر عمل شروع کر دیں تو آج بھی ترقی اور کامیابی اور خوشحالی ان کے قدم چومے گی۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

مکتوب نمبر ۴۲

بنام حافظ منظور احمد، کراچی

مخلصم حافظ صاحب

السلام علیکم

آپ نے لکھا ہے کہ آپ کو مرید ہوئے دس سال کا عرصہ ہو گیا ہے لیکن پریشانی اور غربت دور نہیں ہوئی۔ کاروبار نہیں چلا۔ حالانکہ اولیائے کرام کے واقعات میں پڑھا ہے کہ وہ تقدیریں بدل دیا کرتے تھے اور مریدوں کی غربت دور کر کے انہیں مال و دولت سے نوازتے تھے۔

واضح رہے کہ بیعت اور مرید ہونے کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ مرید راتوں رات امیر ہو جائے اور اُسے مرید ہوتے ہی بہت سارا روپیہ پیسہ ہاتھ آ جائے۔ بلکہ بیعت ہونے اور مرید ہونے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مرید صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جائے۔ اس کی عاقبت اور آخرت سنور جائے۔ اور اُسے فقر و تصوف اور روحانیت کی دولت نصیب ہو۔ مال و دولت تو عارضی چیزیں ہیں۔ اگر آپ صرف مال و دولت کے حصول کے لیے میرے مرید بنے ہیں تو بے شک مجھ سے علیحدہ ہو جائیں۔ میں تو اللہ کی راہ دکھانے والا ہوں اور فقر و تصوف اور روحانیت کی راہ پر گامزن کرنے والا ہوں۔ مال و دولت تو فاحشہ عورتوں، ناچنے گانے والی ایکٹرسوں اور بازاری عورتوں کے پاس بھی بہت ہوتی ہے۔ تو کیا وہ کامیاب ہیں۔ وہ تو جہنم کا ایندھن ہیں۔ بعض لوگ سلطان باہوؒ کا یہ مصرعہ دہراتے ہیں کہ:

پہلے غم ٹکڑے دا میٹے پچھے رب دا راہ سمجھائے ھو

اور اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ مرشد پہلے مرید کو مال و دولت عطا کرے بعد میں اللہ کی راہ دکھائے۔ اس مصرعے کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔ بلکہ اصل مطلب یہ ہے کہ مرشد مرید کو دل کا ایسا اطمینان عطا کرے کہ وہ رزق اور روزی کے غم سے بے نیاز ہو جائے اور یہ سمجھے کہ رزق اللہ نے دینا ہے اور یہ فکر اور غم دل سے بالکل نکال دے۔

اسلام اس لیے قبول نہیں کیا جاتا کہ مال و دولت ملے۔ اگر مسلمان ہوتے ہوئے بھی

Marfat.com

کسی کو مال و دولت نہ ملے تو کیا وہ اسلام چھوڑ دے اور یہ کہے کہ غیر مسلموں کو مال و دولت حاصل ہے اور ہم مسلمان ہوتے ہوئے بھی کنگال اور غریب ہیں۔ حضور ﷺ کے زمانے میں مسلمانوں پر انتہائی پریشان کن حالات آئے مگر انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اسلام نے ہمیں کیا دیا۔ ہم مسلمان ہو کر زیادہ پریشان ہو گئے یا ہمیں مال و دولت نہیں ملی۔

شعب ابی طالب میں مسلمانوں نے حضور ﷺ کے ساتھ پورے تین سال بہت ہی مصیبت اور اذیت میں گزارے۔ کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ملتی تھی۔ مکہ والوں نے مکمل بائیکاٹ کر رکھا تھا۔ خشک چمڑے ابال ابال کر اس کا پانی بچوں کو پلایا جاتا تھا۔ مگر مسلمانوں نے حضور ﷺ سے یہ نہیں کہا کہ آپ ﷺ پیغمبر ہوتے ہوئے لمحوں میں اس عذاب سے نجات کیوں نہیں دلا دیتے اور یہ نہیں کہا کہ یہ مصیبت اور تکلیف ہم پر اسلام اور آپ ﷺ کی وجہ سے مسلط ہوئی ہے بلکہ وہ ثابت قدم رہے اور اسلام اور حضور ﷺ کی خاطر مصائب برداشت کرتے رہے اور پورے تین سال تک برداشت کرتے رہے اور اسے ایک امتحان اور آزمائش سمجھتے رہے اور ایک آپ ہیں کہ ذرا ذرا سی بات اور پریشانی پر اس انداز سے خط لکھتے ہیں گویا یہ پریشانی میں نے آپ پر مسلط کی ہے۔ اللہ کی رضا پر راضی رہنا چاہیے۔ اللہ جس حال میں رکھے اس پر صبر کرنا چاہیے اور اصل مقصد کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ تو امتحان ہوتا ہے اور امتحان میں کامیابی ثابت قدم رہنے اور صبر کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ شکوے اور شکایت کرنے سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ اور اللہ کی ناراضگی دین و دنیا میں بربادی کا باعث بنتی ہے۔

دعا گو

فقیر نور محمد سروری قادری

Marfat.com

شجرۂ طیبہ سلسلہ عالیہ قادریہ سروریہ

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

فارسی

منم وابستۂ دامانِ مردِ عارف و کامل
فقیرِ سروری عبدالحمیدِ صوفی و صافی
مرا نورِ محمدؒ نورِ احمدؒ مے بود کافی
دگر صالح محمدؒ صفحۂ دل را کند صافی
غلام باھوؒ محمد ہم حسینمؒ مے بود شافی
ولی سلطان باھوؒ پیر رحمانؒ بس بود کافی
جلیلؒ و ہم بقاؒ ستارؒ فتاحؒ نجم الدین یحیٰؒ
دگر جبارؒ رزاقمؒ ہمیشہ شافی و وافی
شفیعم غوثِ اعظمؒ بوسعیدؒ و بوالحسنؒ کافی
ولی بوالفرحؒ واحد تمیمیؒ و شبلیؒ مرا شافی
جنیدؒ و سقطیؒ و معروفؒ و داوٗدؒ حبیبِ عجمیؒ
حسنؒ ہم حیدرؒ و احمدؐ محمدؐ شافی و وافی

..................ooooooo..................

Marfat.com

اردو

رحم کر یا ربّ محمد مصطفٰے ﷺ کے واسطے

سیدِ کونین ، شاہِ دوسرا کے واسطے

والئی ملکِ ولایت حضرتِ مولا علیؓ

حضرتِ حسنینؓ آں آلِ عبا کے واسطے

حسن بصریؒ پیرِ کامل شاہ حبیب عجمی ولیؒ

حضرت داوٗد طائیؒ با صفا کے واسطے

حضرتِ معروف کرخیؒ سری سقطیؒ شاہ جنیدؒ

شیخ شبلیؒ عبد واحد بے ریا کے واسطے

حضرت ابو الفرحؒ یوسفؒ بوالحسنؒ شیخِ جہاں

پیر میراںؒ بو سعیدؒ با وفا کے واسطے

شاہِ جیلاں غوثِ اعظم پیر میراں محی الدین

سید عبدالرزاقؒ با حیا کے واسطے

سید عبدالجبارؒ و سید یحیٰؒ ولیؒ

نجم دینؒ و عبدِ فتاحؒ پر ضیا کے واسطے

Marfat.com

عبد رحمانؒ سید آلِ نبی خیرالورا
شیخِ کامل پیر باہوؒ با خدا کے واسطے

ولی محمدؒ پیر زادہ ولد او محمد حسینؒ
بعد ازاں حافظ محمدؒ با رضا کے واسطے

شاہ غلام باہوؒ ازاں صالح محمدؒ ولدِ او
نور احمدؒ شیخ او نور الہدیٰ کے واسطے

حضرت نورِ محمدؒ سروری و قادری
کر ہمیں منظور ان سب اولیا کے واسطے

مظہرِ نورِ محمد حضرت عبدالحمید
منزلِ عرفاں کے کامل پیشوا کے واسطے

........................ooooooo........................

Marfat.com

منظوم مناقب

حضرت فقیر نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں میں نے چند مناجاتیں لکھی ہیں۔ ان کو میں اختصار کے ساتھ ذیل میں درج کرتا ہوں۔ ارادتمندوں کو پڑھ کر دلی سکون حاصل ہوگا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

۱

منقبت

جو نام ہے عزت کے قابل وہ نام ہے نور محمد کا
جو کام پسند ہے مولا کو وہ کام ہے نور محمد کا

جس نے بھی لگایا ہونٹوں سے سرمستِ عشق رسول ہوا
کیا بادہ ہے نور محمد کا ، کیا جام ہے نور محمد کا

جن کو بھی عقیدت ہے ان سے اللہ کی قسم ان لوگوں پر
انعام ہے نور محمد کا، اکرام ہے نور محمد کا

اللہ کا ہاتھ کہیں جس کو وہ دستِ مبارک ہے ان کا
جو عرشِ بریں پہ پہنچتا ہے وہ گام ہے نور محمد کا

ہر لمحہ یادِ الٰہی ہو، ہر لحظہ ذکرِ محمد ﷺ ہو
کیا پاک مبارک جاں پرور پیغام ہے نور محمد کا

دنیا میں بھی خوشحال تھے وہ عقبیٰ میں بھی خوشحال ہیں وہ
کتنا اعلیٰ کتنا اچھا انجام ہے نور محمد کا

جو کچھ بھی کہا جو کچھ بھی لکھا احکامِ حق کے مطابق تھا
ہر حرف ہر اک نقطہ کامل الہام ہے نور محمد کا

.............ooooooo.............

Marfat.com

۲
منقبت

یہ نام کس کا ، یہ ذکر کس کا زباں پہ لیل و نہار آیا
نظر کو راحت ملی نہایت یہ کس کا نوری مزار آیا

یہ کون ساقی ہوا ملاقی ، پلائی جس نے شراب باقی
کہ جس سے دل کو، کہ جس سے جاں کو سرور آیا خُمار آیا

وفورِ غم سے نڈھال ہم تھے، مصیبتوں پر مصیبتیں تھیں
جو تم کو دیکھا جو تم کو پایا تو غمزدوں کو قرار آیا

دلوں کی اجڑی ہوئی زمین کی دوبارہ شادابیوں کی خاطر
وہ لے کے عرفاں کی رحمتوں کو بشکلِ ابر بہار آیا

دلوں کو تسکین نظر کو تمکین ہوئی ہے مدت کے بعد حاصل
یہ کس کا محبوب شہر آیا ، یہ کس کا پیارا دیار آیا

ہے نام نور محمد اس کا ، وہی ہے مرکز ہدایتوں کا
اسی نے بخشی نجات سب کو، وہ سب کی بگڑی سنوار آیا

وہی ہیں عارف وہی ہیں کامل وہی ہیں فقرِ نبی ﷺ کے حامل
وہی ہے خوش بخت اُن کے در پر جو چند لمحے گزار آیا

..........ooooooo..........

Marfat.com

۳

منقبت

گھر گھر میں، بستی بستی میں چرچا ہے نور محمد کا
اب تذکرہ محفل محفل میں ہوتا ہے نور محمد کا

دیدہ دیدارِ الٰہی سے بینا ہے نور محمد کا
دل ذکرِ خدا میں ہر لحظہ گویا ہے نور محمد کا

جاتا ہے کلاچی کی جانب انبوہ ارادتمندوں کا
پھر دل میں عقیدت مندوں کے سودا ہے نور محمد کا

ہر لحمہ روئے منور سے انوار برستے رہتے ہیں
رخ چاند ستاروں سے بڑھ کر زیبا ہے نور محمد کا

آنکھوں کو جس کے منظر سے تسکین میسر ہوتی ہے
پُرنور منور نورانی روضہ ہے نور محمد کا

رتبہ بھی فقر و ولایت میں، درجہ بھی علم و تقدس میں
ارفع ہے نور محمد کا، اعلیٰ ہے نور محمد کا

ہے ان کی نگاہوں پر ظاہر ہر حال زمانے کا کاملؔ
امروز ہے نور محمد کا، فردا ہے نور محمد کا

.............ooooooo.............

Marfat.com

۴

منقبت

خداوندا مجھے صورت دکھا نور محمد کی
نگاہوں میں سمائی ہے ادا نور محمد کی
سمجھ سکتا نہیں ہرگز کوئی ان کی فقیری کو
فقیری ہے زمانے سے جدا نور محمد کی
کلاچی جا کے اپنے دل کا ہر اک مُدّعا مانگو
سدا مقبول ہے ہر اِک دعا نور محمد کی
وہی دل مرکزِ انوارِ ذاتِ کبریائی ہے
کہ ہے موجود جس دل میں وِلا نور محمد کی
کرو کوشش کہ حاصل ہو تمہیں ان کی رضامندی
یقیناً ہے رضائے حق رضا نور محمد کی
خدا کی رحمتیں در پردہ ان پر ہوتی رہتی ہیں
کہ جو کرتے ہیں مدحت برملا نور محمد کی
شفا مل جاتی ہے ان کو ہر اک رنج و مصیبت سے
میسر ہو جنہیں خاکِ شفا نور محمد کی
خزانہ معرفت کا آپ کی ''عرفان'' ہے کامل
تجلی ہے خدا کی ''حق نما'' نور محمد کی

..........ooooooo..........

Marfat.com

۵
منقبت

سلطانِ جہانِ فقراء نور محمد
سرتاجِ گروہِ علما نور محمد
ہر وقت ہے دیدارِ الٰہی انہیں حاصل
ہر بات میں راضی برضا نور محمد
آتا نہیں مایوس کوئی آپ کے در سے
کر دیتے ہیں ہر چیز عطا نور محمد
ہو جاتی ہے جس پر بھی نظر مہر و کرم کی
اللہ سے دیتے ہیں ملا نور محمد
دل زندہ ہوئے جن کی توجہ کے اثر سے
وہ مردِ خدا ہیں بخدا نور محمد
کر دیتے ہیں ہر کشتِ دلِ تشنہ کو سیراب
ہیں قلزمِ انعام و عطا نور محمد
درماں و مداوائے غم بے کس و مجبور
تسکینِ دل شاہ و گدا نور محمد
اس شخص کی ہر بات سنور جاتی ہے کاملؔ
جس شخص کو دیتے ہیں دُعا نور محمد

............OOOOOOO............

Marfat.com

٦
منقبت

صاحبِ لطف و عطا نور محمد صاحب
مالکِ صدق و صفا نور محمد صاحب
پیکرِ جود و سخا نور محمد صاحب
مرجعِ شاہ و گدا نور محمد صاحب
اس زمانے میں نہیں آپ کا ثانی کوئی
نیّرِ نورِ ھدیٰ نور محمد صاحب
آپ نے کی ہے عطا فقر کی دولت سب کو
بادشاہِ فقراء نور محمد صاحب
ہو کے رہتا ہے زمانے میں وہی لایحتاج
جس کو دیتے ہیں دعا نور محمد صاحب
جلوہ اللہ کا، دیدار شہِ بطحا ﷺ کا
سب کو دیتے ہیں دکھا نور محمد صاحب
آپ کے در پہ پہنچ جاتے ہیں جو بھی اُن کو
فیض دیتے ہیں سدا نور محمد صاحب
بند ہوتا نہیں کاملؔ درِ اقدس ان کا
در کو رکھتے ہیں کھلا نور محمد صاحب

OOOOOOO

Marfat.com

۷
منقبت

وارثِ گیسوؒ دراز ہیں وہ تو
باھوؒ کے ہمراز ہیں وہ تو
اور غریب نواز ہیں وہ تو
حضرت نور محمد صاحب

وہ تو ہیں مقبول خدا کے
پیکر ہیں وہ صدق و صفا کے
قلزم ہیں وہ جود و عطا کے
حضرت نور محمد صاحب

وہ باھوؒ کے باھوؒ اُن کا
حکم جہاں میں لاگو اُن کا
نفس و ہوا پر قابو اُن کا
حضرت نور محمد صاحب

فقر کا تخت و تاج ہے اُن کا
سب کے دلوں پر راج ہے اُن کا
کل بھی ان کا آج بھی اُن کا
حضرت نور محمد صاحب

زندہ ہیں بیدار ہیں دیکھو
بینا ہیں ہشیار ہیں دیکھو

Marfat.com

ولیوں کے سردار ہیں دیکھو
حضرت نور محمد صاحب
شور سلام و درود ہے دیکھو
حاصل ہر مقصود ہے دیکھو
محفل میں موجود ہے دیکھو
حضرت نور محمد صاحب

وہ ماہی کے ان کا ماہی
ان کو زیبا عالی جاہی
ان کی حکومت ان کی شاہی
حضرت نور محمد صاحب

رشد و ہدایت کام ہے ان کا
دنیا بھر میں نام ہے ان کا
کاملؔ ایک غلام ہے ان کا
حضرت نور محمد صاحب

............ooooooo............

۸
منقبت

وہ سلطان باھوؒ کے مظہرِ مکمل
وہ فقرِ محمدؐ کی تصویرِ کامل
دو عالم کی رحمت کی سیرت کے حامل
ہیں نور محمد ہیں نور محمد

ہے ''عرفان'' جن کی سرا سر ہدایت
ملی فقر کی جس سے دنیا کو دولت
مُسلَّم ہے جن کی جہاں میں ولایت
ہیں نور محمد ہیں نور محمد

وہ جو فقر کے بن کے سلطان آئے
ہدایت کا لے کے جو سامان آئے
جو گمراہوں پر کر کے احسان آئے
ہیں نور محمد ہیں نور محمد

بڑی شان بخشی ہے جن کو خدا نے
کیا خاص جن پر کرم مصطفیٰ ﷺ نے
وہ جن کو نوازا ہے غوث الوریٰ نے
ہیں نور محمد ہیں نور محمد

منور ہوئے قلب جن کی ضیا سے
بھری جھولیاں سب نے جن کی عطا سے

Marfat.com

ملاتے ہیں جو روزِ اول خدا سے

ہیں نور محمد ہیں نور محمد

جو کامل ہیں عارف ہیں اور باخدا ہیں

طریقت کے ہر رمز سے آشنا ہیں

جو ولیوں کے سلطان اور پیشوا ہیں

ہیں نور محمد ہیں نور محمد

............OOOOOOO............

Marfat.com

۹

منقبت

حق نور محمد نوری ہے
حق نور محمد نوری ہے
سلطان الفقر مقام ان کا
اللہ کا ذکر پیام ان کا
اونچا ہے بلند ہے نام ان کا
ان کی تعظیم ضروری ہے
حق نور محمد نوری ہے
حق نور محمد نوری ہے
دربار ہے عالی شاں ان کا
شیدا ہے سارا جہاں ان کا
دنیا پہ ہے احساں ان کا
وہ بزمِ نبیؐ کا حضوری ہے
حق نور محمد نوری ہے
حق نور محمد نوری ہے
وہ اللہ تک پہنچاتے ہیں
وہ حق کی راہ دکھاتے ہیں
جنت کی سیر کراتے ہیں
جو بات کریں وہ پوری ہے
حق نور محمد نوری ہے

Marfat.com

حق نور محمد نوری ہے
تو بھی رکھ ان کی آس سجن
کرتا ہے کیوں وسواس سجن
رہتا ہے دل کے پاس سجن
کیا نزدیکی کیا دوری ہے
حق نور محمد نوری ہے
حق نور محمد نوری ہے
وہ سچ مچ نورِ محمدؐ ہے
سچ مچ منظورِ محمدؐ ہے
واللہ وہ ظہورِ محمدؐ ہے
وہ نوری ہے وہ نوری ہے
حق نور محمد نوری ہے
حق نور محمد نوری ہے
راضی ہے ان سے خدا یارو
مقبول ہے ان کی دعا یارو
کاملؔ ہے ان کا گدا یارو
بس ان کی ہی منظوری ہے
حق نور محمد نوری ہے
حق نور محمد نوری ہے

............ooooooo............

Marfat.com

ذکر قادریہ سروریہ

Marfat.com

اس ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ ذکر کرنے والے ایک حلقے کی صورت میں بیٹھ جائیں اور ایک خوش آواز شخص کھڑا ہو کر ذِکر کا ایک ایک حصہ بلند آواز سے خوش الحانی کے ساتھ پڑھے اور باقی حاضرین اس کے ساتھ ساتھ پڑھتے جائیں۔

شروع

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

پہلا دور

لَآاِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ	۲۱بار
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ	۳بار
یَااللّٰہُ یَااللّٰہُ یَااللّٰہُ یَااللّٰہُ	۱۱بار
اَللّٰہ ھُوْ اَللّٰہ ھُوْ اَللّٰہ ھُوْ اَللّٰہ ھُوْ	۱۱بار

دوسرا دور

صَلِّ عَلٰی حَبِیْبِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ	۱۱بار
صَلِّ عَلٰی رَسُوْلِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ	۱۱بار
صَلِّ عَلٰی شَفِیْعِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ	۱۱بار
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَلِّمْ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ	۱۱بار
بَلَغَ الْعُلٰے بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ	۱۱بار
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ	۱۱بار

تیسرا دور

یَا عَلِیُّ الْمُرْتَضٰے یَا عَلِیُّ مُشْکِلْ کُشَا	۱۱بار
یَا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اَمْرُ اللّٰہ	۱۱بار
یَا حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی نُوْرُ اللّٰہ	۱۱بار
یَا حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی غَوْثُ اللّٰہ	۱۱بار

Marfat.com

یَا حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی قُطُبُ اللّٰہ ۱۱بار

یَا حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی شَیْاءً لِلّٰہ ۱۱بار

چوتھا دور

حق باھو حق باھو حق باھو حق باھو ۱۱بار

اللّٰہ ھو اللّٰہ ھو اللّٰہ ھو اللّٰہ ھو ۱۱بار

یاھو یا ھو یا ھو یا ھو ۱۱بار

پانچواں دور

حَسْبِیْ رَبِّی جَلَّ اللّٰہ لَا اِلٰـہَ اِلَّااللّٰہ ۱۱بار

مَافِیْ قَلْبِیْ غَیْرَ اللّٰہ لَا اِلٰـہَ اِلَّااللّٰہ ۱۱بار

نُوْرِ مُحَمَّدْ صَلَی اللّٰہ لَا اِلٰـہَ اِلَّااللّٰہ ۱۱بار

آخردعا

طریقہ ختم غوثیہ قادریہ

یہ طریقہ حضرت قبلہ فقیر صاحبؒ نے خود تحریر فرمایا ہے۔ اسی پر آپؒ کا عمل رہا ہے۔ اس سے بے شمار دینی و دنیوی اور روحانی فوائد اور برکات کا حصول ہوتا ہے۔

ایک سو گیارہ (۱۱۱) دانے یا سنگریزے لے کر ان پر حسب ذیل کلام پڑھیں:

درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْھِمْ ۔(ایک سو گیارہ (۱۱۱) بار)

الحمد شریف ۱۱۱بار

سورہ الم نشرح ۱۱۱بار

قل ھو اللّٰہ شریف ۳۳۳بار

Marfat.com

سورہ الم نشرح ۱۱۱بار

الحمد شریف ۱۱۱بار

درود شریف ۱۱۱بار

اس کے بعد اس ختم شریف کا ثواب شیخِ حلقہ کو تمام پڑھنے والے بخشیں۔ پڑھنے والوں میں سے کسی ایک شخص کو شیخِ حلقہ بنا دیا جاتا ہے اور شیخِ حلقہ اس ختم کا ثواب حسب ذیل طریق پر اپنے بزرگوں کو بخشے:

اَللّٰھُمَّ بَلِّغْ ثَوَابَ ھٰذِہِ الْخَتَمِ الشَّرِیْفِ وَ ذِکْرَاتُ اللَّطِیْفُ ھَدِیَۃَ مِنَّا اِلٰی قَمْرِ التَّمَامِ مِصْبَاحِ الظُّلَامِ اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْاَنَامِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

خُصُوصاً اِلٰی اَرْوَاحِ اُمَرَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَبِی بَکْرِ الصِّدِّیْقِ وَعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانِ بْنِ عَفَّانِ وَ عَلِیُّ الْمُرْتَضٰے وَالْفَاطِمَۃُ الزَّھْرا وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ الْمُجْتَبٰے وَالْحَمْزَ ۃ وَالْعَبَّاسِ وَخَدِیْجَۃِ وَ عَائِشَۃِ وَالْعَشَرَۃِ الْمُبَشَّرۃ وَسَائِرِ الصَّحَابَتِہ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

خَصُوصًا اِلٰی رُوحِ قُطْبِ رَبَّانِیْ شَیخ غَوْثِ صَمَدَانِی قِنْدِیْلِ نُوْرَانِیْ شَھْبَازِ لَامَکَانِیْ حَضرت شَیخ سَیِّدِ عَبْدُالْقَادِرْ جِیْلَانِی قُدِّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْز وَ نُوْرُ اللّٰہِ ضَرِیْحَۃُ وَاِلٰی اَرْواحِ اٰبَائِہٖ وَاُمَّھَاتِہٖ وَاَجْدَادِہٖ وَجَدَّاتِہٖ وَاَجْوانِہٖ وَاِخْواتِہٖ وَاَوْلَا دِہٖ وَخُلَفَائِہٖ وَطُلَابِہٖ وَ مَرِیْدَانِہٖ وَاَحِبَائِہٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ ثُمَّ بَعْدَ اِلٰی رُوحِ سُلْطَانُ الْعَارِفِیْن بُرھَانُ الْوَاصِلِیْن مُقْتَدَاءِ کَامِلِیْن فَنافِیْ عَین ذَاتِ یَا ھُوْ حَضرت شَیْخ سُلطَانْ بَاھُو قُدِّسَ سِرَّہُ الْعَزِیْزْ ۔ وَنُوَّرَ اللّٰہ ضَرِیْحَۃِ وَاِلٰی اَرْوَاحِ اٰبَائِہٖ وَاُمَّھَاتِہٖ وَاَجْدَادِہٖ وَجَدَّاتِہٖ وَاِخْوَانِہٖ وَاِخْواتِہٖ وَجَمِیْعِ اَقْرِبَائِہٖ وَاَوْلَادِہٖ وخُلَفَائِہٖ و مُرِیْدَائِہٖ وَطُلَّابِہٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ ثُمَّ بَعْدَاِلٰی اَرْوَاحِ

(یہاں شجرہ طیبہ قادریہ سروریہ پڑھے)

مرا نور محمد نور احمد ے بود کافی
دگر صالح محمد صفحۂ دل را کند صافی
غلام باہو محمد ہم حسینم ے بود شافی

Marfat.com

ولی سلطان باہو پیر رحماں بس بود کافی
جلیل و ہم بقا ستار فتاح نجم الدین یحیٰ
دگر جبار رزاقم ہمیشہ شافی و وافی
شفیعم غوثِ اعظم بو سعید و بوالحسن کافی
ولی بوالفرح واحد نغمی و شبلی مرا شافی
سعید و سقطی و معروف داؤد و حبیب عجمی
حسن ہم حیدر و احمد محمد ﷺ شافی و وافی

ثُمَّ بَعْدَ اِلٰی اَرْوَاحِ اٰبَآئِنَا وَاُمَّهَاتِنَا وَاَجْدَادِنَا وَجَدَّاتِنَا وَاِخْوَانِنَا وَاِخْوَاتِنَا وَاَوْلَادِنَا وَالْاَسَاتِذَتِنَا وَالْمَشَائِخِهٖ وَلِمَنْ لَهٗ حَقٌّ عَلَيْنَا وَالْجَمِيْعَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُوْمِنَاتَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ اِنَّکَ مُجِيْبُ الدَّعْوَاتِ وَاَرْفَعَ الدَّرَجَاتِ وَقَاضِیَ الْحَاجَاتِ وَصَلَّے اللّٰهُ تَعَالٰی خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِکَ يَااَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ط

بعدہٗ حسب ذیل اشعار کوئی شخص خوش آوازی کے ساتھ پڑھے۔

گویم ز کمال توچہ غوث الثقلینا
محبوبِ خدا ابنِ حسنؓ آل حسیناؓ
سرور قدمت جملہ نہاوند و بگفتند
تَااللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَکَ اللّٰهُ عَلَيْنَا
نانا ترا محمد ﷺ دادا ترا علیؓ ہے
اے دستگیرِ عالم تجھ سا نہ کوئی ولی ہے
تجھ پاک نام نسبت لاکھوں بلا ٹلی ہے
دہشت سے تیرے سگ کی شیروں کی بے کلی ہے
سگِ درگاہ میراں شو چو خواہی قربِ ربانی
کہ بر شیراں شرف دارد سگِ درگاہِ جیلانی

Marfat.com

مدد یا شاہِ جیلانی، مدد یا غوثِ صمدانی، مدد یا قطبِ ربانی۔ بعدۂ اپنی حاجات کے لیے دعا مانگے۔

اس کے بعد یا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی شیاءً لِلّٰہ ایک سو گیارہ بار (۱۱۱) پڑھ کر اپنی حاجات کے لیے دعا مانگی جائے۔

اَللّٰھُمَّ اَفْرِغْنِی لِمَا خَلَقْتَنِی لَہٗ وَلَا تَشْغَلْنِیْ بِمَا تَکَفَّلْتَ بِہٖ وَلَا تَحْرِمْنِیْ وَ اِنَّا نَسْئَلُکَ وَلَا تُعَذِّبْنِی اِنَّا اَسْتَغْفِرُلَکَ۔

دعا

(یہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیقؓ کو تلقین فرمائی تھی)

اَللّٰھُمَّ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْماً کَثِیْراً وَاِنَّہٗ یَغْفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِی مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِی اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ" الرَّحِیْمُ ط

اگر ایصالِ ثواب کی اس قدر لمبی عربی عبارت نہ پڑھی جا سکے یا کوئی نہ پڑھنی چاہے تو آسانی اور سہولت کی خاطر اپنی زبان میں حضرت محمد ﷺ سے لے کر اپنے بزرگوں تک کا نام لے کر دعا مانگے کہ اے اللہ اس ختم شریف کا ثواب ان تک پہنچا۔ ایصال ثواب کی دعایوں مانگے:

بارِالٰہا! اس ختم شریف کا ثواب سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، احمدِ مجتبےٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی روحِ مقدس کو پہنچا۔ اے اللہ! اس کا ثواب حضور ﷺ کے طفیل تمام انبیائے کرام، اہلِ بیت، حسنین شہیدین، خلفائے راشدین اور اصحابِ کبار کو پہنچا۔ اے اللہ! اس کا ثواب تمام اولیائے کرام خصوصاً حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز، سلطان العارفین حضرت شیخ سلطان باھو قدس سرہ اللہ العزیز اور سلطان الفقراء حضرت فقیر نور محمد صاحب قدس سرہ اللہ العزیز کو پہنچا۔ اے اللہ! اس کا ثواب تمام صلحا، شہداء، مومنوں اور نیک مسلمانوں کی اروح تک پہنچا۔

ایصالِ ثواب کے بعد تمام حاضرین کے حق میں دعا مانگے اور پھر ختم شریف کی مٹھائی اور تبرک تقسیم کر دیا جائے۔

Marfat.com

دعا

مری دعا ہے مریدانِ سروری کے لیے
مری دعا ہے غلامانِ قادری کے لیے
خدائے پاک انہیں کامرانیاں بخشے
قدم قدم پہ انہیں شادمانیاں بخشے
کشادہ رزق میسر رہے سدا ان کو
خدا جہاں میں عزت کرے عطا ان کو
مخالفین کے شر سے انہیں بچا یارب
تیرے حضور ہے میری یہی دعا یارب
نواز ان کو زمانے میں دیں کی دولت سے
نواز دے انہیں دنیا میں شان وشوکت سے
غمِ حیات سے کاملؔ یہ بے نیاز رہیں
زیارت شہِ بطحا ﷺ سے سرفراز رہیں

..................ooooooo..................

Marfat.com

حضرت فقیر نور محمد سروری قادری کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ
کی معرکہ آرا تصانیف

عرفان (حصّہ اوّل)

عرفان (حصّہ دوم)

عرفان (انگلش) (حصّہ اوّل)

عرفان (انگلش) (حصّہ دوم)

مخزن الاسرار و سلطان الاوراد

حق نمائے (نور الھدیٰ شریف)

انوارِ سلطانی (ابیاتِ باھو) مع شرح

صاحبزادہ فقیر عبدالحمید سروری قادری کی تصانیف

حیاتِ سروری

الھامات

ترجمہ عقلِ بیدار مع شرح (تصنیفِ لطیف حضرت سلطان باھوؒ)

ملنے کا پتہ:

صاحبزادہ فقیر عبدالحمید سروری قادری

نوری دربار، کلاچی شریف

ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

Marfat.com